کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

کا خصوصی شمارہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی رحؒ نمبر

Volume:14 Issues:7 & 8
Oct-Nov 2021

مُدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ناظم ادارہ اشرف العلوم، حیدرآباد

ناشر:

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد و مدارس سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ، چھتہ بازار، حفیظ پیٹ حیدرآباد

www.iauth.in

آئینۂ مضامین

باب اول مقالات ومضامین صفحہ: ۸ تا ۱۹۸

۱	پیش گفتار	مدیر	۱۱
۲	رفتید ولے نہ از دلِ ما	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ	۵۵
۳	حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہری	مولانا شاہ عالم گورکھ پوری زیدمجدہٗ	۵۸
۴	میرے رفیق میرے ہم درس	حضرت مولانا سید احسان الدین قاسمی مدظلہ	۶۱
۵	حضرت مفتی صاحب، بالغ نظر عالمِ دین۔۔۔	مولانا مفتی سید صدیق احمد مظاہری مدظلہٗ	۶۹
۶	ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے	مولانا خواجہ کلیم الدین اسعدی زیدمجدہٗ	۷۷
۷	خدمتِ خلق اور حفاظتِ دین تھا آپ کا وظیفۂ حیات	مولانا محمد مصدق القاسمی مدظلہٗ	۷۹
۸	آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے	مولانا سید احمد ومیض ندوی زیدمجدہ	۸۱
۹	ثابت قدمی کے پیکر	حافظ محمد ندیم صدیقی مدظلہ	۸۵
۱۰	حضرت مفتی صاحبؒ، چند باتیں چند یادیں	مولانا عبدالقادر رشادی زیدمجدہٗ	۸۷
۱۱	زندگی تھی جن کی جہد مسلسل سے عبارت	مولانا مفتی محمد یونس القاسمی	۹۰
۱۲	آہ! حضرت الاستاذ مفتی محمد عبدالمغنی مظاہریؒ	مفتی محمد غیاث محی الدین صاحب	۹۳
۱۳	حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب	مفتی جلال الدین قاسمی زیدمجدہٗ	۱۰۰
۱۴	اک سایہ دار درخت	مولانا عبدالمقتدر اظہر رشادی	۱۰۴
۱۵	وہ کون ہے جو محفل ومنزل ویران کر گیا	مفتی محمد اشرف علی تعلیمی زیدمجدہٗ	۱۰۶
۱۶	مجھے فخر ہے مفتی صاحب کا شاگرد ہونے پر	مفتی احمد عبدالحسیب تنویر قاسمی	۱۰۹

۱۶	جنھیں ہم کبھی بھلا نہ سکیں گے	مولانا مفتی عبدالحمید قاسمی	۱۱۳
۱۷	یہ کون اٹھا ہے انجمن سے کہ ہُو کا عالَم نگر نگر ہے	مفتی سید ابراھیم حسامی قاسمی	۱۱۵
۱۸	صف ماتم بچھی ہوئی ہے ہمارے دیار میں	مولانا عبدالمقتدر مسعود قاسمی	۱۱۸
۱۹	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	مفتی محمد عبدالملک انس قاسمی	۱۲۲
۲۰	تجھ کو جینے کی ادا دے کے چلا جاؤں گا	مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی	۱۲۷
۲۱	حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحبؒ کچھ یادیں	محترم جناب محمد سیف الرحمٰن صاحب	۱۳۶
۲۲	حضرت مفتی صاحبؒ یادوں کے چند نقوش	مفتی محمد ریاض علی صاحب قاسمی	۱۳۹
۲۳	آہ میرے استاذ ومربی!	حافظ موسیٰ اعظم ابراھیمی زید مجدہ	۱۴۱
۲۴	ہمہ جہت خدمات کا روشن عنوان	مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی	۱۴۴
۲۵	آہ! میرے والد	مولانا عبدالرحمٰن محمد میاں قاسمی	۱۵۶
۲۶	حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حیات وخدمات	قاضی حافظ شیخ محمد شبیر فیضی	۱۶۴
۲۷	کچھ یادیں، کچھ باتیں	مولانا احمد عبدالباری سفیان قاسمی	۱۶۹
۲۸	یاد سے تیری دلِ درد آشنا معمور ہے!	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۱۷۳
۲۹	اے رونق ہائے محفلِ ما	مولانا مفتی مبشر احمد فیضی قاسمی	۱۸۲
۳۰	مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے	مولانا احمد عبیداللہ یاسر قاسمی	۱۸۵
۳۱	مثل والد	حافظ سید مبشر قادری، شارجہ	۱۸۸
۳۲	میرے مشفق ومربی سیدی ومرشدی ومولائی	حافظ محمد عنایت علی نلگنڈہ	۱۹۱
۳۳	زندگانی تھی تری ماہتاب سے تابندہ تر!	حافظ محمد عمر نظام آبادی سلّمہٗ	۱۹۳
۳۴	آہ میرے استاذِ محترم!	مولانا بلال احمد ہنگولی	۱۹۷
	باب دوم تاثرات ومکتوباتِ تعزیت صفحہ:۱۹۹ تا ۲۳۶		
۱	حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ العالی		۲۰۱

۲	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پرنامبٹی مدظلہ		۲۰۲
۳	حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی مدظلہ العالی		۲۰۳
۴	حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ		۲۰۸
۵	حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی مدظلہ العالی		۲۰۹
۶	حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ		۲۱۱
۷	حضرت مولانا محمد افضال الرحمٰن صاحب مدظلہ		۲۱۲
۸	حضرت مولانا یونس صاحب پالن پوری		۲۱۳
۹	مولانا محمد یامین قاسمی مبلغ دارالعلوم دیوبند		۲۱۴
۱۰	حضرت مولانا مفتی محمد روشن شاہ صاحب قاسمی		۲۱۵
۱۱	مولانا اسجد قاسمی ندوی زید مجدہ		۲۱۶
۱۲	حضرت مولانا صلاح الدین سیفی زید مجدہ		۲۱۷
۱۳	حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن صاحب مدظلہ		۲۱۸
۱۴	حضرت مولانا مفتی محمد غیاث الدین رحمانی مدظلہ		۲۱۹
۱۵	محترم حافظ پیر شبیر احمد صاحب زید مجدہٗ		۲۲۰
۱۶	محمد حسام الدین ثانی عاقل جعفر پاشا مدظلہ		۲۲۱
۱۷	جمعیۃ علماء ہند	حضرت مولانا محمود مدنی مدظلہ	۲۲۲
۱۸	مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور	حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہ	۲۲۳
۱۹	مجلس دعوۃ الحق ہردوئی	حضرت مولانا سلیم الحق صاحب ہردوئی	۲۲۴
۲۰	مرکز التراث الاسلامی دیوبند	حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری زید مجدہٗ	۲۲۶
۲۱	دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد	مولانا محمد نعمان بدر القاسمی ندوی	۲۲۷
۲۲	صفا بیت المال کریم نگر	مولانا محمد کاظم الحسنی	۲۲۸

۲۳	مجلس علمیہ تلنگانہ وآندھرا	مولانا سید مجاہد علی قاسمی	۲۲۹
۲۴	مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ سریاپیٹ،	مفتی محمد عبد الاحد فلاحی حسامی	۲۳۰
۲۵	مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع نظام آباد	مولانا مفتی سعید اکبر صاحب مدظلہ	۲۳۲
۲۶	دعوہ اسلامک اکیڈمی	جمیع ٹرسٹیان اساتذہ وطلباء	۲۳۳
۲۷	مجلس تحفظ شریعت ٹرسٹ حیدرآباد	مولانا محمد عامر قاسمی	۲۳۴
۲۷	جمعیۃ علماء نظام آباد	مولانا عبد القیوم شاکر قاسمی	۲۳۵
باب سوم منظوم خراج تحسین صفحہ: ۲۳۷ تا ۲۴۸			
۱	اخلاص کے پیکر تھے قوم کے غم خوار تھے	جناب عبد الرازق فہمیؔ بھوپالی	۲۳۹
۲	اک ستارا آسماں میں چھپ گیا الوداع	مولانا مفتی اکرام الحسن مبشر قاسمی	۲۴۰
۳	جلتے جلتے بجھ گئی آخر وہ شمعِ انجمن	مولانا محمد انوار الحق نادمؔ قاسمی	۲۴۱
۴	علم وادب کے شیریں سخن ور چلے گئے	مولانا عین الحق دانش قاسمی	۲۴۳
۵	رواں ہے خلد بریں کی جانب	مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۲۴۵
٦	جو دل پہ گذرتی میرے آج ہم دم۔۔۔۔	مولانا مفتی امتیاز احمد خان مفتاحی	۲۴٦
۷	گلستانِ جمعیت کے تھے جو بہتر پاسباں	فضیل فوز	۲۴۷
۸	جہد وتقویٰ کے مفتی عبد المغنی چل دیئے	حافظ شیخ عمران احمد اشرفی	۲۴۸
باب چہارم مضامین حضرت مفتی صاحبؒ صفحہ: ۲۴۹ تا ۳۰٦			
۱	فہم قرآن اور تفسیری خدمات		۲۵۰
۲	دعائے ابراھیمی اور اس کے نکات		۲۵٦
۳	معمارِ کعبہ کی دعائیں		۲٦۰
۴	نسبی فخر کام نہیں آئے گا		۲٦٦
۵	صحابہؓ والا عقیدہ معتبر ہے		۲٦۹

۷	مرتے دم تک ایمان اور توحید کی حفاظت ضروری ہے		۲۷۴
۸	قرآن سے ہمارا حقیقی تعلق اور گہرا لگاؤ ہونا چاہیئے		۲۷۶
۹	عظمتِ اولیاءِ کرام اور خواجہ اجمیریؒ		۲۷۹
۱۰	خواتین کی مسجد میں شرکت اور ان کی امامت		۲۹۲
۱۱	مصر،شام اور مغربی یو پی کے حالات پر خطاب		۲۹۷
۱۲	معمولات سالکین ومریدین		۲۹۹
	اصلاحی خط واجازت نامہائے بیعت وتلقین		
	اصلاحی خط کا تصویری خاکہ مع جواب	از: حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق حقیؒ	۳۰۱
	اجازت نامہ صحبت وتلقین	از: حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق حقیؒ	۳۰۳
	اجازت نامہ بیعت وتلقین	از: حضرت مولانا مفتی محمد سعید احمد پرنامبٹی مدظلہٗ	۳۰۴
	اجازت نامہ بیعت وتلقین	از: حضرت مولانا سید بلال حسین تھانوی مدظلہ	۳۰۵
	اجازت نامہ بیعت وتلقین	از: حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ	۳۰۶

باب اول

مقالات و مضامین علماءِ کرام

پیش گفتار

برادرِ محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب رحمہ اللہ

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہٖ نستعین

میں نے اشرف الجرائد کے ان صفحات میں بیسیوں اصاغر واکابر کے تذکرے لکھے ہیں، برادرِ محترم ومکرم رحمہ اللہ کے وصال کے بعد سے برابر کوشش میں ہوں اور ذہن بنانا چاہتا ہوں کہ ان کی شخصیت واحوال پر لکھوں اور جی بھر لکھوں مگر خدا جانے کیا مصلحت ہے کہ میں اس ارادے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا ہوں، ایک تو غیر متوقع طور پر مختصر مدت میں ان کی صحت کا گرتا چلا جانا اور اچانک موت کی آغوش میں پہنچ جانا ایک ایسا صدمۂ جاں کاہ ہے کہ ذہن اب بھی اُن کے اپنے درمیان موجود ہونے پر اصرار اور شہر خموشاں کے مکین ہو جانے کا انکار کر رہا ہے، اب بھی ہر مشکل میں اُن سے رجوع کرنے اور ہر مسئلے میں اُن سے صلاح لے لینے کا خیال آتا رہتا ہے اور پھر یقین وہم کی کمر توڑ دیتا ہے، ان کی موت پر اہلِ تعلق کے لئے بڑا سانحہ بنی مگر اس عاجز کو جس قدر بے سہارا و بے ہمت کر گئی میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلفنی خیرا منھا، دوسرے ان کے بعد ان کی دینی وعلمی ذمہ داریوں کے اپنی ذمہ داریوں پر اضافے نے ذہنی یکسوئی کی کوئی صورت باقی نہ رکھی۔

اس عاجز کا مقسوم کہ مجھ سے قبل ایک بھائی انتقال کر گیا تھا اور میرے بعد ایک بہن انتقال کر گئی تھی، برادرِ محترم اس بھائی سے بھی بڑے تھے، وہ مجھ سے چار سال زیادہ عمر رکھتے تھے، اس لئے میری بے شعوری کے زمانے میں وہ باشعور تھے اور میرا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، جب میں باشعور ہوا تو محسوس کیا کہ والدین کے بعد مجھ سے خاص تعلق ومحبت اور خیال ودھیان رکھنے والے وہی تھے، حتیٰ کہ اپنی پسند اور خواہش کے امور میں بھی وہ چاہتے تھے کہ میں شریک رہوں، بل کہ والد مرحوم کے ساتھ بازار جاتے تو فرمائش کر کے اور توجہ دلا کر

پسندیدہ اشیاء میرے لئے خریدواتے تھے، بسا اوقات ایثار کر کے بھی اپنا حق مجھے دے دیا کرتے تھے، یہ تعلق اور دلی لگاؤ تادم واپسیں برقرار رہا بلکہ اضافہ ہوتا گیا، حقیقت یہ ہے کہ طبعی لااُبالی سے میں اُن کے بڑے بھائی ہونے کا کبھی اتنا خیال نہیں رکھ سکا جتنا انہوں نے چھوٹے بھائی ہونے کا خیال رکھا، اللہ جانے کتنی دفعہ اُنہیں بھی اس کا احساس ہوا ہوگا مگر خدا غریقِ رحمت کرے کبھی اس کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی کبھی اپنے طرزِ عمل اور مشفقانہ ومحِبّانہ سلوک میں کمی آنے دی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

جب میں ہردوئی میں ساتھ تھا اور پڑھتا تھا، جب میں بڑا ہوا اور پڑھنے لگا، جب میں ازدواجی زندگی میں قدم رکھا، جب میں نے مدرسہ قائم کیا، اور عوامی خدمات میں لگا، جب میں عالم بنا اور علمی خدمات کا موقع ملا، جب میں جیل گیا اور سخت آزمائشوں سے دوچار ہوا، جب میرے بچے بڑے ہوئے اور ان کی ذمہ داریوں سے سبک دوشی کے وقت آئے، جب زندگی کے نشیب وفراز میں مشکل سے گذرنا پڑا کوئی مرحلہ ایسا نہیں جس کے بارے میں کہہ سکوں کہ برادرِ محترم ومکرم الی رحمۃ اللہ کو اپنا غم گسار وخیر خواہ نہ پایا، خوشیوں میں خوشی کو دوبالا کرنے غموں میں غم کا ازالہ کرنے کے لئے وہ گوش برآواز رہتے تھے، اپنے مفادات ومصالح کو اپنے چھوٹوں کے لئے نظر انداز کردینا گویا ان کی سرشت میں شامل تھا۔

ذہن کے پردے پر بیتے دنوں کے مناظر یکے بعد دیگرے آتے جارہے ہیں، اور تاریخِ اُخوت خود کو رقم کرانے کے لئے بے تاب ہے مگر جذبات کا تلاطم اور اشکوں کا تلازم قلم کو اپنی جکڑ میں لے کر چلنے سے مجبور کررہا ہے، میں شاعر بھی نہیں ہوں کہ جذبات کے طوفانوں کو اشعار کے سانچے میں ڈھال دوں، ادیب بھی نہیں ہوں کہ وارداتِ قلبیہ کو لفظوں کے شکنجوں میں کس لوں، جب تب اور موقع بہ موقع بولتا رہتا ہوں کاش کہ کوئی قیدِ کتابت میں لے آتا! اب اسی بے بسی کے عالم میں اپنے تاثرات کو روک کر آگے بڑھتا ہوں۔

برادرِ محترم کا خاندانی پس منظر

ہمارے والد ماجد رحمہ اللہ صوبہ تلنگانہ کے ضلع نلگنڈہ میں آباد ایک خوش حال، زمین دار اور تعلیم یافتہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، دادا غلام محی الدین مرحوم علاقے کے پٹواری اور کاشت کار تھے، نہایت باوقار اور نرم ونازک زندگی گذارتے تھے، ایک دیہات میں رہنے اور زراعت پیشہ ہونے کے باوجود ان کی بصیرت وفراست نے تمام بچوں کو تعلیم سے وابستہ کرنے کا ارادہ کیا، پانچ بیٹوں میں سے چار نے اعلیٰ عصری تعلیم حاصل کر کے نظام اسٹیٹ کے مختلف محکموں میں سرکاری ملازمت پائی، والد ماجدؒ چھوٹے بیٹے تھے، دادا کے علاوہ بڑے بھائیوں کے بھی چہیتے تھے، ان کی سرپرستی میں زیر تعلیم تھے، سب کی تمنا میڈیسن کروانے کی تھی، اسی

کے لئے حیدر آباد میں اس زمانے کے سب سے معیاری کالج ’’سٹی کالج‘‘ میں شریک کروایا گیا تھا، حیدر آباد میں پُر تکلف قیام و طعام اور اسبابِ تعلیم فراہم کئے گئے تھے، لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا، تعلیم کے دوران وہ اپنے لکچرر حضرت مولانا عبدالجبار ندویؒ کے درسِ قرآن میں شریک ہوئے، اس درس میں دل کے اندر قرآن کریم کی عظمت و محبت کا وہ چسکہ لگا کہ ہر طرف سے دل اُچاٹ ہوگیا، انہوں نے تہیہ کرلیا کہ اللہ کی اس کتاب سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اس کی زبان سیکھنا چاہیئے، چناں چہ انہی کے مشورہ سے دینی تعلیم کا ارادہ کرلیا اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی رائے سے اشرف المدارس ہردوئی کا رُخ کیا، زندگی میں پہلی مرتبہ علم کی خاطر گھر کی راحتوں اور گھر والوں کو چھوڑا، پہلی مرتبہ ٹرین میں بیٹھے، پہلی مرتبہ چار دن کا صبر آزما اور تکلیف دہ سفر کر کے تن تنہا ہردوئی پہنچے، حضرت محی السنہؒ کا دورِ شباب تھا، مدرسہ نیا قائم شدہ تھا، چھٹے طالب علم کی حیثیت سے اس مدرسے میں اپنا داخلہ کرا کے عربی تعلیم کا آغاز کردیا، حفظ اپنے شوق و فکر سے خود ہی کرلیا اور عالمیت کے آخری سالوں تک پہنچے، اکثر کتابیں حضرت محی السنہؒ اور حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ سے پڑھیں، تاہم دورۂ حدیث تک پہنچنے سے قبل ہی تقسیمِ ہند کی واردات پیش آئی اور سرپرست بھائی پاکستان منتقل ہو گئے، جس کی بنا ترکِ تعلیم کر کے وہیں پر مدرس ہو گئے، طبعی مناسبت کی وجہ سے حضرت محی السنہؒ ہی کو اپنا راہبر و سرپرست بنالیا، چودہ برس ان کی خدمت میں رہے، شادی سے قبل اور شادی کے بعد بھی۔

حضرت محی السنہؒ کی پہلی بار حیدر آباد آمد اُن ہی کے نکاح و ولیمے میں شرکت کے لئے ہوئی تھی، عنبر پیٹ کی جامع مسجد میں نکاح ہوا اور وطنِ مالوف نارائن پور میں ولیمہ، اس زمانے کی مشقتوں اور سفر کی عدم سہولتوں کے باوجود حضرت محی السنہؒ کچھ بس سے اور کچھ سائیکل سے سفر کر کے گاؤں پہونچے، ولیمے میں شرکت فرمائی، اسی موقع پر ہمارے دادا اور دادی مرحومان نے حضرت محی السنہؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اخیر زندگی قابلِ رشک گذار کر وفات پا گئے۔

ہماری والدہ محترمہ نہایت ہی مبارک و مسعود خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، اُن کے نانا مولانا محمد امام صاحبؒ عالمِ دین اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مُرید تھے، اور والد مولانا سید محمد صاحب ذکیؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت میاں اصغر حسینؒ کے خاص شاگرد و خادم اور بافیض عالمِ دین تھے، مولانا محمد امام صاحب کے والد اور خُسر دونوں حقیقی بھائی تھے اور بہ توفیقِ الٰہی کفر سے اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان کے احوال میں کبھی ’’دو نومسلم بھائی‘‘ کے نام سے لکھ چکا ہوں، یہ دونوں حضرات پختگیٔ ایمان اور اتباعِ شریعت و سنت میں نادرُ المثال تھے، ایک کو صرف ایک بیٹا تھا جسے انہوں نے عالمِ دین بنایا تھا، دوسرے کو صرف ایک بیٹی تھی

جسے انہوں نے حافظِ قرآن بنایا تھا، جو بعد میں رشتۂ ازدواج میں منسلک کردئے گئے، اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے ایک بیٹی عطا کی، (۱) ہماری نانی صاحبہ، (۲) حضرت مولانا حافظ عبدالمعز صاحب، (۳) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ سابق ناظم مجلس علمیہ ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔ ہماری نانی کا نکاح ان کے والد نے کوشش کرکے فاضل دیوبند حضرت مولانا سید محمد صاحب ذکیؒ سے کیا، اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹیاں اور دو بیٹے عطا فرمائے، دو بیٹیاں بچپن میں انتقال کرگئیں، پانچ بیٹیاں حفاظ وعلماء سے بیاہی گئیں اور دونوں بیٹے حافظ وعالم بنے، (۱) مولانا حافظ سید حماد بن ذکی المظاہریؒ، (۲) مولانا سید عباد بن ذکی القاسمی زید مجدہٗ پھر ان کے خاندانوں میں سینکڑوں علماء وحفاظ ہوئے اور ہوتے جارہے ہیں، میں نے اس خاندان کی پوری تفصیل اپنی خودنوشت سوانح عمری ''کتابِ زندگی'' میں رقم کردی ہے، جو ابھی غیر مطبوع ہے۔

ہماری والدہ حضرت مولانا سید محمد صاحب ذکیؒ کی بڑی بیٹی ہیں، جن کے نکاح کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد امام صاحبؒ بہت متفکر تھے، انہوں نے حضرت محی السنہؒ سے بھی فکر کرنے کی درخواست کی تھی، حضرت محی السنہؒ نے اپنے شیخ سے تعلق کا احترام کرتے ہوئے وعدہ فرمالیا اور ہمارے والد ماجد کو ان کا اور ان کے مقام کا تعارف کراتے ہوئے اس رشتے کے لئے آمادہ کیا، اس طرح ہماری والدہ والد محترم کے رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئیں۔

نکاح ہوجانے کے بعد والدہ محترمہ کو لے کر والد صاحبؒ ہردوئی واپس ہوگئے، حیدرآباد آنا جانا رہتا تھا، بڑی بہن کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی، مفتی صاحب کی ولادت بھی حیدرآباد ہی میں اپنی نانی کے گھر ہوئی، ان کے بعد ایک لڑکے کی ولادت ہردوئی میں ہوئی وہ وہیں انتقال کرگئے، ہم لوگ چھ بھائی، چھ بہن ہیں، جن میں دو کا بچپن میں انتقال ہوگیا، بڑی بہن اور بڑے بھائی کا بڑی عمر میں صاحبِ اولاد ہونے کے بعد وصال ہوا، چار بھائی چار بہن الحمدللہ بہ قید حیات ہیں، حیاھم اللہ وعافاھم۔

والد ماجد کافی عرصہ حضرت محی السنہؒ کی خدمت میں گذارنے اور بال بچوں کے ساتھ وطن آتے جاتے رہنے کی مشقتوں کے بعد چاہتے تھے کہ وطن ہی میں حضرت محی السنہؒ کی سرپرستی میں کام کرنے کی کوئی صورت بن جائے، چناں چہ من جانب اللہ اس کا نظام یہ ہوا کہ حضرت حاجی عبدالستار صاحبؒ جو حضرت ہردوئی سے ارادت ووابستگی رکھتے تھے وہ اپنے وطن میں اشرف المدارس کے طرز کا ایک مدرسہ قائم کرنے کے متمنی تھے، اسی غرض سے ہردوئی حاضر ہوئے، ان کی خواہش پر حضرتؒ نے والد ماجد کو بھیج دیا جس کے بعد ان حضرات نے مدرسہ فیض العلوم کا آغاز کیا جو علاقے کا انتہائی بافیض مدرسہ ثابت ہوا اور اسم بامسمیٰ بنا۔ والد ماجد تاحیات اسی مدرسے

سے وابستہ رہے، ان دونوں بزرگوں کے عشقِ شیخ اور کمال اتباع وانقیاد کا عالم یہ تھا کہ جب جو حکم ملتا سر اطاعت ختم کر دیتے تھے، والد ماجدؒ بھی اس مدرسے میں کبھی مدرس رہے، کبھی نائب ناظم، اور کبھی ماتحت خادم، حضرت حاجی صاحبؒ بھی باوجود بانی مبانی ہونے کے اس مدرسے میں کبھی محاسب رہے، کبھی منتظم، کبھی سفیر کبھی نائب ناظم ، دونوں باہم ایک دوسرے سے غایت تعلق ومحبت رکھتے تھے، بالخصوص اخیر عمروں میں تو ان کی محبتیں قابل تقلید واتباع رہیں۔ غفر اللہ لھما ورحمھما

برادرِ محترم کی ولادت باسعادت

برادرِ محترم ومکرمؒ ۵ رجمادی الثانیہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ رفروری ۱۹۵۶ء بہ مقام عنبر پیٹ حیدرآباد اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے، نانا محترم نے تاریخی نام علیم پاشا تجویز کیا، اور حضرت محی السنہؒ نے والدمحترم کے نام عبدالغنی کے وزن پر عبدالمغنی طئے فرمایا، جس کی تائید حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے بھی فرمائی، خاندان میں چوں کہ عرصے کے بعد نرینہ اولاد ہوئی تھی اس لئے اُن کی ولادت سب کے لئے کچھ زیادہ ہی خوشی کا سبب بنی۔

اس زمانہ میں والد صاحبؒ اشرف المدارس ہردوئی میں خدمات انجام دیتے تھے، برادرِ محترم کی ولادت کے بعد گھر والوں کو وہیں لے کر چلے گئے، برادرِ محترم کا ابتدائی بچپن اشرف المدارس ہردوئی کے نہایت صالح، دین دار، ماحول میں اور حضرت محی السنہؒ وحضرت قاری صاحبؒ جیسے اللہ والوں کے زیر سایہ گذرا، کیوں کہ والدہ محترمہ کا زیادہ وقت حضرت محی السنہؒ کے گھر میں گذرتا تھا اور حضرت قاری صاحبؒ اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے والدؒ کے پڑوس ہی میں رہتے تھے۔

برادرِ محترم کی عمر کوئی چار یا پانچ برس کی ہوگی کہ فیض العلوم کے قیام کی صورت پیدا ہوئی اور والد ماجدؒ بیوی بچوں کے ساتھ ضلع جنگاؤں کے مضافاتی علاقے سلاخ پور منتقل ہو گئے، والد ماجدؒ بھائی صاحب کو اپنے ساتھ مدرسہ لے جاتے تھے، انہی کے پاس انہوں نے تعلیم کا آغاز کیا۔

برادرِ محترم کی تعلیم وتربیت

مدرسہ فیض العلوم مختلف مقامات پر منتقل ہوتے ہوئے، جب حیدرآباد پہنچا تو اس وقت ان کی عمر سات آٹھ برس کے درمیان تھی، یہاں باقاعدہ طور پر انہیں شریک مدرسہ کروا کر نورانی قاعدہ، ناظرہ، اور حفظ کی تعلیم مکمل کروائی گئی۔ اس وقت کے اساتذہ میں حافظ ذریت احمد صاحب، حافظ اشتیاق احمد صاحب، حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحبؒ شامل ہیں۔ حفظ کی تکمیل لگ بھگ پندرہ برس کی عمر میں ہوئی۔

تکمیل حفظ کی اطلاع پر حضرت محی السنہؒ نے فرمایا کہ ذمہ داروں کے بچے انہی کے زیر انتظام مدرسوں میں پڑھ نہیں پاتے اس لئے اگلی تعلیم کے لئے عبدالمغنی کو ہردوئی بھیج دیا جائے، چنانچہ والد ماجدؒ نے کم سنی کے باوجود حیدرآباد سے ہردوئی روانہ کردیا، وہاں انہوں نے حضرت محی السنہؒ کے علاوہ حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ وغیرہ سے شرفِ تلمذ حاصل کرتے ہوئے درسِ نظامی کا آغاز کیا، تین برس یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اگلی تعلیم کے لئے جامعہ عربیہ ہتھورا چلے گئے، دوسال وہاں پڑھا، یہاں کی تعلیم کے دوران اویسِ زمانہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحبؒ، حضرت مولانا زکریا سنبھلی دامت برکاتہم وغیرہ سے شرفِ تلمذ حاصل رہا اور خصوصی نگہ کرم پائی۔

پھر اس کے بعد غالباً ۱۹۷۸ء میں ملک کی معروف جامعہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ حاصل کرکے اگلے سال سن ۱۹۷۹ء میں درس نظامی کی تکمیل کی، مظاہر علوم میں آپ کے اساتذہ حضرت مفتی مظفر حسین، حضرت مولانا یونس جون پوری، حضرت مولانا مفتی یحیٰی صاحب، حضرت مولانا سلمان صاحب رحمہم اللہ اور حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ بھی اس زمانے میں پڑھاتے تھے، اس سال توفیقِ الٰہی سے ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد وہاں سے تشریف لائے ہوئے تھے، خوش قسمتی سے برادرِ محترم کو اُن کی مجلس روایتِ مسلسلات میں شرکت کرنے اور سند حاصل کرنے کا موقع بھی ملا۔ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد اگلے سال تکمیل افتاء کا شرف بھی مظاہر علوم ہیں سے حاصل کیا، اس دوران حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہٗ کی تصنیفی کاموں میں مسودات کی صفائی کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔

برادرِ محترم کا نکاحِ اول اور ایک سخت آزمائش

برادرِ محترم کی ابھی تعلیم جاری تھی، سالانہ تعطیلات میں وہ گھر آئے ہوئے تھے، ہمارے تایا شہر کے مشہور شفاخانہ نظامیہ چارمینار میں زیر علاج تھے، برادرِ محترم ان کی تیمارداری پر رکھے گئے تھے، تایا صاحب مرحوم کے اسی ہال میں ایک اور متشرع بزرگ زیر علاج تھے، برادرِ محترم اپنے تایا کے علاوہ ان بزرگ کی بھی دیکھ بھال کرلیا کرتے تھے، انہیں یہ خدمت، شرافت اور جوانی میں دیانت وصالحیت بہت پسند آئی، تعارف حاصل کیا اور ڈسچارج ہونے کے بعد مدرسہ فیض العلوم پہنچ کر اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا، والد ماجدؒ نے تعلیم جاری ہونے کی وجہ سے عذر معذرت کی مگر اُن کا شدید اصرار جاری رہا اور یہ اطمینان دلایا کہ نکاح ہوجانے کے بعد بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے، ہم اس میں مخل نہیں ہوں گے، چناں چہ ان کے اصرار اور جذبۂ قدر کو دیکھ کر والد ماجدؒ

آمادہ ہوگئے اور بہ مقام مسجد باغ جہاں آرا (جہاں لڑکی والوں کا مکان تھا) برادرِ محترم کا نکاح عمل میں آگیا، چند دن قیام کے بعد برادرِ محترم تعلیم کے سلسلے میں سہارن پور روانہ ہوئے اور ان کی اہلیہ اپنے میکہ چلی گئیں، اہلیہ اُمید سے بھی تھیں جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو ہماری والدہ محترمہ نے اپنی ایک اہل تعلق ڈاکٹر صاحبہ سے رجوع کروایا، لڑکی تولد ہوئی، نام رابعہ تجویز کیا گیا، دواخانے سے وہ حسبِ سابق اپنے والدین کے گھر چلی گئیں، برادرِ محترم وہ مظاہر ہی میں مصروفِ تعلیم تھے، کچھ ہی دنوں کے بعد برادرِ محترم کی اہلیہ کی جانب سے کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے نوٹس ارسال کروائی گئی، الزام یہ تھا کہ شوہر ظالم ہے مار پیٹ کرتا ہے، ماموں جادوگر ہیں ان کے ذریعے سخت قسم کے جادو کروائے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہم لوگ حیران و پریشان تھے کہ نہ انہوں نے برادرِ محترم کے غیاب میں ہمارے ہاں رہائش کی، نہ خود شوہر کے ساتھ زیادہ عرصہ رہنا ہوا، ابتدائی چند دن بہت خوشی ومسرت ہی کے گذرے تھے، دواخانے میں بھی والدہ محترمہ نے بہت خدمت کی اور خاص خیال رکھا تھا پھر یہ اچانک کیا ہوگیا، تمام الزامات ظلم ودروغ پر مبنی تھے، اس کا کوئی سبب بھی سمجھ میں نہ آسکا، اُن کے بڑے بھائی اس میں پیش پیش نظر آرہے تھے، چھوٹے بھائی تو راقم السطور کے ساتھی تھے اور تادمِ تحریر مخلص دوست ہیں، ان کے والد ہمارے والد ماجد کے پیر بھائی تھے۔

الغرض خیر خواہوں سے مشورے کے بعد والد ماجدؒ نے مصالحت میں پہل کو ترجیح دی، ایک اللہ والے بزرگ حضرت سید شاہ معظم شہیدؒ کو اُن کے گھر روانہ کیا، استاذِ مرحوم بہت بے آبرو ہو کر ان کے کوچے سے لوٹ آئے اور صلح سے مایوسی ظاہر فرمائی، لڑکی کے والد چوں کہ حضرت محی السنہؒ سے بیعت تھے اور تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن بھی اس لئے والد ماجدؒ نے پیش کش کی کہ حضرت محی السنہؒ یا امیر محترم حضرت نعیم اللہ خانؒ میں سے کسی کو حکم وثالث بنا کر اس مسئلے کو شریعت کی روشنی میں حل کرلیا جائے، مگر وہاں سے جواب ملا کہ حضرت محی السنہؒ سے جانب داری کا خطرہ ہے اور امیر محترم کے سامنے ہم مسئلے کو نہیں لے جانا چاہتے، کورٹ ہی سے فیصلہ کرائیں گے۔

جب مصالحت ومحاکمت سے مایوسی ہوگئی تو مشورہ کر کے چار وناچار وکیل کو مقرر کیا، والد ماجدؒ نے بہو کا ساز وسامان تو برادرِ محترم کے سہارن پور اور ان کی اہلیہ کے میکے چلے جانے کے بعد ایک کمرہ مدرسہ کا کرایہ پر لے کر اسی دن محفوظ کردیا تھا کہ کہیں گھر والوں سے کوئی تصرف نہ ہوجائے، کورٹ کی عرضی میں ظلم زیادتی کے علاوہ جہیز جوڑے کی لمبی چوڑی فہرست اور کثیر مصارف کا جھوٹا دعویٰ کر کے انہیں واپس کروانے کی بات بھی کہی گئی تھی، بہ ہر حال ہمارے وکیل نے جوابی کاروائی کا آغاز کردیا۔

ہم اور ہمارے خاندان کے لئے یہ بہت مشکل اور تعجب خیز تجربہ تھا جو کبھی تصور میں بھی نہ آیا تھا، حضرت محی السنہ ؒ کو والد ماجد حالات کی اطلاع اور استدعا کرتے رہے، مقامی بہی خواہوں سے رائے مشورہ ہوتا رہا، برادرِ محترم تعلیم تکمیل کر کے واپس ہو گئے تو انہیں حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ کی ایماء سے ان کے ایک معتمد علیہ کے گھر دور دراز کے دیہات میں روپوش رکھا گیا، وکیل بھی دھوکہ دیتے رہے، بدلے جاتے رہے، معلوم ہوا کہ اگلے وکیل سے پیسے کھا کر ہم کو چکما دیتے رہے، اُن کے وکیل صاحب غالی بدعتی اور دیوبندی دشمن تھے انہوں نے بھی ہمیں مزہ چکھانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

آخر کار ہم ایک غیر مسلم وکیل سے رجوع ہوئے، اس نے تمام صورتِ حال کا افشاء کیا اور کہا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کے وکیل ہی کو حکم بنا کر مسئلے کو عافیت سے نمٹا لو، ورنہ برسوں کا وقت لگے گا، پیسہ بھی یونہی لُٹتا رہے گا، یہ رائے ہمیں بہتر معلوم ہوئی، میں نے اپنے ایک بہنوئی کو لے کر ان وکیل صاحب سے رجوع کیا، پہلے تو انہوں نے ٹال مٹول سے کام لیا لیکن جب انہیں اطمینان ہوا کہ ہم مخلص ہیں اور ان پر پورا اعتماد کر رہے ہیں تو انہوں نے صلح کرانے کا وعدہ کیا، طرفین سے بات چیت کرتے رہے، جس قدر وہ تحقیق کرتے جاتے اسی قدر ان لوگوں سے بدگمان اور ہم لوگوں سے مطمئن ہوتے جاتے تھے، زیادتی وظلم پر مشتمل شرائط کے ساتھ وہ کمپرمائز کے لئے آمادہ ہوئے، اُن کے وکیل صاحب نے جو بھی طئے کر دیا اس کو منّ وعن قبول کر کے ہم نے سامان، ہرجانہ اور طلاق نامہ سب انہی کے دفتر پر پہونچا دیا، دعاؤں اور فضل الٰہی سے اِس رشتے اور مقدمے کا سلسلہ ختم ہوا، اُن کے وکیل نے سب کی موجودگی میں ہم سے کہا کہ اس کے بعد ان لوگوں نے اگر کوئی اقدام کیا تو آپ لوگوں کا وکیل میں رہوں گا اور ان کی عقل ٹھکانے لگاؤں گا۔ فللہ الحمد فی الدنیا و الآخرۃ

برادرِ محترم کا عقد ثانی اور اولاد واحفاد

اس مسئلے کی یکسوئی کے بعد برادرِ محترم کے عقد ثانی کے لئے والد ماجدؒ متفکر تھے، ہمارے ماموں محترم حضرت حافظ حماد صاحبؒ کے مدرسۂ الٰہیہ نسوان میں پڑھی ہوئی ایک لڑکی کا رشتہ انہی کے ذریعہ سامنے آیا، یہ اگریکلچر ڈیپارٹمنٹ میں معمولی درجے کے ملازم اور مسجد افسر جنگ میں مؤذنی کی خدمت انجام دینے والے نہایت نیک وسادہ مزاج محترم یوسف بھائی مرحوم کی بڑی بیٹی تھیں، انہوں نے اس رشتے کو بڑے اکرام واحترام سے اور خلوص ومحبت سے قبول کیا اور نکاح کر دیا، یہ نکاح ۲۴؍ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ یوم الجمعہ بعد عصر انہی کی مسجد میں انجام پایا۔

برادرِ محترم کو اُن کی پہلی اہلیہ سے ایک بیٹی ہوئی تھی جو انہی کے ساتھ رہ گئی، باقی تمام اولاد موجودہ اہلیہ محترمہ سے ہیں، ان سے حق تعالیٰ نے برادرِ محترم کو چار بیٹیاں اور دو بیٹے عطا فرمائے، جو سب شادی شدہ ہیں، بڑی بیٹی اُن کے شاگرد حافظ عبدالکریم سلمہٗ سے، دوسری انہی کے شاگرد حافظ خالد سلمہٗ سے، تیسری مولانا اعجاز زید رُشدہٗ سے، اور چوتھی راقم کے شاگرد مولانا حافظ سعید خان سے منسوب ہے، بڑے بیٹے مفتی حافظ عبدالرحمٰن محمد سلمہٗ ہیں جو اس وقت اُن کے مدارس سنبھال رہے ہیں، چھوٹے بیٹے نے عصری تعلیم حاصل کرتے ہوئے انجنیئر نگ کی تکمیل کی ہے اور اب آگے اسی لائن میں کچھ تخصص کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، انہی کا نکاح باقی تھا جس کا برادرِ محترم کو بہت احساس تھا، مرض الوفات کی ابتداء میں خود اپنی سرپرستی میں ان کا رشتہ طئے فرمادیا تھا جو اُن کے حینِ حیات انجام دے دیا گیا تاکہ انہیں بھی اطمینان ویکسوئی حاصل ہوجائے، نکاح اور ولیمہ دونوں میں بہ حالت عذر و بیماری شریک رہے، اور بہ ظاہر خوش محسوس ہوئے، حق تعالیٰ انہیں برزخ میں ہر طرح کا سکون وآرام عطا فرمائے جس طرح اس نے محض اپنے کرم سے دنیا میں اولاد اور اولاد کی اولاد سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی فرمائیں۔ آمین

برادرِ محترم کی خانگی زندگی

عقدِ ثانی کے بعد جب وہ پُرسکون زندگی گذار رہے تھے، تبادلوں کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا تھا تو والد ماجدؒ نے گھریلو مسائل اور خانگی اُمور کی ذمہ داری یہ کہتے ہوئے ان کے سپرد کردی کہ میں گھر چلانے میں اکثر مقروض ہوتا رہا اب تم اپنی تنخواہ اور میری تنخواہ ملا کر خود ہی گھر کا نظام چلاؤ، ظاہر ہے کہ اس میں ایک پہلو تربیت کا بھی تھا، مگر برادرِ محترم والد ماجدؒ سے زیادہ کشادہ دست نکلے، ان کے انتظام میں قرض پہلے سے بھی زیادہ ہونے لگا تھا، ہمارے گھر میں سب سے پہلے سیلنگ فیان انہوں نے ہی لگوایا، سب سے پہلے ایلومینیم کے بجائے اسٹیل کے برتن لائے، سب سے پہلے انہوں نے ہی ایک موپائیڈ گاڑی خریدی، والدین کے لئے معیاری ملبوسات کا انتظام کرتے تھے، اپنی بہنوں بھائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے، بڑے بہنوئی کثیر العیال وجز معاش تھے تو ان کے گھر کا بھی بہت خیال رہتا تھا، قرض کی صورتِ حال دیکھ کر والد ماجدؒ نے طئے کیا کہ اب میں نہ تُم، اخراجات کی ذمہ داری والدہ محترمہ اُٹھائیں گی، الحمدللہ والدہ محترمہ نے پھر حکمتِ عملی سے اخراجات کو قابو میں کیا۔

انہوں نے اپنے انتظام کے زمانے میں گھر میں سب کو دینی نظام کا پابند کردیا تھا، والدہ تو بہت پہلے سے معمولات کی پابند تھیں گھر کے بقیہ افراد کو بھی پابند کرنے کے لئے انہوں نے طئے کردیا تھا کہ بعد نمازِ فجر سب لوگ کم از کم سورۂ یاسین کی تلاوت کریں گے، اس سے قبل کوئی چاء ناشتہ بھی نہ ہوگا، تلاوت کے بعد ہی گھر کے

کام شروع ہوں گے، اسی طرح شب کا طعام عصر بعد تیار ہوجانا چاہیئے، مغرب کے بعد کوئی باورچی خانے کے کام نہ کرے، کتابی تعلیم اور پڑھنا پڑھانا ہوتا رہے وغیرہ جو انہیں بہتر نظر آتا گھر کے ماحول میں تعلیم وتربیت کا نظام بناتے رہتے تھے۔

برادرِ محترم نے والدین کی بہت خدمت کی تھی، اپنی بہنوں بھائیوں کو خوش رکھنے کا بہت خیال رکھتے تھے، شادی بیاہ کے موقع پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، اخیر عمر بلکہ مرض الوفات میں بھی والدہ کو دیکھنے برابر جاتے رہے، عیدین میں ملبوسات اور دیگر مواقع پر نقدی تحفہ برابر دیتے رہتے تھے، بھائی بہن کی اولاد سے بھی بہت محبت کرتے تھے، اسی لئے سب ہی کی نظر میں بہت محبوب اور بے تکلف تھے، کوئی بیمار ہوتا تو سب سے پہلے عیادت کے لئے پہنچ جاتے تھے، اخراجاتِ علاج کے لئے فکر کرتے، اچھے ڈاکٹروں سے رجوع کا مشورہ دیتے اور رابطہ کراتے تھے، مرض الوفات کے زمانے میں ایک بہن عدت میں تھیں چوں کہ وہ عیادت کے لئے آنہیں سکتی تھیں تو دواخانے سے آتے جاتے اصرار کر کے خود وہاں جاتے تھے حالاں کہ کچھ بول بھی نہیں پا رہے تھے، باوجود لاچاری اور سخت تکلیف کے بھی چھوٹے بیٹے کے نکاح میں سو کیلومیٹر کا سفر طئے کر کے پہنچے، وہاں بعض ددھیالی اعزہ کو دیکھ کر بہت روتے رہے، اپنے بیٹے اور میرے بیٹے کے ولیموں میں بہ مشکل تمام تشریف لا کر گھنٹہ بھر قیام کیا۔ خاندان میں کسی کی بھی تکلیف سے بے چین ہوجاتے تھے، وہ صلۂ رحمی کرنے میں کبھی طرفِ آخر کے رویّے اور سلوک کو مدنگاہ نہ رکھتے تھے، خالاؤں ماموؤں سے بھی اُن کی اولاد سے بھی سب سے دوستانہ، ظریفانہ اور خلوص ومحبت کا تعلق رکھتے تھے، انہیں دیکھتے ہی بڑے چھوٹے سب خوشی کا اظہار کرتے تھے ؎

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

برادرِ محترمؒ کی تدریسی خدمات

برادرِ محترم کی فراغت سن ۱۹۷۹ء میں ہوئی اور سن ۱۹۸۰ء میں تکمیل افتاء کیا، اس کے بعد حضرت محی السنہؒ کی حسبِ ہدایت نورانی قاعدے کی تصحیح کے بعد مدرسہ فیض العلوم میں بہ طور مدرس حفظ کام شروع کیا۔ ابھی کچھ زیادہ وقت تدریسی خدمات میں گذرا نہیں تھا کہ ایک ضرورت کے تحت حضرت محی السنہؒ نے انہیں اڑیسہ سے متصل مقام برہم پور تبادلہ کر دیا، وہاں کوئی دو برس تک آپ نے نہایت محنت ومستعدی سے کام کرتے ہوئے ایک مستحکم مدرسے کی بنیاد رکھی، اور ایک قابل فروخت چمڑے کی منڈی کو خرید کر اس میں دعوۃ الحق کے تحت قائم مدرسہ کاشف العلوم کو منتقل کیا، اس اثناء میں مدرسے کے مالئے کے برادرِ محترم جگہ جگہ تشریف لے جاتے تھے اور

طلبہ کو جوڑنے کے لئے بھی جد وجہد کرتے تھے، جو طلبہ پڑھتے پڑھتے چلے جاتے اُنہیں ان کے گاؤں اور گھروں سے منا سمجھا کر کے لاتے اور پھر سے تعلیم میں مشغول رکھتے تھے، ایسے کئی طلبہ ان علاقوں میں انہیں یاد کر کے روتے ہیں کہ اگر مفتی صاحب کی فکر نہ ہوتی تو ہم جاہل ہی رہتے، الحمدللہ یہ مدرسہ تا ہنوز چل رہا ہے، مگر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایک نہایت ہی بنجر اور تعلیم کے ذوق سے محروم علاقے میں دوسرے علاقے سے جا کر صرف اپنے بڑوں کے حکم سے قیام کر لینا اور دن رات ایک کر دینا جذبۂ دروں کے بغیر ممکن نہیں، برادرِ محترم کا انہی دنوں نکاح ہوا تھا، عذر معذرت بھی کر سکتے تھے مگر اہلیہ کو لے کر حکم ملتے ہی چلے گئے اور جی جان سے کام کیا، پھر جب حضرت محی السنہؒ نے مناسب سمجھا واپس فیض العلوم بھیج دیا، پھر کسی موقع پر بھوبنیشور تبادلہ کیا تو وہاں چلے گئے، اس کے بعد واپس فیض العلوم بھیج دیئے گئے، فیض العلوم میں کبھی مدرسے کے ذمہ دار بنائے گئے اور کبھی ذمّے دار کے ماتحت کر دیئے گئے، بہ ہر حال انہیں کام سے اور اپنے شیخ سے وفاداری کرنے سے مطلب تھا منصب وعہدے سے کوئی مطلب نہ تھا۔

فیض العلوم میں جب بھی ذمہ دار بنائے گئے تعلیمی معیار کو بلند کرنے اور تعلیمی شعبوں کو ترقی دینے کا بہت فکر رہا، چناں چہ دو مرتبہ وہ نائب ناظم کے عہدے پر فائز ہوئے اور دونوں مرتبہ حضرتؒ سے اجازت لے کر مدرسے میں درسِ نظامی کا سلسلہ شروع کیا، ان کے دور میں مدرسہ فیض العلوم میں درسِ نظامی کا آغاز کئے ہوئے طلبہ تقریباً عالم ہوئے اور اب الحمدللہ اچھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

فیض العلوم میں تدریسی خدمات کے علاوہ شہر کی ایک مسجد میں جہاں امامت وخطابت تھی مسجد کمیٹی کے تعاون سے قرآن کریم کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ کا قیام عمل میں لایا جو ابتداءً غیر اقامتی طور پر کام کرتا رہا دارالاقامہ کا نظم بھی ہو گیا، مارکیٹ ایریا میں ہونے کی وجہ سے سماج کے مختلف طبقات ومسالک سے تعلق رکھنے والے طلبہ کی ایک بڑی تعداد اس مدرسے سے مستفید ہوئی اور الحمدللہ اب بھی ہو رہی ہے۔

برادرِ محترم کی خصوصی توجہ اور اس مدرسے کے تئیں سوز دروں اور خلوص کو دیکھ کر اس مسجد کے ذمے دار حضرات بہت متأثر ہوئے اور مسجد ومدرسہ دونوں کی باقاعدہ تعمیر کروا کے کام میں سہولت بہم پہنچائی، اطراف واکناف کا ماحول بدعت زدہ تھا، بڑی حکمت عملی سے وہ اُن حضرات کو بھی اپنا حامی بنانے میں کامیاب رہے، کچھ عرصہ بعد مارکیٹ کی بھی تجدید ہوئی تو مسجد میں غیر مقلد مصلیوں کی تعداد بڑھنے لگی اور انہوں نے حسب معمول ریشہ دوانیاں شروع کیں، ایسا لگتا تھا کہ اب مسجد پر انہیں کا غلبہ ہو گا مگر برادرِ محترم نے پوری ثابت قدمی اور حکمتِ عملی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا تا آں کہ مسجد ومدرسہ دونوں ان کے اثر سے محفوظ رہ کر اہل حق کی

سرگرمیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

مدرسہ فیض العلوم میں خدمات انجام دیتے ہوئے ایک اور مدرسے کو قائم کرنے اور اس کی جانب توجہ دینے کے حوالے سے فیض العلوم کے مقامی ذمہ داروں کو شکایت ہونے لگی، انہیں خطرہ تھا کہ اس مدرسے کی خدمات پر اس کا اثر پڑے گا، ان شکایات کی بنیاد پر حضرت محی السنہؒ نے برادرِ محترم کو مرکز ہردوئی طلب کیا اور اس سلسلے میں مقامی احباب کی تشویش سے مطلع کر کے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ فیض العلوم کی خدمات سے مستعفی ہو کر یکسوئی سے اپنے مدرسے کا کام کرلو، جس طرح عبد القوی ایک اچھا کام کر رہے ہیں، اس میں ضابطے کی خلاف ورزی بھی نہ ہوگی اور ایک اور مدرسہ وجود میں آجائے گا۔

برادرِ محترم نے ہردوئی سے فون کر کے مجھ سے مشورہ لیا، میں نے اس علاقے میں کام کی ضرورت کے مدنظر مستعفی ہوجانے کا مشورہ دیا مگر ان کی دور اندیشی اور معاملہ فہمی نے اسے قبول نہیں کیا کئی دن وہیں مقیم رہے اور اس بات پر حضرتؒ کو منا لیا کہ اس مدرسے کا اصول کے مطابق دعوۃ الحق سے الحاق قبول فرما لیا جائے تا کہ حضرتؒ ہی کے ماتحت رہ کر کام کرتا رہوں، حضرتؒ کی آمادگی کے بعد واپس ہوئے اور اصولوں کی تکمیل کر کے مدرسہ سبیل الفلاح کا مجلس دعوۃ الحق ہردوئی سے الحاق کروالیا، دعوۃ الحق نے برادرِ محترم ہی کو فیض العلوم سے سبیل الفلاح میں بہ حیثیت نائب ناظم تبادلہ کر دیا، اس طرح بفضلہ تعالیٰ اس تمنا میں کامیاب رہے کہ یہ مدرسہ بھی قائم رہے اور حضرتؒ کی سرپرستی سے بھی محرومی نہ ہو۔ حضرت محی السنہؒ کی وفات کے بعد بعض ایسے احوال پیش آئے کہ سبیل الفلاح کا دعوۃ الحق سے الحاق ختم ہو کر مستقلاً یہ مدرسہ برادرِ محترم ہی کی نظامت میں کام کرنے لگا۔

فیض العلوم کے زمانۂ تدریس میں جن طلبہ نے آپ کے پاس حفظ مکمل کیا اور جن حافظوں نے آپ سے ابتدائی عربی کتب پڑھ کر بڑے مدارس سے فراغت حاصل کی اُن کی تعداد اچھی خاصی ہے، خود سبیل الفلاح سے اُن کی وفات سے قبل حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے والوں کی تعداد 350 ہے، ان حفاظ کے علاوہ اڈیشا کے جن بچوں کو انہوں نے مسلسل جد وجہد اور کوشش سے تعلیم میں مشغول کیا تھا اور ان میں سے جو حافظ بن گئے وہ الگ ہیں، بہ ہر حال برادرِ محترم کی تعلیمی وتدریسی کاوشوں کوششوں کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بہت پھل عطا کئے جو زندگی میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دین کی خدمات کا سبب اور پس از مرگ ذخیرۂ آخرت وصدقہ جاریہ ہیں، انشاء اللہ۔

برادرِ محترم کی علمی صلاحیت بہت پختہ تھی، فراغت کے بعد کئی برس تک وہ قرآن کی تحفیظ ہی میں مشغول

تھے، درسیات کا موقع نہیں ملا تھا، جب کئی برس بعد ابتدائی درجات میں تدریس کا موقعہ ملا تو ماشاء اللہ طلبہ کو بہت معیاری و مستحکم تعلیم دی، پھر یہ سلسلہ بھی موقوف ہوگیا، جب اشرف العلوم میں شعبۂ عالمیت کا آغاز ہوا تو جب بھی کسی اہم کتاب کے لئے مناسب استاذ فراہم نہ ہوسکا تو برادرِ محترم کو زحمت دی گئی، وہ یہ تو کہتے تھے کہ بھئی بہت عرصہ ہوا اِن کتابوں کو پڑھے ہوئے مگر جب پڑھانا شروع کرتے تو اندازہ ہوتا تھا کہ ماشاء اللہ استحضار ہے اور طلبہ مطمئن ہوتے تھے، اخیر دنوں میں مدرسہ سبیل الفلاح میں بھی درسیات کے آغاز کے لئے متفکر تھے،طلبہ کے ایک بیاچ کو تیار بھی کیا تھا اور ابتداء تا انتہاء اپنی زیر نگرانی پڑھوا کر مرض الوفات میں اُن کا داخلہ دورۂ حدیث کے لئے اشرف العلوم میں خود کروایا تھا، جو الحمدللہ استقامت سے پڑھ رہے ہیں۔

برادرِ محترم بہ حیثیت امام وخطیب

برادرِ محترم نے حفظ کی تعلیم اگر چہ مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں حاصل کی لیکن تکمیل اشرف المدارس ہردوئی میں ہوئی، ہردوئی کے لئے طلبہ شوال میں عید کے فوراً بعد روانہ ہوتے تھے پھر شعبان ہی میں واپسی ہوتی تھی، چناں چہ برادرِ محترم تکمیل حفظ کے بعد جب رمضان کی تعطیلات میں گھر آئے تو والد ماجدؒ نے تراویح میں کلام اللہ سنانے کا انتظام ایک نگران کے ساتھ کیا،نگران سے روز کا روز رپورٹ لیتے تھے کہ یاد اور تجوید میں کوئی کمی تو نہیں رہی، پھر ہر سال کا یہی معمول تھا کہ شہر کی کسی نہ کسی مسجد میں اُن سے تراویح میں کلام مجید سُنواتے تھے، یہ سلسلہ فراغت کے بعد بھی قائم رہا بل کہ پوری عمر قائم رہا،اسی سال رمضان میں جب کہ وہ صاحبِ فراش ہوگئے تھے صحت قیاماً فرائض ادا کرنے کی بھی متحمل نہیں تھی تو تراویح پڑھانا کیا ممکن تھا؟ جب رمضان شریف شروع ہوا تو بہت روئے اور فرمایا کہ حافظ بننے کے بعد سے کسی بھی سال میں نے ناغہ نہیں کیا تھا یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں رمضان میں قرآن سنا نہیں پا رہا ہوں۔

بعض مرتبہ لوگوں کے تقاضے پر شہر کے باہر بھی والد ماجدؒ نے انہیں تراویح کے لئے بھیجا ایک یا دو سال ضلع وقارآباد میں واقع ٹی بی ہاسپٹل اننت گیری کی مسجد میں تراویح کے لئے بھیجے گئے تھے، وہاں کے کارکنان سے اچھے تعلقات قائم ہوئے، وہ لوگ بھی برادرِ محترم کے اخلاق اور اندازِ تلاوتِ قرآن سے بہت متأثر ہوئے تو ان حضرات کا ذہن بنا کر اُن کے بچوں کی تشکیل کی، آٹھ دس بچوں کو لاکر فیض العلوم میں داخلہ دلوایا، ایک آدھ کو چھوڑ کر سبھی نہ صرف حافظ قرآن بنے بل کہ ان میں کے اکثر عالم ومفتی بھی بنے، اب ماشاء اللہ وہ سب دینی خدمات سے وابستہ ہیں۔ فللہ الحمد علی توفیقہ

فراغت کے بعد دعوۃ الحق سے تو تبادلے ہوتے ہی رہے اور جہاں گئے وہاں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ حیدر آباد سے سو کیلومیٹر دور واقع قصبہ کاماریڈی میں بھی کچھ دن امامت وخطابت کے لئے جانا ہوا، ہوا یہ تھا کہ وہاں کے اہل بدعت نے اسٹیشن کی مسجد میں ایک غالی بدعتی امام کو حیدر آباد سے لاکر رکھا، جس نے چند ہی دنوں میں سیدھے سادے مسلمانوں کے اندر تعصب و تحزّب کا بازار گرم کرتے ہوئے وہاں کے ماحول کو خراب کر دیا، جماعت کے کاموں کو بند کرانا شروع کیا، مقامی اہل حق اور جماعت کے احباب فکر مند ہوئے، جامع مسجد میں جو تبلیغ کا مرکز بھی تھا ایک اچھے عالم اور خطیب کو رکھنا طئے پایا، اس سلسلے میں تقاضا برادرِ محترم تک بھی پہنچا، حالاں کہ اس امام نے وہاں حالات کشیدہ کر رکھے تھے اور جاہلوں کو شہ دے کر فتنہ انگیزی کرواتا رہتا تھا، برادرِ محترم نے وہاں جانے کی حامی بھر لی اور گئے، مسجد کے حجرے میں تنہا رہتے تھے اور محراب و منبر سے حق کی صدا لگاتے اور محلے کے نوجوانوں کو دینی تعلیم دیتے رہتے تھے، دونوں خطیبوں میں خوب ٹھن گئی تھی مگر برادرِ محترم پیچھے نہیں ہٹے، دھمکیاں دی گئیں بہت ڈرایا گیا مگر وہ کوہِ استقامت بنے رہے، جامع مسجد کے نوجوان بھی اُن کے خلوص و محبت سے متأثر ہو کر پشت پناہی کرتے رہے، بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ بدعتی خطیب کو حیدر آباد واپس ہو جانا پڑا، پھر حیدر آباد میں بھی ایک مسجد کی خطابت سے کورٹ کے آڈر کے ذریعے ہٹنا پڑا، اب تو نام و نشان بھی کھو بیٹھا معلوم ہوا تھا بیرون ملک چلے گئے۔

کاماریڈی میں جب تک رہے برادرِ محترم نے ایک اچھا ماحول بنایا، نوجوانوں کو بزرگوں کو سب ہی کو اپنے سے مانوس رکھا، خود جامع مسجد میں بعض بدعتیں پہلے سے رائج چلی آرہی تھیں حکمتِ عمل سے ان کو بھی ختم کر کے مسنون نظام قائم کیا، جمعہ کی نماز کے بعد دو دعاؤں کا معمول تھا، اس کو ختم کرنا ذرا مشکل تھا، تائیدِ الٰہی مخلص و فکر مند بندوں کی ضرور مدد کرتی ہے، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جون پوری رحمہ اللہ کو لے کر مولانا منیر احمد صاحب کالینا مدظلہ کسی علاقے میں مدرسے کے قیام کے لئے جارہے تھے، دورانِ سفر نماز کے لئے کاماریڈی کی جامع مسجد پہنچ گئے، برادرِ محترم ان کے مقام و مرتبے سے واقف تھے اصرار کر کے چاء پانی کے لئے روک لیا اور اپنے حجرے میں بٹھا کر چند مصلیوں کو جوڑ لیا، حضرتؒ کو دیکھ کر سب لوگ مرعوب و مسرور ہوئے، برادرِ محترم نے انہیں بتلایا کہ بہت بڑے اللہ والے اور شیخ الحدیثؒ کے خلیفہ ہیں، لوگ بہت عقیدت سے بیٹھے ہوئے تھے، برادرِ محترم نے حضرتؒ سے ان کے سامنے سوال کیا کہ حضرت! یہ جمعہ کے بعد دعاءِ ثانی کا کیا حکم ہے؟ یہاں لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں، حضرتؒ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا بھائی مولی صاحب! ہم ابھی تک دعائے اوّل ہی کو ثابت نہ کر سکے یہ دعائے ثانی کہاں سے لے آئے؟ بس! پوچھنے والے نے کس فکر و

اخلاص سے پوچھا تھا اور بتانے والے نے کس زبانِ صدق اور قلب صاف سے بتایا تھا کہ حاضرین کے دل میں بات اُتر گئی اور اسی وقت سے یہ سلسلہ مسجد میں ختم ہو گیا، واقعی اکثر عوام بھولی ہوتی ہے اُنہیں حکمت و محبت سے دین سکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک لطیفہ

ایک دفعہ برادرِ محترم سے ملنے کے لئے وہاں گیا تو فرمانے لگے میاں! یہاں کے عوام بھی بڑے عجیب اور بہت بھولے لوگ ہیں، کل ابر بہت تھا، میں عصر کے لئے نیند سے بیدار ہوا، تیاری کر کے جب مصلے پر پہنچا تو موسم کے اثر سے مغرب کا وقت سمجھ بیٹھا اور مغرب پڑھا دیا، عصر کے بعد لوگ میرے ساتھ کمرے میں بیٹھتے تھے، حسبِ معمول وہ لوگ آ کر بیٹھے اور چاء پانی کا سلسلہ چلا تو مجھے احساس ہوا کہ یہ تو عصر کا وقت تھا، لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بھی کہا کہ عصر ہی کی نماز تھی، جب برادرِ محترم نے تعجب سے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے لقمہ کیوں نہیں دیا؟ یا کم از کم سلام پھیرنے کے بعد کیوں نہیں بتلایا؟ ان لوگوں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا کہ ہم سمجھے کے آج کی عصر ایسی ہی ہو گی، اللہ اکبر! یہ عوام بھی بڑی عجیب چیز ہے، مخالفت پر اتر آئی تو مسلمان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتی اور عقیدت و احترام دکھاتی ہے تو فرشتہ ماننے کے لئے بھی تیار ہو جاتی ہے۔

بہ ہر حال برادرِ محترم کی تاریخِ امامت و خطابت میں کاماریڈی کی جامع مسجد کی خطابت بھی یاد رکھی جائے گی، پُرانے لوگ اب بھی یاد کرتے ہیں، جب وہ فتّین خطیب چلا گیا تو برادرِ محترم نے واپسی کا ارادہ کر لیا، لوگ بہ خوشی راضی تو نہ ہوئے لیکن دوسرا انتظام ہونے کے بعد بڑے جوش و خروش اور ممنونیت کے جذبات کے ساتھ کاروں کے قافلے میں لا کر چھوڑ گئے۔

برادرِ محترم میں دین کی باتوں کو عام فہم انداز میں پیش کرنے کا سلیقہ بہت تھا، ان کی خطابت میں دو باتیں اہم تھیں، احقاقِ حق میں کوئی رعایت تھی نہ کسی کا خوف، دوسرے اپنی بات کو حکمت اور حلم سے پیش کرنے کی مہارت! الحمد للہ اسی وجہ سے جمعے میں بھی دو دو جگہ خطابت کرتے تھے، پہلے فیض العلوم کی مسجد النور کے ساتھ مسجد قبا میں بیان ہوتا تھا، پھر مسجد النور اور مسجد عثمانیہ میں قبل جمعہ بیان کرتے تھے، درمیان میں مستقل مسجد عثمانیہ کی خطابت اختیار کر لی تھی، اِدھر آخری دنوں میں مسجد عثمانیہ میں بیان کر کے مسجد محی السنہؒ میں بھی بیان کرنے لگے تھے، اُن کی نظر میں مجاہدہ کوئی چیز نہ تھا، ضرورت سمجھ میں آ جانا کافی تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ جہاں جہاں انہوں نے امامت کی، خطابت کی، تراویح سنائی اللہ پاک نے وہاں وہاں ایک اچھا ماحول بنایا اور قدر دانوں کی جماعت تیار ہوئی، اللہ پاک اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین

برادرِ محترم بہ حیثیت مقرر و مبلغ

یہ تو تھا مسجد کے محراب و منبر سے خطابت کا ذکر، عمومی اعتبار سے بھی بہ حیثیت مبلغ و مقرران کا اونچا مقام تھا، وہ اچھے خطیب تھے، ہر عنوان پر بولتے تھے اور مستند و مدلل انداز میں گفتگو کرتے تھے، امر بالمعروف نہی عن المنکران کا وظیفۂ حیات تھا، خاص طور سے حضرت محی السنہؒ سے تلمذ وارادت کا خاص تعلق ہونے کی وجہ سے منکرات ومحرمات کو بالکل برداشت نہیں کرتے تھے، اپنی خطابت کو انہوں نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ہی استعمال کیا، اہل السنت والجماعت کے مسلک اور اکابر دیوبند کے مشرب کا بھرپور خیال رکھتے تھے، ان کا مزاج مظاہری تھا مگر اندازِ خطابت قاسمی تھا، بیان میں لب ولہجہ ان کے استاذ حضرت مولانا سلمان صاحب سابق ناظم مظاہر علوم کا سا تھا، جگہ جگہ سے بُلائے جاتے تھے اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب فرماتے تھے، مختلف ریاستوں میں اور بڑے بڑے دینی پروگراموں میں برادرِ محترم شریک رہتے بصیرت افروز خطاب فرماتے تھے۔ تفہیم کا اللہ تعالیٰ نے بہت سلیقہ عطا فرمایا تھا، عام فہم انداز میں گفتگو کرتے اس طور پر کہ سامعین کے ہر طبقے کو بات سمجھ میں آجائے، لیکن احقاقِ حق میں مداہنت کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے، کُھل کر عقائدِ اسلام اور مواقف اہل السنۃ والجماعت کو بیان کرتے تھے۔

برادرِ محترم بہ حیثیت مفتی

جس زمانے میں ان کی فراغت ہوئی تھی حیدرآباد میں مفتی بہت کم تھے، برادرِ محترم نے چوں کہ باقاعدہ افتاء کی تکمیل کی تھی، واپسی کے بعد مفتی صاحب کے نام ہی سے مشہور ہوئے، مدرسے میں بھی اکثر حفاظ ہی تھے عالم ومفتی کم تھے یا غالباً کوئی نہ تھا، اس لئے اطراف واکناف کے لوگ جب مدرسہ رجوع ہوتے تو انہی کی طرف رجوع کر دیا جاتا تھا، برادرِ محترم کو ماشاء اللہ علم مستحضر تھا اور مسئلے مسائل ذہن نشین تھے، کتب فقہ وفتاویٰ کا مطالعہ بھی رکھتے تھے، مسئلہ تب تک نہیں بتاتے تھے جب تک کہ انہیں اطمینان کامل نہ ہوتا، بعض اوقات وقت لے کر تحقیق کر لیتے اس کے بعد بتاتے تھے، حوادث ونوازل میں دیگر مفتیانِ کرام سے رجوع کرتے اور اچھی طرح سمجھ کر دوسروں کو بتلاتے تھے، بعض مسائل میں معاصر کے توسُّع سے متأثر نہیں ہوتے تھے، اکابر کے مختار اقوال ہی پر قائم رہتے تھے، البتہ جہاں ملت کے حق میں سہولت کی بات ہوتی وہاں متعدد علماء سے تبادلۂ خیال اور اطمینان کے بعد رجوع بھی کر لیتے تھے، اختلافی مسائل میں جمہور اہل سنت کے موقف کی تقریری وتحریری تبلیغ کی طرف خاص توجہ تھی۔

شروع میں بدعات ورسومات سے مقابلہ تھا، بعد میں غیر مقلدین نے سعودی عربیہ میں رسوخ پانے کے بعد ہندو پاک میں بہت زور دکھانا شروع کیا تھا، آندھرا پردیش تو مختلف وجوہ سے کچھ زیادہ ہی متأثر ہو رہا تھا، دیگر علماء کی طرح برادرِ محترم بھی اس سلسلے میں بہت متفکر تھے، انہوں نے ہر عنوان پر مدلل و مفصل مواد اکھٹا کر کے بہ جائے رسائل کے چارٹس کی شکل میں مرتب فرمایا اور اپنے مدرسے سے چھپوا کر علاقوں علاقوں کی مسجدوں میں آویزاں کروایا، جس کا بہت نفع سامنے آیا اور غیر مقلدین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہونے میں مدد ملی، جو علماء پریشان تھے ان کو بھی یہ مواد بہت کام آیا۔

مسجد عثمانیہ لکڑ کورٹ میں مدرسے کے قیام کے بعد زیادہ وقت وہیں گذرتا تھا، ایک چھوٹا سا تنگ و تاریک حجرہ ان کا دفتر قیام گاہ سب کچھ تھا مگر فیض کے اعتبار سے ایک بڑے ادارے سے کم نہ تھا، مختلف مسائل کو لے کر لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہتا تھا، بعض دفعہ تو ان سے ملنے جانے والا انہی آنے والوں کے مسائل سُن سُن کر واپس ہو جاتا تھا، پھر اسی جگہ انہوں نے محکمۂ شرعیّہ کا قیام عمل میں لایا، بل کہ خود بہ خود عمل میں آ گیا، روزانہ مسائل پوچھنے والوں کے علاوہ قضایا اور مقدمات لے کر آنے والے آتے رہتے تھے، جس کے لئے برادرِ محترم اچھا خاصا وقت دیتے تھے، فریقین کو طلب کر کے افہام و تفہیم کرتے، اکثر مصالحت ہی کے ذریعہ معاملات ختم ہو جاتے تھے، تجربات اتنے ہو گئے تھے کہ فصل خصومات کے لئے ان کا ذہن وجہ نزاع تک بہ آسانی پہنچ جاتا تھا، جلد ہی جڑ پکڑ کر حکمتِ عملی سے قصوروار کو مائل کرتے اور معاملے کو سلجھا دیتے تھے، اس کی مثالیں خود متاثرہ لوگوں سے اتنی سنی ہیں کہ ان کا احاطہ تو کیا چند مثالیں لکھنا بھی اس مختصر تذکرے میں مشکل ہے، کتنے ہی گھر اُجڑنے سے بچ گئے، کتنے ہی رشتے ٹوٹنے سے رہ گئے، خون خرابے تک کی نوبت جن نزاعات میں پیش آ گئی تھی اُن میں بفضلہٖ تعالیٰ برادرِ محترم کی حکمتِ عملی سے فریقین شیر و شکر ہو گئے۔

یہ سارے کام للہ تھے، اکثر راتوں میں انہی قصوں میں تاخیر ہو جاتی تو گھر نہ جا سکتے تھے، اسی کمرے میں حبس و تنگی کے اندر ایک بنچ پر پڑ جاتے تھے، کھانے کا انتظام ہوا تو کھا لیا ورنہ کبھی بسکٹ وغیرہ کھا لیتے، کبھی ساتھ رہنے والے بتاتے ہیں کہ ویسے ہی سو جاتے تھے؛ اس سلسلے میں بعض مرتبہ کئی کئی مرتبہ بیٹھک ہوتی، بعض مرتبہ عورتوں مردوں سے بدزبانی اور بدتمیزی کا سامنا بھی ہوتا، جیسا کہ نزاعات کے موقع پر ہوا کرتا ہے مگر برادرِ محترم ان باتوں اور سخت کلامیوں کا ذرہ برابر اثر نہ لیتے، پوری کوشش کرتے کہ کسی طرح ان لوگوں کے درمیان صلح صفائی ہو جائے، مرض الوفات میں تک ایک زیر تکمیل مقدمہ وراثت کے سلسلے میں گھر پر بیٹھک رکھی اور وقتی حل نکال کر مستقل حل تک امن سے رہنے کا پابند کر کے رخصت کیا۔

ان کاموں کے لئے مفتی لقمان صاحب زید رشدہٗ کو مستقل طور پر ساتھ رکھا ہوا تھا مگر دفتریت کی کمی کی وجہ سے اب ہمارے سامنے کوئی ریکارڈ نہیں ہے کہ طویل عرصے سے جاری اس خدمت میں انہوں نے کتنے مقدمات درج کئے اور کتنی مصالحتیں اور فیصلے سرانجام پائے لیکن جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اس کی روشنی میں یہ سینکڑوں سے متجاوز ہوسکتے ہیں۔ والعلم عنداللہ

تعداد سے صرف نظر دیکھنے اور سیکھنے کی جو چیز ہے وہ برادرِ محترم کا سوز دروں، امت کے تئیں احساس وایثار اور خود تکلیفیں اُٹھا کر دوسروں کو خوش دیکھنے کا جذبہ ہے جوان کی زندگی کی مصروفیات میں علانیہ طور پر دیکھا جاسکتا تھا، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

برادرِ محترم بہ حیثیت ناظم

برادرِ محترم نے مدرسہ فیض العلوم میں حضرت محی السنہؒ کے نائب ناظم کی حیثیت سے کام کیا، نظم ونسق کا سلیقہ انہی سے سیکھا اور اپنے والد ماجدؒ کے تجربات سے بھی کافی فائدہ اُٹھایا، پھر جب انہوں نے مدرسہ سبیل الفلاح کی بناڈالی تو اگرچہ وہ بستی کی ضرورت کے تحت مسجد کے صحن میں آغاز ہوا تھا اور برادرِ محترم نے ہی اس کی بنا رکھی تھی مگر ضرورت کے مطابق اس میں ترقی ہوتی رہی، درمیان میں اس کا دعوۃ الحق سے الحاق ہوگیا تھا، جس کے ناظمِ اعلیٰ حضرت محی السنہؒ تھے تو حضرت نے انہی کو نائب ناظم تجویز کیا، کوئی گیارہ برس تک یہ مدرسہ اسی طرح مجلس دعوۃ الحق کے ماتحت کام کرتا رہا، پھر عوارضِ مقامی کے تحت الحاق کا خاتمہ ہوگیا، بانی تو اس مدرسے کے برادرِ محترم ہی تھے، ۲۰۰۸ء کے بعد سے ناظم بھی وہی قرار پائے، اس مدرسے کے نظم ونسق اور ترقی وتوسیع کے سلسلے میں انہوں نے غیر معمولی جدوجہد کی، مدرسہ چھوٹی سی مسجد سے متصل ایک نہایت تنگ عمارت میں قائم تھا، اطراف واکناف میں ہر طرف بازاروں کا سلسلہ تھا، کاروباری شور وشغب اور چہل پہل کے درمیان یکسوئی سے مدرسے کا چلنا دشوار تھا، پھر بھی باقاعدگی سے اگرچہ چل رہا تھا مگر دارالاقامہ کے لئے ناموزونی اور جگہ کی تنگی دونوں کا تجربہ ہورہا تھا، اس لئے انہیں فکر تھی کہ کسی مناسب جگہ شہر ہی میں کشادہ اور پرفضا مقام پر زمین مل جائے تاکہ دارالاقامہ وہاں منتقل کیا جاسکے۔

بنڈلہ گوڑہ کے اس وقت کے غیر آباد و ناقابل التفات علاقے میں بالکل لب سڑک ایک چھوٹی سی مسجد کسی صاحب نے اپنے پلاٹ کے کنارے بنا رکھی تھی، انہیں وہ پلاٹ بیچنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے مسجد کا اتنا حصہ جو نہایت ٹیڑھی میڑھی زمین پر مشتمل تھا علاحدہ کرکے برادرِ محترم کے حوالے کردیا تاکہ آباد رہے، اس مسجد اور اس کی زمین کے سبیلُ الفلاح کے حوالے ہوجانے کے بعد برادرِ محترم نے اس کی مغرب میں واقع

زمین کا کچھ حصہ بہ صرفۂ زرکثیر حاصل کر کے اُسے ایک عظیم الشان مسجد میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنایا تا کہ اسی کے تہہ خانے میں مدرسہ بھی چلایا جاسکے، چناں چہ کچھ طلبہ کو رکھ کراسی وقت وہاں کام شروع کروادیا، مسجد کے شمال میں واقع کھیتی کی زمینیں کوشش کر کے مدرسے کے لئے حاصل کرتے رہے، الحمد للہ دونوں مقاصد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی، مسجد بھی بہت شان دار اور ہمہ منزلہ تعمیر ہوگئی جسے اپنے شیخ ومحسن کے نام سے موسوم کر کے مسجد محی السنہؒ کا نام دیا، سڑک سے متصل چند دوکانیں تعمیر کروائیں، مدرسے کے لئے دارالاقامہ ومتعلقات کی تعمیرات کروائیں، اس طرح اب اس جگہ تقریباً ایک ایکر اراضی پر مشتمل عظیم الشان مدرسہ ومسجد آباد وشاداب ہے، مسجد سے مسلمانوں کی بڑی تعداد فائدہ اُٹھارہی ہے اور مدرسے میں اقامتی وغیر اقامتی تین سو طلبہ مستفید ہورہے ہیں، اس وقت کا ویران یہ علاقہ اب دور دور تک آبادی کے درمیان میں آگیا ہے اور بہت قیمتی ہوگیا۔

برادرِ محترم کا معمول تھا کہ وہ صبح سے عصر تک اسی مدرسے میں قیام کرتے اور یہاں کے انتظامات وتعلیمات کا جائزہ لیتے رہتے، یہاں بھی مسئلے مسائل لے کر آنے والوں کا ایک سلسلہ چل پڑا تھا اُن مسائل کو حل کرتے، شام کو مسجد عثمانیہ چلے جاتے جہاں مدرسہ اولاً قائم ہوا تھا اور ابھی تک غیر اقامتی طور پر چل رہا ہے، یہاں کے مسئلے مسائل جلدی نمٹ گئے تو رات گھر تشریف لے جاکر گھر پر ہی شب باشی کرتے ورنہ جہاں موقع ہوا وہیں آرام کرلیتے، اس طرح سبیلُ الفلاح دو جگہوں میں منقسم ہوکر دونوں جگہ فعال وکارکرد ہے، پیچھے بتا چکا ہوں کہ اس مدرسے سے اب تک 350 بچّے حافظِ قرآن بننے کا شرف حاصل کرچکے ہیں۔

برادرِ محترم کے بعض تلامذہ نے جو ان کی ہی ہدایت پر ایک دیہات میں بچوں کی دینی تعلیم میں مصروف تھے توجہ دلائی کہ فلاں مقام پر کام کی سخت ضرورت ہے، وہاں وہ خود تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ قائم کرنا چاہا مگر وہاں کے مقامی لوگوں نے کام کرنے نہیں دیا، البتہ وہیں کے ایک سمجھ دار بزرگ نے ایک اور جگہ کی نشان دہی کی کہ اگر چاہیں تو وہاں محنت کی جاسکتی ہے، یہ جگہ ''دودیڑہ'' نام کا چھوٹا سا قصبہ ہے مگر لبِ سڑک ہے، یہاں کے ایک زمین دار جناب حیدر صاحب نے کسی تنظیم کو مسجد کے لئے جگہ دی ہوئی تھی، انہوں نے اس مسجد میں مدرسہ منتقل کرنے کی اجازت دے دی، مزید تعاون بھی کرنے کا وعدہ کیا، ابتداءً اس تنظیم سے کچھ رکاوٹیں آئیں لیکن اُن صاحب نے ہی سب مسئلے نمٹ لئے، برادرِ محترم کے زیرِ نگرانی منظم اور مضبوط کام شروع ہوا تو اس سے خوش ہوکر انہوں نے قریب میں ایک غیر مسلم کا مکان خرید کر مدرسے کو دے دیا، پھر اطراف کی زمینیں بھی خریدیں برادرِ محترم نے کسی صاحبِ خیر کے ذریعے وہاں ایک وسیع مسجد تعمیر کروائی، آہستہ آہستہ مدرسہ بھی اچھا

خاصا تعمیر ہوگیا، یہ مدرسہ بھی انہی کے زیر نظامت چلتا رہا اور اب بھی سبیلُ الفلاح ہی کے تحت کام کر رہا ہے، اب تک اس مدرسے سے 85 طلبہ نے حفظ قرآن مکمل کیا ہے۔

اسی طرح حیدرآباد کے مضافات میں حفیظ پیٹ نامی ایک بہت بڑے مسلم محلّے میں مسجد کے لئے وقف تقریباً ایک ایکر زمین کے بارے میں علم ہوا تو برادرِ محترم نے اس کی طرف خصوصی توجّہ دی، وہاں کے بھولے بھالے لوگوں کو اعتماد میں لے کر وہاں ایک عظیم الشان مسجد اور ایک دو منزلہ عمارت مدرسے کے لئے احبابِ خیر کے ذریعے تعمیر کروائی، کوئی تیس سال کی فکروں کے بعد اس میں ایک باقاعدہ مدرسے کا آغاز ہوا لیکن قضائے الٰہی سے لاک ڈاؤن کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ کام محدود پیمانے پر چلایا جاتا رہا، اس مدرسے کی طرف سے بھی برادرِ محترم بہت متفکر رہتے تھے، مرض الوفات میں جب انہیں بتلایا گیا کہ اس جگہ باقاعدہ کام کی صورتیں بن رہی ہیں تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا تھا، الحمد للہ ان کے انتقال کے بعد حفیظ پیٹ کی اس شاخ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی، بفضلہٖ تعالیٰ ۸۰ ؍طلبہ کا داخلہ ہو چکا ہے، چار معلمین باقاعدہ طور پر ان بچوں کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔ فللہ الحمد اولا و اٰخرا

یہ چار مدارس تو باقاعدہ برادرِ محترم کے زیر نظامت و نگرانی چلتے رہے ان کے علاوہ ایسے کئی مدارس ہیں جو اُن کے صلاح و مشورہ اور سرپرستی میں مختلف مقامات پر کام کر رہے ہیں، بعض وہ ہیں جو ان کی فکروں اور توجہ دہانیوں سے اُن کے تلامذہ قائم کر کے چلا رہے ہیں، حق تعالیٰ سب اداروں کو اُن کے لئے صدقۂ جاریہ اور ثواب آخرت کا ذریعہ بنائے۔

اس کے علاوہ وہ ہمارے ادارہ اشرف العلوم کے بھی سرپرستِ اعلیٰ تھے، تمام میٹنگوں میں تشریف لاتے تھے اور اپنے زریں مشوروں اور پختہ تجربات کی روشنی میں صحیح راہ نمائی فرماتے تھے، الحمد للہ اہم مسائل اور مشکل مواقع میں ان کی راہ نمائی و سرپرستی نے ادارے کی ترقی و استحکام میں بھرپور مدد کی ہے، جلسوں پروگراموں کی زینت ہوتے اور نہایت خیر خواہی کا معاملہ فرماتے تھے، فجزاھم اللہ عنا احسن الجزاء

برادرِ محترم اور جمعیۃ الحفاظ

اب بہت سے نو فارغ علماء و حفاظ کے علم میں بھی نہ ہوگا کہ کسی زمانے میں جب حیدرآباد میں حفاظ و علماء کی بہت قلت تھی، مدارس بھی بہت کم تھے، مساجد میں غلبہ اہل بدعت کا تھا، مساجد میں تراویح کے لئے یوپی بہار سے حفاظ بلائے جاتے تھے، مسجد افضل گنج کے امام حافظ غفور الحق صاحب بہت جید حافظ قرآن تھے، ان کی زیر

صدارت ایک انجمن حفاظ قائم تھی، بیرون سے آنے والے حفاظ اس انجمن سے رجوع ہوتے وہی حضرات انہیں علاقوں میں بھیجتے تھے، برادرِ محترم اوران کے ہم عمر وہم عصر حفاظ نے مل کر اہل حق حفاظ کے لئے ایک پلاٹ فارم بنانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ''جمعیۃ الحفاظ'' کا قیام عمل میں لایا تھا، جس کے ذریعہ ہم مسلک حفاظ کی تنظیم اوراُن کے قرآن سنانے کے لئے مساجد کا نظم کیا جاتا تھا، ماشاء اللہ اچھی خاصی تعداد حفاظ کی اس سے جڑ گئی تھی، یہ حضرات خواہش مند مساجد میں سہ شبی شبینہ کا بھی انتظام کرتے اور جید حفاظ اس میں حصہ لیتے تھے، جب تک علاقے کے نو قائم مدارس ثمر آور نہیں ہوگئے اوراس کی برکت سے دکن کے تمام علاقوں میں حفاظ کی ایک بڑی تعداد وجود میں نہ آگئی یہ جمعیۃ الحفاظ حفاظ کے لئے اور مساجد کے ذمہ داروں کے لئے بہت مؤثر تنظیم ثابت ہوتی رہی، پھر الحمد للہ مدارس دینیہ نے وہ فیض پہونچایا کہ دیکھتے دیکھتے پورے علاقے میں مسجدوں کی تعداد سے کہیں زیادہ حفاظ ہوگئے، مجھے اب تحقیق نہیں کہ اس کی بنیاد انہوں نے ہی رکھی تھی یا وہ اساسی ممبران میں سے تھے البتہ بعض قدیم تلامذہ جوان کے ساتھ زیادہ رہے ہیں وہ انہی کو اس جمعیت کا بانی کہہ رہے ہیں، واللہ اعلم! لیکن اتنا تو مجھے بھی محفوظ ہے کہ وہ اس تنظیم کے سرگرم اور بنیادی کردار کے حامل تھے۔

برادرِ محترم اور مجلس علمیہ

مجلس علمیہ آندھرا پردیش علماء دکن کی ایک قدیم اور نہایت باوقار تنظیم ہے،اس کے مؤسسین نے مخالف ماحول میں احقاقِ حق کرنے والے معدودے چند علماء دیو بند کی یک جہتی واستحکام کی غرض سے اس کی تشکیل عمل میں لائی تھی، برادرِ محترم ؒ نے بھی فراغت کے بعد اس میں حصہ لیا، تاحیات اس کے رُکنِ عاملہ رہے، تمام پروگراموں اور مشوروں میں اہتمام سے شریک رہتے اوراپنے مفید مشوروں سے تعاون فرماتے تھے، ان کا مزاج یہ تھا کہ وہ اپنی رائے کو پوری قوت سے پیش کرتے تھے مگر جب کوئی بات طئے ہوجاتی تو جمہور کی رائے سے اختلاف کے باوجود اسے قبول کرلیتے ،کام کو متأثر ہونے اور اختلاف کو انتشار کا سبب بننے کبھی نہیں دیتے تھے۔

برادرِ محترم بہ حیثیت ناظم دعوۃ الحق

برادرِ محترم ومکرم علیہ الرحمہ حرکیاتی شخصیت کے مالک تھے، امت کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا ان کا مزاج تھا، محض مدرس قسم کے آدمی نہ تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت محی السنہؒ کو نہی عن المنکر کے سلسلے میں کام کی بہت فکر ہے اور بہت ہی درد وکڑھن کے ساتھ اس بات کی طرف علماء، عوام سب ہی کی توجہ مبذول کرواتے رہتے ہیں کہ ملک میں معروفات کی اشاعت کے لئے انفرادی واجتماعی طور پر خوب کام ہو رہا ہے مگر منکرات کے

ازالے کے سلسلے میں جیسی جد و جہد ہونی چاہیئے تھی ہو نہیں پا رہی ہے حالاں کہ قرآن و سنت میں دونوں کاموں کو ہر جگہ جوڑ کر بیان کیا گیا ہے اور دونوں کی یکساں اہمیت بتلائی گئی ہے، وہ فرماتے تھے کہ آج امت جن مصائب ومشکلات کی شکار ہے اس کا سبب منکرات و معاصی کا شیوع ہے، اسی لئے وہ چاہتے تھے کہ ہر جگہ مجلس دعوۃ الحق کا قیام عمل میں لا کر اور من حیث الجماعت ازالۂ منکرات کی فکر لی جائے۔

حضرت محی السنہؒ کی اسی فکر و کڑھن کو دیکھ کر برادرِ محترم نے حیدر آباد میں ''مقامی مجلس دعوۃ الحق'' کے احیاء کی فکر فرمائی، قائم تو پہلے ہی ہو چکی تھی مگر جو حضرات اس کے ذمے دار بنائے گئے تھے انہوں نے چند اصلاحی ورقیوں کی اشاعت کے بعد کچھ زیادہ کام نہیں کیا تھا، غالباً انہیں افرادِ کار مُیسر نہیں آئے تھے، شروع میں حضرت علیم الدین ہاشمیؒ اس کے ناظم تھے، بعد میں خود برادرِ محترم کو حضرت محی السنہؒ نے مقامی مجلس کا ناظم تجویز فرمایا تھا، الحمدللہ ان دنوں کافی سرگرمی سے مجلس کے کاموں کو پھیلایا گیا، مختلف شکلوں سے کام ہوتا رہا، انہوں نے اپنے نو فارغ تلامذہ کو اس کی افادیت بتلا کر کام کرنے کے لئے آمادہ کیا، شادی بیاہ کے سلسلے میں جہاں ممکن ہوا انفرادی ملاقاتیں کر کے منکراتِ نکاح کے سلسلے میں بات کی جاتی اور مسنون نکاح کی ترغیب دی جاتی تھی، چناں چہ کئی نوجوانوں نے اپنے نکاحوں میں ممکن حد تک رسومات سے اجتناب کیا، نظام دعوۃ الحق کی روشنی میں ایک روزہ جماعتوں کا سلسلہ چلا، کئی دیہاتوں میں جانا ہوا جہاں کے بچوں بڑوں کو جوڑ کر کلمہ و نماز کی تصحیح کرائی جاتی رہی، حج کی ترغیب کی مہم چلائی گئی جس سے الحمدللہ بہت نفع ہوا، مستورات کے اجتماعات منعقد کئے جاتے، مال داروں سے انفرادی ملاقات کر کے حج کی فرضیت اور اس میں تاخیر کے نقصانات سے آگاہ کرایا جاتا جس سے متأثر ہو کر کئی لوگوں نے حج کا ارادہ کیا، پابندی سے مشاورتی اجلاس بھی ہوتے تھے جن میں حالات کا جائزہ اور پیش رفت کی تجاویز پاس کی جاتی تھیں، بعد میں ایسا ہوا کہ برادرِ محترم اور بعض رفقاء کار کے منہج فکر میں ٹکراؤ ہونے لگا، برادرِ محترم یہ سمجھتے تھے کہ حضرت کا منشاء نہی عن المنکر کا کام ہے، علاقے اور حالات کی روشنی میں حسبِ ضرورت کام کی توسیع و ترقی ہونی چاہیئے، کام کر کے ان کے ثمرات سے مطلع کیا جائے تو حضرت والا خوش ہوتے اور دعائیں دیتے ہیں جیسا کہ بعض اور جگہوں کے مزاج شناس لوگ کر رہے تھے، لیکن بعض رفقاء کا خیال تھا کہ مخصوص و محدود دائرے سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے، جیسے حدیث فہمی کا اختلاف دو الگ رائیوں کو وجود میں لاتا ہے اسی طرح حضرت کے مزاج شناسی کا اختلاف کام کرنے والوں کو دو الگ نتائج پر پہنچا رہا تھا، بالآخر برادرِ محترم نے اس کو بہتر سمجھا کہ وہ مقامی مجلس دعوۃ الحق کی نظامت سے سبک دوش ہو جائیں، چناں چہ انہوں نے ۔۔۔کو نظامت سے یہ کہتے ہوئے استعفیٰ پیش کر دیا کہ جو بھی ناظم تجویز ہو گا اس سے تعاون کرتا رہوں گا، چناں چہ

۔۔۔۔۔کو حضرتؒ کا حکم صادر ہوا کہ استعفیٰ منظور کیا جاتا ہے اور نظامت کا چارج مولانا احمد عبید الرحمٰن اطہر صاحب کو دے دیا جائے۔ دعوۃ الحق کے پلاٹ فارم سے عزائم کے باوجود کچھ زیادہ کام نہ کر سکنے کا انہیں احساس رہا، شہر کے بدلتے ہوئے حالات، سیاسی انقلابات اور مذہبی اختلافات کا تقاضہ تھا کہ کوئی منظم کام کیا جائے اور اس کے لئے کسی مضبوط پلاٹ فارم کی ضرورت تھی، برادرِ محترم نے اب اپنی محنتوں کے واسطے جمعیۃ علما کا انتخاب کرلیا، یوں رسماً تو پہلے سے شریک تھے مگر عملاً زیادہ دل چسپی اب لینا شروع کی۔

صدر جمعیۃ علماء حیدرآباد

برادرِ محترم و مکرم کو پڑھنے کے زمانے ہی سے جمعیۃ علماء سے لگاؤ تھا، حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے بھی متأثر تھے، لیکن محی السنہؒ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق رحمہ اللہ خاندانی بزرگ تھے اور ہم لوگوں کے لئے کالاب الشفیق تھے حتیٰ کہ والدین کے لئے بھی ان کا یہی مقام تھا برادر محترم نے انہی کے زیر نگرانی وسرپرستی علم کی منزلیں طئے کی تھیں اور انہیں سے تصوف وسلوک کے مقامات طئے کر رہے تھے، اس لئے فطری طور پر فراغت کے بعد انہی کی نگرانی میں عملی زندگی شروع کی، دعوۃ الحق سے وابستہ ہو گئے، حسبِ ہدایت وحکم مدارس دعوۃ الحق میں مختلف مقامات پر تدریسی وانتظامی خدمات انجام دیتے رہے، جیسا کہ عرض کیا گیا شہر حیدرآباد میں مقامی مجلس دعوۃ الحق کے قیام اور اس میں حرکت پیدا کرنے میں اُن کا بڑا دخل رہا، مگر چوں کہ مجلس دعوۃ الحق کے مقاصد محدود اور طریق مخصوص تھا اور برادرِ محترمؒ کا مزاج قائدانہ تھا اور ملت کے تئیں مختلف حیثیتوں سے کچھ بل کہ بہت کچھ کرنے کا مضبوط حوصلہ اور پختہ عزم رکھتے تھے، علاقے میں ملت کے مسائل کے حل اور اس کی صحیح خدمت کے واسطے کسی وسیع البنیاد پلاٹ فارم کی ضرورت تھی، وہ سمجھتے تھے کہ اس کے لئے جمعیۃ علماء سے بہتر کوئی پلاٹ فارم نہیں ہوسکتا۔

ریاست میں مجلس علمیہ ہی کے اکابر جمعیۃ علماء کے سرپرست تھے، ان حضرات کے ساتھ انہیں تقرب حاصل تھا، انہوں نے جمعیۃ علماء کو قریب سے دیکھا اور اچھی طرح سمجھا تھا، کسی وجہ سے ریاستی جمعیۃ علماء کا حیدرآباد میں زیادہ اثر نہ تھا، حیدرآباد کا فکری میدان بھی ذرا تعصب کا شکار تھا، علماء کی تعداد بڑھتی جارہی تھی مگر جمعیۃ کی طرف ان کا رجحان زیادہ نہ تھا، برادرِ محترم حیدرآباد کے فکری ماحول میں تبدیلی اور ملیّ شعور بیداری کے لئے کچھ کرنا چاہتے اور نہایت پُرعزم تھے، جمعیۃ علماء کے ٹائٹل ہی کو اس کا بہترین ذریعہ اور مؤثر وسیلہ مانتے تھے مگر انہیں ریاستی جمعیۃ کے طریق کار سے پوری طرح اتفاق نہ تھا، یہ بات نہیں کہ کچھ شخصی رنجش تھی، ریاستی صدر محترم حافظ پیر شبیر احمد صاحب مدظلہ سے بچپن سے تعلق تھا، ان کا احترام ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے وہ بھی والد ماجدؒ

کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے استاد زادہ ہی سمجھتے اور محبت و بے تکلفی سے پیش آتے تھے، خلجان وشکایت صرف طریقۂ کار میں تھی جو کہ حق پسند علماء کا شیوہ اور ہمارے اکابر کی پہچان رہی ہے۔

مختصر یہ کہ وہ اسی وجہ سے جمعیت کی عملی سرگرمیوں میں زیادہ دخیل ہونے سے تھوڑا محتاط ہی رہتے تھے، مشوروں اور پروگراموں میں شرکت پر اکتفاء تھا، لگاؤ برابر تھا اسی لئے شریک ضرور ہوتے تھے، جو بات اُن کی سمجھ میں آتی بھرپور تائید واتفاق کرتے اور جس بات میں اُنہیں خلجان ہوتا جرأت کے ساتھ اظہار واعتراف کرتے تھے، اس معاملے میں کسی سے مرعوب ہونا ان کا مزاج نہ تھا، ہاں! جب اور لوگ متفق ہوجاتے اور کوئی بات طئے ہوجاتی تو باوجود اختلاف کے سکوت وتحمل اختیار کرتے تھے مقابلہ کبھی نہ کرتے تھے، جس بات سے اصول کی روشنی میں انہیں اختلاف ہوتا ضرورت پر اگرچہ اجتماعیت کی مصلحت سے سکوت اختیار کرلیتے لیکن شرح صدر ہونے اور سمجھ میں آنے تک اُسے غلط ہی سمجھتے تھے اتفاق نہ کرتے تھے، یہ صرف جمعیۃ کے ساتھ نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر مشورہ میں ان کا مزاج تھا، بہ ہر حال اپنے اس مزاج کی وجہ سے انہوں نے باوجود جمعیۃ علماء سے خاص تعلق ومناسبت کے ایک عرصہ تک جمعیۃ کے کسی عہدے پر فائز ہونے سے دور رہے، حالاں کہ اس کے مواقع آئے تھے۔

پھر جب سن ۲۰۰۷ء میں ضلعی صدور منتخب کئے جارہے تھے تو ان کا نام بھی سامنے آیا، بہت سے علماء کی رائے ان کے صدر بنائے جانے کی تھی مگر وہ بہ وجوہ اس کے قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے، بعض تلامذہ نے بہت اصرار کرکے آمادہ کرنا چاہا، کافی دیر اصرار وانکار چلتا رہا، آخر کار پیش کی گئی مصلحتوں اور امت کے فائدوں کے سامنے اُنہیں جھکنا پڑا تو مان گئے، چناں چہ مجلس انتخاب میں بالاتفاق ضلع حیدرآباد کی جمعیت کے لئے انہیں صدر منتخب کرلیا گیا۔ منتخب ہونے کے بعد انہوں نے جمعیت کے تمام محاذوں پر اپنی توجہ مبذول کردی، اصلاحِ معاشرہ؛ محکمہ شرعیہ؛ مکاتبِ اسلامیہ، اور ملت کی سیاسی وسماجی خدمات کوئی محاذ ایسا نہ تھا جسے انہوں نے شہری جمعیۃ کے اراکین کے ذریعے زندہ وتابندہ نہ کیا ہو، ایک منظم ہل چل پیدا ہوئی، حلقے بنائے گئے، حلقوں کے صدور ومعتمدین نے بھرپور تعاون کیا، وقفے وقفے سے مشورے ہوتے رہے، ہر پیش آمدہ مسئلے میں خواہ وہ اعتقادی ہو، عملی ہو، یا پھر سیاسی وسماجی، برادرِ محترم فکرمند ہوجاتے، رفقاء کار کو جمع کرتے اور کوئی نہ کوئی مؤثر اقدام ضرور کرتے تھے، ان کے انتقال کے بعد سبھی کے یہ تأثرات رہے۔

شہری جمعیت کے تحت حیدرآباد میں انہوں نے بہ طور خاص جو کارہائے نمایاں انجام دئے اُن میں ایک اہم کام عوم میں صحابہ کرامؓ کی عظمت کا شعور بیدار کرنا اور شیعیت کے پھیلائی غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا، حیدرآباد

میں رفض وشیعیت کا دن بہ دن اضافہ ہوتا جارہا تھا، جو باطل رسومات محدود ومخصوص انداز سے انجام پاجاتی تھیں اب زور شور اور زر کثیر کے صرفے کے ساتھ انجام دی جارہی تھیں، محلّوں سے سنّیوں کو مجبور کر کے نکالا جارہا تھا، سازشیں اور شرارتیں بڑھتی جارہی تھیں، یہاں کے مشائخ وعلماء قدیم رواج کے مطابق ان کے حق میں نرم گوشہ رکھتے تھے، کچھ سیاسی سرپرستی بھی انہیں حاصل تھی، برادرِ محترم نے محسوس کیا کہ اس طرح سنیوں کے دلوں میں بھی صحابہ کرامؓ سے بدگمانیاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی، اور عقیدے خراب ہوں گے اس لئے جمعیۃ علماء کے شعبۂ اصلاح معاشرہ کے تحت تمام حلقہ جات کے صدور کو پابند کیا کہ وہ محرم کے مہینے میں بہ طور خاص عظمتِ صحابہ واہل بیت اطہار کے عنوان سے محلّہ محلّہ پروگرام کریں، اخیر میں ایک مرکزی پروگرام پورے شہر کے اعتبار سے منعقد کیا جائے۔

چناں چہ اس کام کا شروع میں محتاط طریقے پر آغاز ہوا پھر آہستہ آہستہ وسیع پیمانے پر ہونے لگا، شائد ہی حیدرآباد کا کوئی محلّہ ایسا ہو جس میں چھوٹا بڑا کوئی پروگرام عظمتِ صحابہؓ کا نہ ہوگیا ہو، ہر سال الحمد للہ یہ جلسے پورے اہتمام کے ساتھ اواخرِ ماہِ ذی الحجہ سے شروع کر ماہِ محرم وصفر میں چلتے رہتے ہیں جب ضلعی صدور سے اس کے بعد رپورٹیں اور تاثرات لئے جاتے ہیں تو بہت امید افزاء اور نفع بخش تاثرات سامنے آتے ہیں، اس سال بھی باوجود برادرِ محترم کی بیماری کے صدور وارکانِ جمعیۃ نے یہ سلسلہ جاری رکھا، قانونی پابندیوں کی بناء اکثر جگہ صرف گھریلو مجالس کا اہتمام ہوا مگر ہوا۔

ایک دفعہ کسی دریدہ دہن نے واٹس ایپ پر سیدنا امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخی کی تو برادرِ محترم نے بہ حیثیت عالمِ دین وصدر جمعیۃ کے اس کا سخت ایکشن لیا متفکر و بے چین ہوگئے، تمام ذمہ داروں سے رابطے کئے، اور پوری کوشش کی کہ مقام سیدنا امیر معاویہؓ کے عنوان سے شہر میں ایک عظیم الشان کانفرنس رکھی جائے، اس گستاخ پر قانونی دباؤ بنایا جائے، مقدمہ چلایا جائے، اس کی تیاریاں بھی کر لی گئی تھیں، سب علماء متفق تھے مگر کمشنر پولس نے اُنہیں بُلا کر اس سے روک دیا، برادرِ محترم برہم ہوگئے کہ ہم اپنے حق کا استعمال کیوں نہیں کر سکتے؟ نقضِ امن کا خطرہ ہے تو آپ کا ہے کہ واسطے ہیں؟ آپ کا کام ہی امن کو برقرار رکھنا ہے، ہم کسی کے خلاف پروگرام نہیں کر رہے ہیں ہم تو اپنے بزرگوں کے احترام کی بات عوام کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں، کمشنر نے بڑی منت سماجت کی کہ آپ میرا تعاون کیجئے اور آج تو رُک جائے، بہ ہر حال جب یہ سمجھ میں آگیا کہ پیچھے سے پولس کے پر بہت دباؤ ہے، نہ ماننے کی صورت میں سارا وبال ہمارے ہی اوپر ڈالا جائے گا تو بادلِ ناخواستہ پروگرام کینسل کر دیا، لیکن پھر نوجوان علماء نے سیدنا امیر معاویہؓ کے فضائل پر اچھے مضامین لکھ کر اپنے

جذبات کی تسکین کی جو سوشیل میڈیا کے ذریعے عوام کی چشم کُشائی وراہ نمائی کا سبب بنے۔

مختصر یہ کہ عظمتِ صحابہؓ کے اجلاسوں کا یہ سلسلہ بہت کامیاب رہا، اس سے ایک طرف رفض وشیعیت کی حقیقت مسلمانوں کے سامنے آئی، صحابہ کرامؓ کی اولیت وافضلیت اور حجیت کے اعتقاد کو جلا ملی، ضمنی طور پر غیر مقلدین کا رد بھی ہو گیا کہ انہوں نے بھی صرف قرآن وحدیث کے حجت ہونے کا بہانہ کر کے آثار صحابہؓ کو نا قابلِ التفات واختیار قرار دے رکھا ہے، نیز ان پروگراموں نے علماء کے ذہنوں سے یہ مفروضہ بھی ختم کر دیا کہ حیدرآباد کے ماحول میں احقاقِ حق اور اظہار عقیدہ بہت مشکل کام ہے، الحمد للہ علماء کرام نے اس کام کو بہ حسن وخوبی انجام دیا، حکمتِ دعوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب وقت آیا تو رفض کا پردہ بھی چاک کیا اور ان کے عقائدِ باطلہ کی بھی تردید کی۔

حیدرآباد میں زمانۂ قدیم سے ربیع الاول میں جلسہائے میلاد کا انعقاد ہوتا رہا ہے، شروع میں تو بڑے علماء علمی باتیں اور مہذب تاویلیں کیا کرتے تھے مگر بدعت نواز طبقے نے آہستہ آہستہ ان جلسوں جلوسوں کو عید میلاد کا نام دے کر نہایت گھٹیا حرکتوں کا مجموعہ بنا دیا تھا، برادرِ محترم نے جمعیۃ علماء کے صدور ومعتمدین کو لے کر ماہِ ربیع الاول میں ایک سلسلہ ''سیرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے عنوان سے پورے شہر میں چلایا، چوں کہ شہری جمعیت پورے شہر کے محلوں کا احاطہ کرتی ہے اس لئے پورے شہر کے طول وعرض میں بفضلہٖ تعالیٰ ان جلسوں کا سلسلہ شروع ہوا، ایک ایک حلقے والوں نے دس دس پروگرام بھی کرائے، الحمد للہ تعالیٰ جس طرح قدحِ صحابہؓ کے مقابلے میں مدحِ صحابہؓ کے مخلصانہ پروگرام کامیاب وثمر آور ثابت ہوئے، اسی طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکروں کے مقابلے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سلسلہ بھی مفید مطلب اور نافع عوام وخواص بنا، یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے، ان سطور کے لکھے جاتے وقت جمعیۃ علماء حیدرآباد ہر بستی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ حیثیت محسنِ انسانیت تعارف کرانے میں مصروف ہے، حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

جمعیۃ علماء کے تحت برادرِ محترم نے مکاتب دینیہ کے قیام پر بھی بہت زور دیا، برابر اس کے لئے توجہ دلاتے رہے۔

جمعیۃ علماء چوں کہ حوادثِ وقتیہ میں ریلیف کا کام بھی انجام دیتی ہے، برادرِ محترم کے صدر بننے کے دوسرے ہی سال کرنول میں خوف ناک سیلاب کا حادثہ پیش آیا، جس نے بستیوں کی بستیاں اُجاڑ کر رکھ دی، بڑے بڑے ذی حیثیت لوگ محتاج ومفلس بن کر رہ گئے، کرنول اگرچہ حیدرآباد سے بہت دور واقع ایک شہر ہے لیکن برادرِ محترم نے رفقاءِ جمعیت کو لے کر ریلیف اکھٹا کی اور کرنول میں تقسیم کروائی، اس وقت ان کے جذبات

اورعزائم کی بلندیوں کا اندازہ ہوا، پھر زندگی کے آخر ایام میں خود حیدرآباد کے اندر جب بارش کی شدت نے سیلاب کی صورت حال پیدا کی اور آبادیوں میں گھس کر ہزاروں مکینوں کو بے مکان وزیر آسمان کردیا، بچے، عورتیں، ضعیف وبیمار لوگوں کی حالت قابلِ رحم ہوگئی، حکومت نے بھی زیادہ التفات نہ کیا، ایسے میں برادرِ محترم بہ حیثیت صدر مقامی جمعیت کے اپنے رفقاءِ کار کے ساتھ اسی مہم میں مشغول ہوگئے دن رات ایک کیا، صحت وبیماری اور طعام وقیام کی پروا کیے بغیر ریلیف کی خدمات میں مشغول رہے، بارش سردی کی کوئی پروانہ کی، غذا کی تقسیم، پانی کی نکاسی، کپڑوں کی فراہمی، سواریوں کی درستگی، گھروں کی صفائی وغیرہ کے حوالے سے قابلِ تقلید خدمات انجام دیں، ان کے رفقاء اور جمعیت کے کارکنان نے بھی بھرپور ساتھ دیا، اہل استطاعت مسلمانوں نے بھی خوب تعاون کیا۔

گویا برادرِ محترم نے اپنی صدارتِ جمعیۃ کا آغاز واختتام دونوں خدمتِ خلق کے مبارک کام پر کیا اور اسی کو زادِ آخرت بنا کر لے گئے، واقعی اُن دنوں اُن کی غم خواریِ انسانیت اور ہم دردیِ مسلمین میں بے چینی وبے کلی قابلِ دید ولائق اتباع تھی، وہ خود اندر سے شدید وجاں سوز مرض میں مبتلا تھے مگر خدمتِ خلق کی مصروفیات میں وہ جوانوں اور صحت مندوں کو پیچھے چھوڑتے چلے جارہے تھے، ان کی نظر اپنی کمزوری وبیماری پر نہ تھی وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ پر تھی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمات میں اُسے آخری خدمت بنا دیا تھا، انہوں نے بستر پر پڑ جانے اور زبان بند ہوجانے سے قبل ہی جمعیت کی عاملہ طلب کرکے اس کے سامنے اس ریلیف سے متعلق آمد وصرف کا مکمل حساب رکھ دیا تھا کہ رقومات واشیاء کہاں سے آئیں اور کہاں کہاں صرف ہوئیں تاکہ عند اللہ مسئولیت سے سبک دوش ہوجائیں۔

جمعیت علماء کا ایک کام مسلمانوں اور مظلوموں کے حقوق کے لئے کھڑے ہونا اور قانون کے دائرے میں انہیں حاصل کرنا بھی ہے، برادرِ محترم بہ حیثیت صدر مقامی جمعیت کے حالاتِ زمانہ پر نظر رکھے ہوئے تھے اور جب کبھی ایسی کوئی ضرورت پیش آتی پوری قوت سے آواز اُٹھاتے تھے، پریس ریلیز کرتے میڈیا میں بات پہونچاتے، حکام سے ملنا ہوتا تو ملاقات کرتے، رائے عامہ ہموار کرنی پڑتی تو اس کے لئے تیار ہوجاتے، سیاسی ومذہبی قائدین سے بلا لحاظ وابستگی ملاقاتیں کرتے اور اپنی بات پیش کرتے، ان لوگوں کی طرف سے بھی بلائے جاتے تھے جہاں وہ اپنی بات بلا جھجک پیش کرتے تھے، بہ ہر حال تفصیلات تو بہت ہیں مگر اختصار کے ساتھ یہ چند باتیں لکھ دی گئیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے ان کو ہمہ جہتی صلاحتیوں سے نوازا تھا اور انہوں نے

ہر میدان میں کامیاب قائد کی حیثیت سے اپنے جوہر دکھائے، جزاہ اللہ احسن الجزاء

برادرِ محترم بہ حیثیت خادمِ ختم نبوت

برادرِ محترم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی جن خدمتوں کا موقع عنایت فرمایا تھا ان میں ''تحفظ ختم نبوت'' کی خدمت بھی شامل ہے بل کہ زیادہ اہمیت کی حامل ہے، دکن کے علاقے میں قادیانیت کی تاریخ بہت قدیم ہے، نظام اسٹیٹ ہی میں یہ نحوست نواب عثمان علی خان کے زیر اقتدار علاقوں میں قدم جما چکی تھی بل کہ ابتداء میں بعض امراءِ سلطنت بھی متأثر ہو گئے تھے، شہر حیدرآباد میں تک انہوں نے اپنا مرکز قائم کرلیا تھا، پروفیسر الیاس برنیؒ نے بادشاہی عاشور خانے میں ان کے اسکالرز سے مناظرہ کیا تھا، بعد ازاں ان کی اہم کتابوں کا مطالعہ کر کے ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' نامی کتاب لکھی تھی، جو ردِّ قادیانیت کے سلسلے میں اولین ومعتبر ترین کتب میں شمار کی جاتی ہے، تاہم یہ نحوست خاموش طریقے پر اور زیر زمین کام کر رہی تھی، سماج میں ان کا ظہور وشعور نا کے درجے میں تھا، یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت کے علماء ومشائخ نے انہیں کچھ زیادہ قابلِ اعتناء نہ سمجھا اور کُھل کر تعاقب نہیں کیا تھا، واللہ اعلم۔

برادرِ محترم نے جب دعوتی وارشادی میدان میں قدم رکھا اور انہی دنوں ریاست کے دو ضلعوں نلگنڈہ اور ورنگل کے دیہاتوں میں اس منحوس فتنے کے تیزی سے پھیلنے کی اطلاعات ملیں تو سب سے پہلے ''مجلس علمیہ'' نے جو اس وقت اہل حق کی واحد نمائندہ جماعت تھی، قادیانیت کے خلاف مضبوط ومؤثر قدم اُٹھایا، اڑیسہ سے مولانا اسماعیل کٹکیؒ کو مدعو کر کے شان دار پروگرام کروائے، اس اقدام سے جہاں قادیانیت کے محفوظ قلعے میں دراڑ آئی اور ماننے والوں میں کھلبلی مچی، وہیں علماءِ حق کے حوصلے بلند ہوئے، عوام کا شعور بیدار ہوا، نیز زمینی سطح پر علماءِ کرام کی قادیانیت شکن سرگرمیاں روز افزوں ہوتی چلی گئیں اور تاہنوز جاری ہیں۔

برادرِ محترم کو اس سلسلے میں بہت تشویش اور بڑی بے چینی تھی، حیدرآباد میں بھی اُن کے کئی اڈّے دریافت ہو چکے تھے، وہ چھتہ بازار کے اندرون مسجدِ عثمانیہ میں کام کر رہے تھے، یہاں سے بہت قریب افضل گنج محلّے میں لعینِ قادیان کا مرکزی دفتر موجود تھا، اس لئے وہ اس سلسلے میں بہت متفکر تھے، انہی دنوں ایک سرگرم کارکن کے قتل کا واقعہ پیش آیا، اس کے بعد سے تو برادرِ محترم میں ایک خاص ولولہ اور جوش نظر آنے لگا، ان کی خواہش تھی کہ کم ازکم اس کام کے لئے دیگر مکاتب فکر کے ساتھ اتحاد کر لیا جائے اور خواہ اُنہی کو سربراہ بنالیا جائے مگر اِن کی موافقت کے ساتھ ردّ قادیانیت میں تیزی وپختگی لائی جائے، کیوں کہ بعض طبقات اس مسئلے میں سرد مہری اور نرم گوشگی دکھا رہے تھے، خطرہ تھا کہ وہ سدِّ راہ نہ بن جائیں۔

اسی ضمن میں برادر محترم نے مولانا سید اکبر الدین صاحب رحمہ اللہ سابق نائب ناظم مجلس علمیہ کو آمادہ کر کے مسجد دارالشفاء میں ایک ہمہ مسلکی وکُل جماعتی اجلاس بُلوایا، سب نے اس کام کی تائید کی اور ضرورت سے اتفاق کیا، مگر کوئی لائحہ عمل طئے ہونے سے قبل بریلوی مکتب فکر کے جناب اعظم علی صوفی صاحب نمودار ہوئے، مفتی خلیل احمد صاحب نے انہیں خطاب کے لئے آگے بڑھا دیا تو موصوف نے امکانِ نبوت اور اجراءِ نبوت کی بحث چھیڑ کر اس کا ٹھیکرا قائد دیوبندیت حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی ؒ کے سر پھوڑا، جیسے ہی اپنی تہمتیں اور بے دلیل الزامات ختم کئے، فوراً مجلس سے اُٹھ کر چلے بھی گئے، مفتی خلیل احمد صاحب نے بھی یہ کہہ کر کہ ’’یہ کام ضروری ہے اور ہونا چاہیئے مگر وہ اس کام کی صدارت وسربراہی قبول کرنا نہیں چاہتے‘‘، مجلس سے چلتے بنے، اس طرح اجتماعی جدوجہد کا یہ خواب چکنا چور ہو گیا، اس کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے حاضرین کے سامنے حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی ؒ کی طرف منسوب الزامات کی حقیقت بیان کی، بعد ازاں یہ طئے پایا کہ اب بہ جائے کسی اتحادی مساعی کے ہم سے جس قدر ہو سکے کسی کی مدد کی امید لئے بغیر تحفظ ختم نبوت کا کام کیا جاتے رہنا چاہیئے۔

اس کے بعد سے برادرِ محترم جس قدر ممکن ہو سکا اس کام کی جانب توجہ دیتے رہے، نوجوانوں کا شعور بیدار کرنا، قادیانی سرگرمیوں سے باخبر رہنا، اور اس سلسلے میں کام کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنا، ان کا مستقل وظیفہ بن گیا تھا جو حینِ حیات چلتا رہا۔ ’’مجلس تحفظ ختم نبوت آندھرا پردیش‘‘ جو اب باقاعدہ تحریک وتنظیم کے طور پر کام کر رہی ہے، وہ مجلس علمیہ آندھرا پردیش کی ذیلی تنظیم کی حیثیت سے اسی کے اکابر کی فکروں سے وجود میں آئی تھی جس میں برادرِ محترم کا بھی بڑا دخل تھا، پھر دارالعلوم رحمانیہ میں اکابر دارالعلوم دیوبند بالخصوص حضرت قاری عثمان صاحبؒ کی نگرانی میں اس کو مستقل شکل دی گئی، اس کے بعد ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد میں ختم نبوت تربیتی کیمپ کے دوران حضرت قاری صاحب ہی کی موجودگی میں اس کی نشاۃِ ثانیہ اور ترتیبِ جدید ہوئی، پھر چوتھے مرحلے میں باقاعدہ اصول ودستور مرتب کر کے رجسٹرڈ ٹرسٹ اور دفتر بنا، برادرِ محترم ؒ تمام مرحلوں میں مجلس کے رکن رکین رہنے کے علاوہ انفرادی طور پر بھی اپنے تلامذہ کو لے کر تحفظ ختم نبوت کا مبارک کام نہایت دلیری وحوصلہ مندی سے انجام دیتے رہے۔

موجودہ ختم نبوت ٹرسٹ میں وہ شروع ہی سے نائب صدر رہے، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی صدارت میں بھی اور ان کے بعد حضرت شاہ جمال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں بھی، انہیں اس کاز سے خاص لگاؤ اور زیادہ دل چسپی تھی، بہ قول سکریٹری ختم نبوت برادرم مولانا ارشد علی قاسمی کے کہ جب بھی

دفتر کو ضرورت ہوئی انہوں نے ساتھ دیا اور چھوٹے ہونے کے باوجود بھی انہیں جب ہم نے طلب کیا لبیک کہا، کبھی کسی مصروفیت کا عذر بھی کرتے تو ہم اصرار کے ذریعہ انہیں آمادہ کر لیتے تھے، اور جہاں بھیجا جاتا پہنچ بھی جاتے تھے۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور نحوستِ قادیان کے خاتمے کے سلسلے میں ان کی فکروں؛ قربانیوں؛ سفروں اور کوششوں کی داستان طویل ہے اور سبق آموز بھی مگر طوالتِ مضمون سے بچتے ہوئے چند واقعات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں، برادرِ محترم ؒ نے ختم نبوت کی عمومی و اجتماعی خدمات کے علاوہ شخصی طور پر دو علاقوں کو بہ طور خاص اپنا میدانِ محنت بنایا ہوا تھا، ایک ضلع نلگنڈہ کا دیہات ''کاسرلا پہاڑ'' دوسرے ضلع ورنگل کا قصبہ ''پالا کُرتی''! ان دونوں علاقوں میں اُن کا بار بار جانا آنا ہوا بڑی قربانیاں دیں، کئی کئی دن قیام فرمایا، دشمنیوں اور زیادتیوں کے خطرات مول لئے اور کم از کم میرے تصور سے زیادہ تکلیفیں اُٹھائیں، اور کمال یہ ہے کہ یہ سب مجاہدات غایتِ اخلاص اور بنا کسی شہرت و نام وری کے کرتے رہے، حد یہ ہے کہ ان کی تفصیلات قریب ترین لوگوں بل کہ راقم سطور کے علم میں بھی پس از مرگ آئیں، ان علاقوں کے سفروں میں اکثر ساتھ رہنے والے امام مسجد نے بتایا کہ بعض وہ مجاہدے اور آزمائشیں بھی ہیں جن کا مجھے علم ہے مگر مفتی صاحب نے قسم لے رکھی ہے کہ میں حیاً و میتاً دوسروں سے مخفی رکھوں گا، جس ذات کی خوشی کے لئے یہ کام ہو گئے اس نے دیکھ لیا، ہمیں یہی کافی ہے۔

ایک گاؤں میں برادرِ محترم ؒ قادیانیت سے متاثرہ لوگوں کو سمجھانے کے لئے تشریف لے گئے، محفوظ لوگوں نے اپنے متأثرہ رشتہ داروں اور ساتھیوں کو جوڑنے کی بہت کوشش کی مگر کوئی آنے کے لئے تیار نہ ہوا، شام تک انتظار کیا کوئی نہ آیا، برادرِ محترم ؒ نے ان لوگوں سے کہا کہ جب تک ان لوگوں سے ملاقات اور بات چیت نہیں ہوگی میں یہیں پڑا رہوں گا، معلوم ہوا کہ تین دن تک گاؤں کی ایک چھوٹی اور تمام سہولتوں سے خالی مسجد کے گوشے میں پڑے رہے، وہیں نمازیں ادا کرتے، وہیں سو جاتے، جو ملتا کھا لیتے اور فکر کرتے رہے کہ کس طرح ان لوگوں سے رابطہ ہو، بالآخر گاؤں کے لوگ ملنے کے لئے آمادہ ہوئے، ان تین دنوں میں انہوں نے خدا سے کتنا لو لگایا اور کتنی مدد طلب کی ہوگی کہ لوگ جمع ہوئے، بہ ہر حال انہیں اچھی طرح عقیدۂ ختم نبوت سمجھا کر توبہ کی ترغیب دی، اللہ کا کرم کہ سب نے توبہ کی دوبارہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ایک گاؤں میں کوئی قادیانی مسلم لڑکی سے نکاح کرنے والا تھا، معلوم ہونے پر برادرِ محترم اس گاؤں میں پہنچ گئے، محفل نکاح منعقد تھی، کھانا بن رہا تھا، لوگ جمع تھے، وہاں جا کر لڑکی والوں سے بات کی اور عقیدے کی خرابی سمجھا کر اور دونوں کے درمیان شرعاً نکاح نہ ہو سکتا بتلا کر آمادہ کیا کہ اس رشتے کو ختم کر دیا جائے، چناں چہ

لڑکی والے مان گئے قادیانی دُلہے نے غصے میں آکر گرم دال کا پیالہ لیا اور برادرِ محترم پر پھینک دیا، گاؤں کے جو مسلمان اور رفقاء سفر ساتھ تھے انہوں نے جلدی سے کرتا، صدری وغیرہ اُتار کر جسم کو جلنے سے بچا لیا اور پانی ڈال کر دھو دیا، برادرِ محترم کو اس کا تو کچھ غم نہ ہوا اس کی خوشی ضرور تھی کہ یہ ناجائز رشتہ ٹوٹا اور مسلمان لڑکی مرتد کی زوجہ بن نے سے بچ گئی۔

ایک مرتبہ علامہ طاہر گیاوی کو لے کر ایک پروگرام سے دوسرے پروگرام میں جارہے تھے، راستے میں قادیانیت سے متأثر گاؤں نظر آیا تو ساتھیوں سے معلوم کیا کہ یہ فلاں گاؤں ہے کیا؟ اثبات میں جواب ملا تو فرمایا اگر کوئی قادیانی نظر آئے تو گاڑی روکو اس سے بات کریں گے، چوں کہ ان دیہاتوں میں کام کرنے والے امام اور قاضیٔ نکاح ساتھ میں تھے جو مقامی لوگوں سے واقف تھے، انہوں نے ایک ہوٹل پر بیٹھے ہوئے ایک شخص کی نشان دہی کی کہ یہ شخص قادیانی بن گیا ہے اور دوسروں کو بہکا رہا ہے، برادرِ محترم نے ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی ایک طرف کو رُکوائی اور امام صاحب کو بھیج کر اس شخص کو گاڑی کے پاس بُلایا، چاء منگا کے پلائی، مختلف طریقوں سے اُسے سمجھاتے رہے، کافی دیر کی گفت وشنید کے بعد وہ بالآخر مان گیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو اُسے توبہ کرا کے کلمہ پڑھایا، امام صاحب کو خیال رکھنے کی تاکید کر کے آگے بڑھ گئے، سننے میں آیا کہ علامہ طاہر گیاوی حیرت سے فرمانے لگے یہ تو بھئی آپ کی کرامت ہی ہے۔

انہی گاؤں کے ایک سفر میں رات کے وقت گاڑی کا ٹائر پنکچر ہوگیا، گاڑی بے قابو ہو کر کھیت میں اُتر کر کیچڑ میں پھنس گئی، کسی طرح ایک ایک کر کے سب ساتھی سڑک پر آگئے، گاؤں کے راستے تھے کوئی سہولت نہ تھی، گُھپ اندھیرا اور سخت سردی تھی، برادرِ محترم کو شروع ہی سے سردی کا بالکل تحمل نہ تھا، ساتھیوں سے فرمایا کہ گھاس جمع کر کے جلائی جائے، اِدھر اُدھر سے کچھ گھانس اکھٹی کر لی گئی مگر جلانے کی کوئی صورت نہ ہوئی، بالآخر ساتھیوں نے اُنہیں ایک جگہ بٹھا کر پیروں پر تو گھاس اُڑھادی اور سرہانے کو اپنے گھیرے میں لے کر سردی سے بچا لیا، تا آں کہ صبح ہوئی لوگ ملے اور گاڑی درست کروائی جاسکی۔ یہ راوی کا چشم دید واقعہ ہے۔

ایک قصبے میں جو قادیانیت سے متأثر ہو چکا تھا، مسلسل سفر کرتے رہے کوششیں جاری رکھیں یہاں تک کہ ایک مدرسے کا قیام عمل میں لاکر مدرس کا انتظام کیا، برابر نگرانی وسرپرستی کرتے رہے، بعد میں بعض مقامی لوگوں نے خود ہی مدرسہ چلانا چاہا تو چند لوگوں کی موجودگی میں لکھائی پڑھائی کر کے مدرسہ مقامی لوگوں کے حوالے کر دیا، مرض الوفات میں یہ لوگ آئے تھے کہ واپس اپنی ذمہ داری میں لے کر آپ ہی چلائے مدرسہ بند پڑا ہے کوئی کام نہیں ہو پا رہا ہے، ان کی اس درخواست پر کوئی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا، بل کہ وعدہ فرمایا کہ اگر میری

صحت اچھی ہوئی تو انشاء اللہ توجہ دوں گا۔

ایک جگہ قادنیادنیوں کو سمجھانے کے لئے پہنچے تو اُن کے معلم نے غصے میں برادرِمحترم کا گریبان پکڑ لیا، ساتھ والوں نے روکنا چاہا تو فرمایا اس کو جو کرنا کر لینے دو مگر یہ میری بات تھوڑی دیر سُن لے، وہ بیٹھ گیا اور معلوم کیا کہ اُنہیں کیا کہنا ہے؟ برادرِ محترم نے ایمان وعقیدہ کی بات کچھ اس طرح سمجھائی کہ دل نشین ہوگئی، اور اس نے توبہ وتجدید ایمان کرلیا۔

ان علاقوں کے قادیانیت سے تائب مسلمان برادرِ محترم کے جنازے میں بھی موجود تھے، انہوں نے مجھ سے اصرار کیا تھا کہ اُن کے بعد میں ضرور اُن کے گاؤں آؤں، میں ایک ماہ کے بعد گیا اور بعض مخلص احباب کے ذریعہ اُن لوگوں کے لئے کھانے کا انتظام بھی ہوا، سارا گاؤں جمع تھا، میرے بیان سے قبل جب مفتی صاحب کا ذکر نکلا تو ہر طرف سے ہر شخص کوئی واقعہ اور تجربہ ان کے بارے میں سنانے کے لئے بے چین تھا، ایک کے بعد ایک سے سنتا رہا، میں حیران تھا کہ آخر وہ کب وقت نکالتے اور کتنا ان لوگوں کے ساتھ رہتے تھے، کسی جگہ جا کر بیان کر دینا تو بہت آسان ہے، سمجھا بجھا کر کلمہ پڑھوا دینے کے واقعات بھی بہت ہیں مگر ان لوگوں سے اُخوت وہم دردی کا رشتہ برسہا برس تک نبھائے رہنا اور استقامت علی الایمان کی نگرانی رکھنا آسان کام نہیں، وہ بھی اس شخص کے لئے جس کی گونا گوں مصروفیات خود اپنا خیال رکھنے کا بھی موقع نہ دیتی ہوں، یہ مخلصین امت اور عاشقانِ خدا ورسول ہی کا حوصلہ ہوسکتا ہے۔

میں نے تو پرچہ چھپنے کے آخری مرحلے میں قلم برداشتہ دوتین واقعات ذکر کئے ہیں ورنہ برادرِ محترم کی خدمت ختم نبوت کی تاریخ ایک مستقل تصنیف کی متقاضی ہے، کاش! کوئی شاگرد یہ کام کرے، حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس نے جس طرح اس عظیم کام کی توفیق عطا فرمائی تھی اسی طرح اپنے کرم سے اِن کاموں کو شرفِ قبول عطا فرما کر انہیں اس کے اجر سے مالا مال فرمائے۔ آمین

انتقال کے چند ہی دن بعد ایک عالم دین شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ جنت اپنی نعمتوں کے ساتھ سجی ہوئی ہے، اس میں برادرِ محترم سفید اور شاندار کپڑوں میں ملبوس تشریف فرما ہیں، کچھ قادیانی بھی موجود ہیں، برادرِ محترم کتابیں پڑھ پڑھ کر ان کو سنا اور سمجھا رہے ہیں اور وہ لوگ روتے جارہے ہیں، رائی کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ صرف رونے کا کیا فائدہ ہے، پیر پکڑ کر معافی مانگ لو اور کہو کہ ہم سب توبہ کرتے ہیں، چناں چہ سب لوگ قدموں میں گر گئے اور توبہ کرنے لگے۔ اللہ اکبر!

خدا جانے انہیں اس موضوع سے کتنی دل چسپی تھی اور اپنے آقا تاج دار ختم نبوت سیدنا محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات عالی سے کیسا والہانہ تعلق تھا کہ برزخ میں بھی ان کی امت کو ہدایت مآب ہو کر اور اُن کے غموں کو دور کرنے کی تڑپ ہی دل میں لئے پڑے ہیں، اللہ پاک غریقِ رحمت فرمائے۔ ایک اُمتی پر اس کے نبی کے حق کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

فصل اللہ علی محمدٍ کزو شد نورہا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

تزکیہ وسلوک

برادرِ محترم ؒ جہاں علوم ظاہرہ سے بفضلہٖ تعالیٰ بہرہ ورہوئے تھے اور اپنی مادرعلمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے امتیازی نمبروں کے ساتھ کامیاب قرار پائے تھے، وہیں علومِ باطنہ میں بھی درک وکمال رکھتے تھے، طالب علمی کے زمانے ہی میں محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ سے (جو ہمارے خاندان کے مرشد ومربّی تھے) رشتۂ ارادت قائم کرلیا تھا، خط وکتابت اور اطلاعِ حالات واتباعِ ہدایات کا سلسلہ جاری تھا، فراغت کے بعد بھی حضرتؒ کی صحبت میں جا کر رہنا اور شخصی زندگی کی تعمیر وتحسین کی فکریں کرنا ان کا معمول تھا، ایک خط بطور نمونہ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۰۳ پر ملاحظہ کیجئے، اس سے اندازہ ہوگا کہ وہ برابر اپنی اصلاح کے سلسلے میں شیخ سے رابطے میں رہتے تھے، اس راہ کے نشیب وفراز سے گذرتے اور سرد وگرم چکھتے رہتے تھے، حضرت محی السنہؒ اپنوں پر کڑی نظر رکھتے تھے، جن کی عقیدت کی پختگی پر اطمینان ہوتا ان کی سرعام گرفت کرتے اور قرار واقعی سزا دیتے تھے، برخلاف اجانب اور کچّے معتقدوں کے کہ ان کے ساتھ اکرام ودرگذر ہی کا معاملہ فرماتے تھے، البتہ اپنوں پر وہ جتنا برہم ہوتے اور کیسی ہی سزا تجویز فرماتے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ خود مطمئن رہتے تھے کہ یہ میرے اپنے لوگ ہیں اور خود اُن لوگوں کو بھی بہت ناز تھا کہ حضرت ہم کو اپنا سمجھتے ہیں، اس عاجز کو بھی اپنی زندگی میں اس کا بہت تجربہ ہوا، بعد میں حضرت والا کی ایسے لوگوں پر نوازشیں بھی بہت ہوتی تھیں۔

بہ ہر حال! برادرِ محترم حضرت محی السنہؒ کے عاشق صادق تھے اور ان کی حیات میں کسی جانب توجہ نہیں کی، خط وکتابت کے ذریعے دور سے بھی وابستہ رہتے تھے، جب موقع ملتا حاضر خدمت ہو کر خدمت بھی خوب کرتے تھے، ڈانٹ ڈِپٹ بھی خوب سُنتے تھے، حضرت کی ہر پکڑ اور گرفت ان کی عقیدت ہی کو بڑھاتی تھی، نہ صرف حضرتؒ بل کہ ان کے خانوادے کے بچے بچے سے محبت رکھتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ کچھ پانے کے لئے عقیدت ہونی بھی ایسی ہی چاہیئے۔

برسہا برس کے اِن مجاہدوں اور مخلصانہ طور پر اطلاع واتباع کی برکتوں سے وہ وقت بھی آیا جب حضرت

محی السنہؒ کو برادرِ محترم کی باطنی محنت اور روحانی واصلاحی استعداد قابلِ اعتماد محسوس ہوئی اور انہوں نے حسب ِ معمول مدینہ منورہ سے ۲۰/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کو اجازتِ صحبت عطا فرمائی جس میں اصلاح وتربیت کی اجازت ہوتی ہے بیعت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی جو دراصل اجازت کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے، اسی والا نامہ میں تکمیل ِ اصلاح کی دعا کا وعدہ بھی فرمایا۔اس والا نامہ کی تصویر صفحہ نمبر ۳۰۳ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حضرت محی السنہؒ کے بعد انہوں نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت ہی کے مجازِ بیعت اور تامل ناڈو کے قصبۂ پرنام بٹ سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرمایا حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے برادرِ محترم کی ملاقاتوں اور مکاتبتوں کی روشنی میں بہت جلد ہی ان کی استعدادِ باطنی کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہوئے ۱۴/ شعبان ۱۴۲۷ھ شب جمعہ میں انہیں اجازتِ بیعت وارشاد سے سرفراز فرمایا، (اجازت نامے کی تصویر صفحہ نمبر ۳۰۴ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔اس کے بعد سے تاوفات برادرِ محترم نے انہی سے خط وکتابت اور بہ کثرت ان کی خدمت میں حاضری وصحبت کا اہتمام رکھا۔

برادرِ محترم کو سلسلے کے بزرگوں بالخصوص حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے متعلقین سے دلی تعلق اور گہرا لگاؤ تھا، حضرت مولانا سید بلال حسین تھانوی دامت برکاتہم سلسلۂ تھانوی کے بافیض مشائخ میں سے ہیں، یوپی کے سفر میں برادرِ محترم حسب موقع ان کی خدمت میں بھی حاضری دیا کرتے تھے، حیدرآباد دعوت دے کر ان سے استفادہ کی صورتیں نکالتے تھے، مولانا بلال حسین صاحب مدظلہ کو بھی اُن سے بہت محبت ہوگئی تھی، اُن کی نظرِ گوہر شناس نے برادرِ محترم میں موجود روحانیت وصلاحیتِ تصوف وسلوک کو محسوس کیا، اور ۹ رصفر الخیر ۱۴۲۸ھ میں ازخود اجازت بیعت وتلقین کی بشارت عطا کی۔(اجازت نامے کی تصویر صفحہ نمبر ۳۰۵ ملاحظہ کریں۔)

عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اس صدی کے مصلحِ عظیم اور بافیض شیخ طریقت تھے، انہیں شیخ العرب والعجم بجا طور پر کہا جاتا ہے، دنیا کے مختلف ملکوں میں ان کی خانقاہیں قائم تھیں اور اب بھی اُن کے خلفاء کے ذریعے آباد و بافیض ہیں ، جمادی الأخریٰ ۱۴۲۹ھ میں حضرت حکیم صاحب رحمہ اللہ باوجود پیرانہ سالی کے اور باوجود ضعف وبیماری کے حرمین شریفین حاضر ہوئے تھے، عمرے سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم تھے، فالج کے حملے کے بعد توقع نہیں تھی کہ حضرت کہیں کا سفر فرماسکیں گے، اس پروگرام کی اطلاع ملنے پر ہم لوگوں نے بھی عمرے کا پروگرام بنایا، حاضری ہوئی اور کافی لمبے عرصے کے بعد ان کی زیارت اور مجالس میں شرکت کا موقع ملا، مدینہ منورہ کا نورانی ماحول، گنبدِ خضراء کا پڑوس، اور ایک عاشق ومتبع سنت ولی کامل کی مجلس واقعی عجیب روحانی منظر ہوا کرتا تھا، برادرِ محترم کے لئے یہ ایک غیر متوقع انعام تھا کہ ایک دن حضرت

حکیم صاحب رحمہ اللہ نے داعیۂ قلبی کے حوالے سے انہیں اجازتِ بیعت وتلقین تحریری طور پر عنایت فرمائی۔ (اس خط کی تصویر صفحہ نمبر ۳۰۶ پر دیکھی جاسکتی ہے۔)

ایک نہیں چار چار اکابر کی جانب سے برادرِ محترم کو اجازتِ بیعت وتلقین حاصل تھی مگر انہوں نے کبھی اس کا غرور دل میں پیدا ہونے نہیں دیا، نہ ہی کسی قسم کا ترفُّع وتعلّی ان کے حالات میں نظر آئی، بل کہ اس کے باوجود وہ ایک معمولی مرید اور محتاج ومفتقر سالک کے طور پر اکابر علماء وبزرگان دین کی خدمتوں میں حاضر ہوکر مستفید ہوتے رہتے تھے، رہن سہن، گفتار ورفتار، ادا وانداز سے کبھی مشیخت تو کیا بڑائی کا اظہار تک ہونے نہیں دیا، سب سے گُھل مل کر رہتے اور ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آتے تھے، تواضع کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی اس عاجز کی مجلس میں آکر بیٹھ جاتے تھے، معلوم کرنے پر یہ فرماتے کہ ایسے ہی استفادے کے لئے آگیا۔

البتہ اخیر عمر میں بڑوں کی حسبِ ہدایت انہوں نے مدرسہ کی مسجد میں اصلاحی مجلس شروع فرمادی تھی اور طالبین کو بیعت بھی کرلیا کرتے تھے، رائل سیما کے شہر نندیال میں چند لوگوں نے ان سے بیعت کی تھی، ان لوگوں کو برادرِ محترم سے ایسی عقیدت ومحبت ہوگئی تھی کہ یکے بعد دیگرے وہاں کے لوگ متوجہ ہوتے رہے، یہ تعداد میں سینکڑوں تک پہنچ گئے، وہاں خانقاہ بھی قائم ہوگئی، اُن کے اجازت یافتہ ایک صالح ومتقی حافظ محمد اسحٰق صاحب زید مجدہ کے ذریعہ برادرِ محترم کے متعلقین ومریدین ہر پیر کو صبح ۷ بجے جمع ہوکر مجلس ذکر قائم کرتے ہیں، اس کے بعد کتاب کی تعلیم کے ذریعہ دینی مذاکرہ ہوتا ہے، برادرِ محترم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے اس عاجز سے رجوع کرلیا ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے بزرگوں کے اعتماد کی لاج رکھتے ہوئے ان کے سلسلے کو آگے بڑھانے کی خدمت بھی انجام دی اور اپنے پیچھے اللہ کا نام لینے والوں کو کھڑا کردیا۔ اللہ پاک ان کے فیض کو ان کی برکت سے تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین

برادرِ محترم اور شخصی احوال

طبعی اعتبار سے برادرِ محترم نہایت ملنسار، ظریف الطبع، رقیق القلب، خورداں نواز، اور خوش اخلاق تھے، تلامذہ کے ساتھ دوستانہ سلوک تھا، مُریدین کی بے تہذیبی وکوتاہیوں سے صرف نظر کرکے اُنہیں اپنانے کا ایک خاص سلیقہ ان کے پاس تھا، چھوٹے بڑے سب ہی جلد مانوس ہوجاتے تھے، نامناسب کاموں پر غصہ جتنی جلدی آتا تھا اتنی ہی جلدی جاتا تھا، کسی طالب علم یا ماتحت کو ڈانٹنے پر اور وہ کچھ محتاط ہوجاتا تو کسی موقع سے خود ہی بُلا کر مانوس اور قریب کرلیتے تھے، کسی بھی معاملہ میں اگر کسی سے انہیں کوئی رنجش ہوجائے خواہ رشتہ داروں سے خواہ

دینی ذمہ داروں اور ساتھیوں سے تو اس کا اثر کام اور تعلقات پر پڑنے نہیں دیتے تھے، گویا اختلافِ باہمی سے اپنے نفس کو کوئی فائدہ اُٹھانے کا موقع نہیں دیتے تھے، یہ کہنے کو اور لکھنے کو بہت آسان ہے، پر عمل کرنے اور مزاج بنانے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بڑے دل گردے کا کام ہے۔

رہن سہن صاف ستھرا پسند کرتے تھے، لباس اور ہر مستعملہ شئی میں سفید رنگ مرغوب تھا، کپڑے سفید، جوتا سفید، موزے سفید، رومال، شال، گھڑی، پن ہر ہر چیز میں اگر میسر آجائے تو ترجیح اسی رنگ کی تھی، آخری دنوں میں پتہ نہیں کہاں سے خفین بھی سفید مل گئے تھے، ہمارے خاندان میں سب سے بڑے تایا کا بالکل یہی ذوق تھا، غالباً انہیں کا اثر برادرِ محترم کے ذوق پر پڑا، لیکن جیسا کہ میں نے اوپر بتلایا کہ اُن کا قلب بہت صاف اور اُجلا تھا، دل میں کبھی کسی سے میل باقی نہیں دیکھنے میں آیا، گویا وہ لیس فی قلبک غش لاحد والی حدیثِ نبوی کی اچھی مثال تھے شاید اسی کا اثر ان کے ذوقِ فطری پر بھی پڑا۔ واللہ اعلم

اعمال واخلاق میں شریعت وسنت کا بہت اہتمام تھا، نماز باجماعت، نیز سنن قبلیہ وبعدیہ میں کوتاہی کرتے کبھی نہ دیکھے گئے تھے، سفروں میں بھی اس کا خیال رہتا تھا، اذکار ومعمولات کے بھی پابند تھے، قرآن مجید کی تلاوت کا بہت اہتمام تھا، بالخصوص رمضان المبارک میں تراویح میں سنانے کے علاوہ دن بھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے، گاڑی چلاتے ہوئے بھی تلاوت کا اہتمام رکھتے تھے، نہ صرف تلاوت بل کہ دوسروں کو سنانے کا بھی شوق تھا، جومل جائے اس سے دور کرلیا کرتے تھے۔

باوجود عالی ذوق ونازک مزاجی کے کسی بھی چیز کا تکلف واہتمام نہ تھا، رہن سہن میں سادگی پسند تھی، لوگوں کے ہدایا وتحائف کی بات الگ ہے خود سے دنیا کی طرف زیادہ التفات نہ تھا، کہا جاسکتا ہے کہ زاہدانہ مزاج تھا، جومل گیا پہن لیا، جہاں موقع ہوا سو گئے، جو بھی میسر آیا کھالیا، گھر سے کھانا آگیا ٹھیک ورنہ مطبخ ہی سے کھالیتے تھے، مطبخ میں بھی اپنے لئے کسی اہتمام سے منع کرتے تھے، جو طلبہ کے لئے بنا ہے وہی منگواتے تھے، راستوں اور بازاروں میں کھانا پسند نہیں کرتے تھے، کبھی سفروں میں چاء پی لی تو الگ بات ہے۔

لین دین میں احتیاط بہت تھا، اصل دین داری تو معاملات کی صفائی ہی میں دیکھی جاسکتی ہے، وعدہ وفا کرنا اور اس کے لئے ہر کلفت، زحمت کو گوارا کرلینا ان کی خاص صفت تھی، اقرباء کے حقوق کا خاص خیال رکھتے تھے، والدین کی عمومی خدمت کے علاوہ عید بقرعید اور مواقع مسرت میں کپڑے بنوانے اور ضروریات کا خیال رکھنے میں اپنی مثال آپ تھے، بڑے بہنوئی اور بہن کا بہت احترام بھی کرتے تھے، اور مالی خدمت بھی خوب کی تھی، ہر ضرورت میں فکر مند ہوتے اور کوئی شکل ضرور نکالتے، کوئی دواخانے میں شریک رہتا تو اہتمام سے عیادت کے

لئے جاتے اور مصارف میں بھی کچھ نہ کچھ شرکت فرماتے تھے، چھوٹے بھائیوں، بہنوں کی شادیاں اپنی فکر سے کرائی تھیں، پھران کی اولاد کے نکاحوں میں بھی مقدور بھر شرکت کی تھی۔

یہ تو اقرباء کا معاملہ تھا اہل تعلق کے دُکھ درد میں بھی برابر کے شریک رہتے تھے، ممکنہ تعاون خود کرتے یا کسی صاحبِ خیر کو توجہ دلا کر اس کی مدد کراتے تھے، خدمتِ خلق کے جذبات کو تو لوگوں کی آنکھوں نے خوب دیکھا تھا جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اپنے بزرگوں اور علماء کی بھی جی جان سے خدمت کرتے تھے، خواہ کوئی وقیع تحفہ ہو یا معمولی چیز بڑے خلوص واحترام سے پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ نے وجبت محبتی للمتحابین فیَّ و المتجالسین فیَّ و المتباذلین فیَّ پر مجلس میں گفتگو فرمائی تو اختتام مجلس پر ایک نوٹ جیب سے نکال کر نہایت احترام کے ساتھ یہ کہتے ہوئے پیش کی کہ للہی محبت، للہی مجلس تو الحمدللہ نصیب ہوگئی یہ للہی ہدیہ قبول فرما کر اللہ کی محبت واجب کرا دیجئے۔

مدرسے کے طلبہ واساتذہ کے ساتھ بھی بہت قریبی تعلق رکھتے تھے، تنخواہیں تو خیر زیادہ نہ تھیں لیکن ان کے اچھے بُرے میں نہایت فکر مند ہو کر مسائل کا حل نکالتے تھے، وقتی طور پر خواہ کوئی جواب دیتے مگر برابر سوچتے رہتے اور کوئی انتظام ہوتا تو فوری بلا کر دیدیتے تھے یا اسی کو بھیج دیتے کہ فلاں سے مل لو، ظاہر ہے کہ دونوں صورتیں مسنون ہیں۔

کبھی اپنی ذاتی اور خانگی مسائل کا کسی سے ذکر نہ کرتے تھے، بہت تنگیاں اور حالات ان پر بھی پیش آئیں لیکن عفت وخودداری کا یہ عالم تھا کہ کبھی میرے سامنے تک ذکر نہیں کرتے تھے، لاک ڈاؤن میں تمام اساتذہ وعملے کی تنخواہیں جاری رکھی ہوئی تھیں مگر جب میں نے مدرسے کا جائزہ لیا اور حسابات دیکھے تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ان کی تنخواہ صرف 12000 مقرر تھی وہ بھی پورے لاک ڈاؤن میں ایک مرتبہ بھی نہیں لی، رجسٹر میں ''بقایا'' لکھ کر دستخط کر دئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ آخری عمر میں محبین ومعتقدین اُن کا خیال رکھتے تھے مگر ظاہر ہے کہ یہ کوئی مستقل ذریعہ تو نہیں ہوتا، علاج معالجہ بھی جیسا کہ مجھے علم ہے بعض احبابِ خاص کے ہدایائے خلوص سے ممکن ہو پایا تھا، شاہی میں فقیری کے گویا وہ زندہ مثال تھے۔

معذرت: شخصی احوال کا یہ عنوان بہت اہم بھی تھا اور تفصیل طلب بھی، اس عنوان کے تحت قابل ذکر واقعات بھی بہت تھے مگر میں نے گوناگوں مصروفیات کے دوران بہت آخر میں قلم اُٹھایا اور اشرف الجرائد کے پریس میں جانے کے لئے چند گھنٹے بچے ہوئے ہیں، البتہ اگر آپ اس شمارے میں شامل ان کے تلامذہ کے

مضامین پڑھیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ میں نے ان کی شخصی زندگی کا جو سرسری خاکہ کھینچا ہے وہ رسمی قسم کا نہیں ہے، ایک ایک شاگرد کے زبان وقلم پر اس کی شہادت موجود ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

برادرِ محترم کا سفرِ آخرت

کوئی دو سال سے برادر محترم کی طبیعت ناساز چل رہی تھی، وہ ہمت واستقامت کے کوہِ گراں مایہ تھے، جزع وفزع اور شکوہ وشکایت سے نہایت محتاط رہتے تھے، ان کی معمول کی مصروفیات، اسفار، میٹنگوں میں شرکت، پروگراموں میں شرکت مدرسے کے مسائل کی فکریں اس تسلسل کے ساتھ دن رات جاری تھیں کہ کبھی ہم لوگوں کو وہم بھی نہیں ہوا کہ کسی سخت اور جان لیوا بیماری نے جم لیا ہوا ہے، آخری چھ ماہ کی کیفیت دیکھنے والوں کو فکر میں ڈال رہی تھی، وہ خود تو برابر اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے، کھانسی کا مرض سمجھا جاتا رہا، کیوں کہ بعض مرتبہ کھانسی طویل المیعاد ہوتی ہے تو ان کے مشاغل ومصروفیات کو دیکھتے ہوئے یہی سمجھا جاتا رہا کہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے، دوا کا اہتمام اور پرہیز واحتیاط تو ان کو خوب آتی تھی، دوائیں اور پرہیزی کھانا ساتھ رہتا تھا، پانی بھی اپنا ساتھ رکھتے تھے اور سفر بھی جاری تھے، پروگرام بھی روز افزوں! بالخصوص آخری دنوں میں حیدر آباد میں پیش آئے شدتِ باراں کے نقصانات جس کی تلافی میں وہ ہمہ تن مشغول رہے ان مصروفیات نے ہم لوگوں کو بھی کسی کھٹک میں مبتلا ہونے نہ دیا، قضاء الٰہی سے وہ جتنے ڈاکٹروں سے رجوع ہوئے اور جو علاج جاری تھا ان میں سے کسی کو کوئی کھٹک نہیں ہوئی، کسی خطرناک بیماری کی طرف دھیان نہ گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس مرض کی بعض نوع ایسی ہیں جن کی ابتدائی علامات کا ظہور نہیں ہوتا، مرض حد سے گذر کر ہی ظاہر ہوتا ہے، واللہ اعلم!

آخری ششماہی کے آغاز میں رمضان المبارک سے قبل ڈاکٹر شعیب انصاری (جو پھیپڑوں کے اسپیشلسٹ ہیں) سے رجوع کیا گیا تھا، یہ زمانہ کووڈ کے خوف کا زمانہ تھا، ڈاکٹر خود بہت محتاط رہتے تھے، انہوں نے ایک دوا تجویز کی اور ایک ہفتے کے بعد رجوع ہونے کے لئے کہا، جب ایک ہفتے میں کسی قسم کا افاقہ نہیں محسوس ہوا تو انہوں نے چند ٹسٹ تجویز کئے، ان کی رپورٹ آنے کے بعد میں خود لے کر گیا تو انہوں نے صاف طور پر بتلا دیا کہ مجھے جو خطرہ تھا وہی سامنے آیا، پھیپڑے کینسر سے متأثر ہو چکے ہیں اور مرض قابو کے مرحلے سے آگے نکل چکا ہے، مشورہ طلب کرنے پر انہوں نے ''انڈو امریکن ہاسپٹل'' اور ایک ڈاکٹر کا نام تجویز کیا، اپنی تحریر دی، معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ وہ ڈاکٹر تین دن کے بعد آئیں گے، اس اثناء میں میں نے یہ رپوٹس ان ڈاکٹر صاحب کے پاس بھیجیں جو برادرِ محترم کے مخلص اور اہل تعلق تھے اور گذشتہ دو سال سے انہی کا علاج جاری

تھا، انہوں نے بھی رپورٹس دیکھ کر ٹھیک وہی مشورہ دیا جو ڈاکٹر شعیب نے دیا تھا، پھر میں نے ہومیو پیتھک کے ماہر طبیب ڈاکٹر سلمان صاحب سے بنجارہ ہلز میں ملاقات کی جو ابھی کچھ دنوں سے برادرِ محترم کا ہومیو علاج کر رہے تھے، انہوں نے رپورٹیں دیکھتے ہی کہا کہ اب میرا علاج بھی روک دیا جائے اور اِدھر اُدھر کے خیالات و مشوروں پر وقت خراب کرنے کے بجائے فوراً انڈوامریکن ہاسپٹل سے رجوع کرلیا جائے۔

بہ ہر حال تیسرے دن مجوزہ طبیب سے ملاقات ہوئی انہوں نے مریض کو بھی دیکھا، رپورٹس بھی دیکھے، مزید دو ٹسٹ تجویز کئے جن کی رپورٹ کا حصول وقت طلب تھا، اس لئے عارضی دوائیں تجویز کردیں، علاج شروع ہونے سے کچھ برادرِ محترم بھی مطمئن ہوئے اور کچھ ہمارا بھی دل تھما مگر جب کوئی دس دن بعد وہ رپوٹیں بھی آگئیں تو ڈاکٹر صاحب نے یہ بتلایا کہ مرض دیگر اعضاء پر حملہ آور ابھی تک نہیں ہوا ہے، یہ اچھی بات ہے لیکن خود مرض اپنی جگہ قابو سے باہر ہو چکا ہے، علاج تو شروع کردیں گے مگر افاقے کی اُمید بہت کم ہے، پھر جب انہوں نے علاج کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ پھیپڑوں کے زخموں سے رِسنے والا خون سینے میں جمع ہو چکا ہے، جسے کسی ماہر قلب کی نگرانی میں خالی کرنا ہوگا، چناں چہ مختلف ڈاکٹروں سے رابطے کے بعد ڈاکٹر واصف اعظم نے آمادگی ظاہر کی اور تھمبے ہاسپٹل میں شریک کرکے یہ خون نکالا گیا جو ایک لیٹر سے بھی زائد تھا، انہوں نے بتلایا کہ سینے میں پانی جمع ہونے کے کیسس آتے رہتے ہیں لیکن اس طرح خون آمیز پانی میں نے نہیں دیکھا، چوں کہ اس ڈاکٹر نے کچھ اطمینان نہیں دلایا تھا اس لئے اس سے یونانی علاج کرانے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا ضرور کرائیں، بہت سے مریض یونانی دوا سے صحیح ہوئے ہیں، تب ہم لوگوں نے بنگلور کے حکیم ابوالحسنات مدظلہ سے رجوع کیا، انہوں نے علاج شروع کیا، نسبتاً افاقہ بھی ہوتا رہا، برادرِ محترم چاہتے تھے کہ ایسا حکیم ہو جس سے رجوع ہو کر تغیّرات کی اطلاع دی جاسکے، دریں اثناء کسی خاندانی معالج کا پتہ چلا کہ وہ باپ داداؤں سے اس مرض کے علاج کا تجربہ رکھتے ہیں، بہت سے لوگوں کے شفایاب ہونے کی اطلاع معتبر وخیر خواہ احباب سے ملی تو ان سے رجوع کیا گیا، ان کے علاج سے مزید افاقہ محسوس کیا گیا، انہوں نے بتلایا کہ مرحلہ وار علاج ہوگا، پہلے جراثیم کُش ادویات استعمال کرانی ہوں گی مگر اس سے ضعف بڑھتا جارہا تھا، اُدھر ایلو پیتھک علاج نا قابل برداشت ہوگیا تھا نیز ڈاکٹر نے خود مایوسی بھی ظاہر کردی تھی کہ اب کوئی توقعِ صحت نہیں ہے، ذہنی طور پر کسی بھی صورتِ حال کے لئے آپ لوگوں کو تیار رہنا چاہیئے اسی وجہ سے اس علاج کو روک دیا گیا تھا۔

راجستھان سے ایک ٹیم حیدرآباد آتی ہے جو صرف کینسر کے مریضوں کا علاج ایک خاص ترتیب کے ساتھ کرتی ہے، بعض احباب کی فکروں سے انہوں نے وقت دیا وہ خود گھر پر آئے، پانچ چھ افراد پر مشتمل مسلم وغیر

مسلم ماہرین کینسر تھے، انہوں نے سب رپورٹیں دیکھیں، صورتِ حال کے سنگین ہونے پر وہ بھی متفق نظر آئے البتہ وہ حیران تھے کہ اس اسٹیج میں بقیہ اعضاء کی جو پختگی صحت قائم ہے وہ کیسے ہے؟ ان حضرات نے بھی دوائیں تجویز کی اور صحت کی اُمید دلائی لیکن ان کے علاج کی نوبت نہیں آئی۔

ایک دن قبل کیفیت بہت تکلیف دہ ہوگئی، ان پر کیا گذر رہی ہوگی وہ سمجھ سکتے تھے، دیکھنے والوں کے لئے وہ بے چینی ناقابلِ برداشت ہورہی تھی، وہ جتنے بے چین اور کرب ومصیبت میں تھے اتنی ہی والدہ محترمہ کی بے چینی کا عالم تھا، اس دن وہ مسلسل اندر جاتی آتی رہیں، اور دعائیں دیتی رہیں، بار بار مجھ سے کہتی رہیں کہ آثار اچھے نظر نہیں آرہے ہیں مگر ہم کر بھی کیا سکتے تھے، اہلِ تعلق میں ایک ڈاکٹر عبدالحسیب ہیں اُن سے بھائی معین صاحب نے رابطہ کیا، رات دیر گئے وہ خود آئے، انہوں نے چیک کرکے بتلایا کہ پھیپڑے کا ایک حصہ ناکارہ ہوچکا ہے، اسی لئے وہ ایک کروٹ پر خودبخود پلٹ جارہے ہیں، جو کچھ زبردستی پلایا جارہا ہے وہ کھانے کی نالی بند ہوجانے کی وجہ سے پھیپڑوں میں چلا جارہا ہے، انہوں نے معدے میں ناک سے پائپ داخل کرکے تھوڑا دودھ پیٹ میں پہونچایا، گلوکوز کے ذریعے مختلف انجکشن لگائے، پیشاب کے نکلنے کا انتظام کیا، اس کے بعد وہ بے چینی آہستہ آہستہ کم ہوئی، دو گھنٹے تک برابر راحت رسانی کی کوشش کرتے رہے، اللہ جزائے خیر دے اس بے چارے نے ہر ممکن طور پر اخیر وقت میں راحت پہنچائی، بفضلہٖ تعالیٰ وہ کرب وبے چینی کی کیفیت ختم ہوئی، نیند لگی، تھوڑی دیر کے بعد مزید غذا دینے کے لئے بتا گئے تھے، وہ بھی نالی کے ذریعے دی گئی، جب کچھ اطمینان ہوگیا اور وہ محوخواب ہوگئے تو میں وہیں پر کچھ کھا کے مدرسہ آگیا، بچوں کو بتا آیا تھا کہ انشاء اللہ صبح تک اور بھی طبیعت سنبھل جائے گی بے قراری ختم ہوجائے گی۔

بارہ ایک بجے کے درمیان میں واپس ہوگیا تھا، تھکا ہوا تھا نماز پڑھ کے سوگیا، گہری نیند میں اچانک موبائل کی گھنٹی بجی تو خطرہ محسوس ہوا فوراً اُٹھ کر فون ریسیو کیا تو برادرزادے عزیزم محمد میاں سلمہ نے روتے ہوئے مایوسی کا اظہار کیا اور جلدی پہنچنے کے لئے کہا، فوری طور پر دعائیں کرتے ہوئے ان کے گھر پہنچا تو برادرِ محترم پر ایک خاموش منظر اور گہرا سکوت طاری تھا، انگلی پر آلہ لگا کے ہارٹ ریٹ دیکھا تو 96-97 بتارہا تھا، سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا، کچھ حرکت دینی چاہی مگر چند ہی لمحوں نے انہوں نے ایک ہچکی کے ساتھ جان جان آفریں کے سپرد کردی، ایک طرف بچے ایک طرف بوڑھی ماں ایک طرف دن رات خدمت میں مصروف اہلیہ سب مجھ سے کچھ نہ سننا چاہتے ہوئے بھی میرے کچھ کہنے کے منتظر تھے، میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور کان امر اللہ قدرا مقدورا کہہ کر موت کا اعلان کردیا، ہر گوشے اور کونے میں سکوت اور خاموش سسکیاں تھیں،

اولاد سے لے کر خادموں تک اہلیہ سے لے کر ماں تک کوئی یہ خبر سننا نہیں چاہتا تھا، اسی لئے چھ ماہ سے صبح وشام ایک کئے ہوئے تھے مگر ایسے موقع پر حضرت محی السنہؒ کا ایک ملفوظ یاد آتا ہے کہ جب ہم اُن سے واپسی کی اجازت طلب کرتے تو فرماتے ''اچھا بھئی ضرور! ہر آنے کے بعد جانے کا نمبر ہے'' آج اسی ملفوظ سے تسلی وصبر حاصل کر رہا تھا۔ گھڑی دیکھا تو صبح کے تین بج رہے تھے، سوچا کہ اتنی صبح کون ملے گا؟ معین بھائی البتہ تہجد کے لئے اُٹھ چکے ہوں گے، انہی کو فون ملایا، انہوں نے ریسیو کیا اور فوری پہنچ گئے انہوں نے بھی توثیق کی کہ اب کچھ نہیں بچا۔

برادرِ محترم نصف شب کے بعد خود ہی چت لیٹ چکے تھے، ہاتھ پیر درست کر دئے گئے، چہرے پر نظر پڑی تو حیرت ہوئی کہ رات جس بے چین وکرب انگیز چہرے کو چھوڑ کر گیا تھا جو کسی سے دیکھا بھی نہیں جا رہا تھا وہی چہرہ نہایت تر وتازہ اور مطمئن و پر سکون تھا، بار بار دیکھتا رہا تو یقین اور بڑھتا رہا کہ عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا، جو دیکھتا تھا وہ چہرے کی متانت، تازگی وشگفتگی کو دیکھ کر حیران ہی ہو رہا تھا۔

برادرِ محترم نے آخری تین ماہ بہت صدمے سہے، سخت جسمانی اذیت اور زخمہائے کینسر کی سوزش وجلن برداشت کرتے رہے، پھر بھی جب تک ممکن ہوا نماز باجماعت پڑھتے رہے، ایک شاگرد عبدالحسیب سلمہ مستقل ساتھ رہتے تھے، وہ آن لائن دورہ بھی پڑھ رہے تھے اور صبح وشام ان کی راحت رسانی کے لئے ساتھ رہتے تھے، وہی نماز پڑھاتے تھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے، اخیر میں جب زبان بند ہوگئی تھی تو فرض ادا کرنے کے لئے سوائے اقتداء کے اور کوئی صورت نہیں رہ گئی تھی کہ جماعت کی نماز میں امام کی قرأت مقتدی کی طرف سے کفایت کر جاتی ہے، لیکن مسئلہ وتر کا تھا، اس کے بارے میں لڑکھڑاتی زبان سے مسئلہ دریافت کیا، میں نے مفتی مشہود صاحب سے معلوم کر کے جواب دیا کہ جس طرح رمضان میں وتر باجماعت ایک ضرورت سے پڑھی جاتی ہے اس مجبوری میں بھی اس طرح پڑھ لی جائے تو حرج نہیں، چناں چہ اس کے بعد سے معذور ہوجانے تک وتر بھی باجماعت ہوتی رہی۔

میں جب بھی حاضر ہوتا کچھ کہنے کے لئے بے چین ہوجاتے کچھ کوشش بھی کرتے مگر الفاظ زبان کا ساتھ نہیں دے پاتے تو مجبوراً لیٹ جاتے تھے، اس حال میں بھی بیٹے کے نکاح میں جو سو کیلو میٹر دور تھا، عزیمت کا یہ حال تھا کہ چلنے کو تیار ہوگئے اور گئے، حالاں کہ میں نے منع بھی کر دیا تھا، محفل نکاح میں وھیل چیر پر بیٹھے رہے، نلگنڈہ چوں کہ وطن ہے بہت سے اہل تعلق ملاقات کئے، سب کو دیکھ کر اشکبار اور گلوگیر ہوجاتے تھے، بیماری کے زمانے میں جب بھی حاضر ہوتا اشارے سے دعا پڑھنے کے لئے فرماتے تھے جب دعائے مسنونہ اسأل اللہ

العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک مکمل پڑھ دی جاتی تو خود دعا دیتے اور بچوں کو کچھ لا کر کھلانے کے لئے اشارہ فرماتے تھے ۔جب تک بول سکتے تھے حضرت مفتی سعید احمد صاحب ، حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب اور حضرت مولانا زکریا سنبھلی مدظلہم سے دعا کروانے کو کہتے رہتے تھے، جب ان حضرات کی دعاؤں کی اطلاع دیتا تو ایک گونہ سرور و تبسم ظاہر فرماتے تھے۔

اس عاجز سے بچپن سے بڑی محبت رہی ،ایک فطری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کے بعد ایک بھائی کا انتقال ہوگیا تھا اس کے بعد میری ولادت ہوئی تھی تب تک وہ چار برس کے ہوچکے تھے، میری مصروفیات ، میری صحت اور میرے اسفار کی طرف ہمیشہ فکر مند رہتے تھے، میرے بچوں سے خیر خیریت لیتے رہتے تھے، جب میری گرفتاری کا مسئلہ پیش آیا تھا تو سب سے زیادہ وہ بے چین ہوگئے تھے، قانونی سیاسی اور سماجی ہر راستے سے تدابیر اختیار کر رہے تھے، وکلاء سے مشورے ، جمعیۃ علماء کے اکابر سے رابطہ ہر پل اسی میں مشغول تھے،کھانے پینے سے دل اُچاٹ ہوگیا تھا،کوئی اچھی چیز سامنے دیکھ کر فوراً فرماتے ’’میرا بھائی کیا کھا رہا ہوگا ؟‘‘ حتیٰ کہ دیکھنے والے کہتے تھے بھائی ہو تو ایسا ہونا چاہیئے ۔

جیل میں ایک دن خواب میں دیکھا کہ برادرِ محترم اپنے مخصوص لباس اور ہیئت میں اطمینان سے ٹہلتے ہوئے میرے روم کی طرف آرہے ہیں ، میں خوش بھی ہوں اور حیران بھی کہ جیل کے اندر تو کوئی آ ہی نہیں سکتا ، قیدیوں سے ملنے کی جگہ مقرر ہے وہاں سخت سیکوریٹی میں قیدی جاکر اپنے اعزہ سے ملتے ہیں، نیند سے بیدار ہوا تو پھر یہ دیکھ کر کہ خواب تھا بڑی مایوسی ہوئی ،لیکن دن میں گیارہ بجے کے وقت سپاہی میرے کمرے پر آیا کہ جیلر طلب کر رہے ہیں، مختلف وساوس وخطرات کے ہجوم میں جب اس کے آفس پہونچا تو اس نے پڑوس کے روم کی طرف اشارہ کیا، اس میں داخل ہوا تو برادرِ محترم اسی ہیئتِ مرئیہ میں وکیل صاحب اور ایک پولیس افسر کے ہمراہ موجود تھے، اُٹھ کے گلے ملے ، بے انتہا تسلی دی، اور اطمینان دلایا کہ قانونی چارہ جوئی جاری ہے، انشاء اللہ جلد راحت ملے گی ،اس کے بعد بھی ایک دن جیلر نے بُلایا اور ٹریپٹن کے بسکٹ حوالے کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے بھائی پہنچا گئے ہیں، میرے اوپر جس قسم کے الزامات لگے ہوئے تھے اس کی وجہ سے جیلروں میں سے کوئی مجھ سے ملنا اور بات کرنا نہیں چاہتا تھا ، یہ برادرِ محترم کی محبت اور کرامت ہی تھی کہ وہ برابر آتے اور کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے تھے۔

مجھے کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ سارے لوگوں کے مسئلے حل کرتے ،سینکڑوں کے سرپرست ومشیر تھے، صائب الرائے اور وسیع التجربات تھے مگر اپنے خانگی مسائل میں چاہے وہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ ہو

چاہے ان کی شادی بیاہ کا مجھے فیصل بناتے اور میری رائے کو ترجیح دیتے تھے، بچوں سے بھی ہر کسی مسئلے میں یہی کہتے کہ چاچا سے پوچھ لو، یا ان کے علم میں لاؤ، میں نے اُن کی ایک لڑکی کے لئے ایک رشتے کا مشورہ دیا اور یہ کہا کہ پھر بھی آپ غور کرلیں گھر میں مشورہ کرلیں لیکن اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا ’’اب آپ کے بولنے کے بعد سوچنا کیا ہے‘‘ اور طئے ہی کر دیا۔

اب میں کہاں تک لکھوں اور کیسے بتاؤں کہ ان کی شفقتیں مہربانیاں کس قدر تھیں کیسے وہ ہر معاملے میں مجھ کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے، اور ہر معاملے میں میری عزت و سربلندی کے متمنی رہتے اور اللہ کوئی نعمت یا مرتبہ نصیب کرتا تو ان سے بڑھ کر کوئی خوش ہونے والا نہ ہوتا تھا، واقعہ یہ ہے کہ والد ماجدؒ کے وصال کے بعد برادرِ محترم کا سایۂ شفقت و محبت تسلی کے لئے کافی ہو گیا تھا، مگر اُن کے بعد اپنا گھر بے سقف معلوم ہوتا ہے، **انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ!**

بہ ہر حال فجر سے قبل ہی ’’عصر حاضر‘‘ کے ذریعہ اس اندوہ ناک حادثے کی خبر دے چکا تھا صبح کی نماز پڑھ کر ایک کمرے میں تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گیا، جب اُٹھ کے باہر آیا تو کافی بڑا مجمع گھر پر جمع ہو چکا تھا، ظہر کے بعد اشرف العلوم کے وسیع احاطے میں نماز جنازہ رکھی گئی تھی، دور دور سے فون آنے لگے، سب کو یہی بتا تا رہا کہ ظہر تک پہنچ سکتے ہیں تو سفر کریں، ورنہ وہیں سے دعائے مغفرت و ایصال ثواب کا اہتمام کرلیں، لیکن اس کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں علماء و صلحاء کا مجمع اکٹھا ہو گیا، صبح سے سفر کر کے دور دور سے بھوکے پیاسے لوگ پہنچ چکے تھے، تدفین تک اور کافی وقت لگ سکتا تھا، اس لئے میں نے بھائیوں سے کہہ کر سادہ سے کھانے کا انتظام کروا دیا تھا، ظہر سے قبل سینکڑوں لوگ کھانے سے فارغ ہوتے رہے اور اِدھر جنازہ کے دیدار کا سلسلہ چلتا رہا، جب ظہر کی اذان ہو گئی تو دونوں سلسلے موقوف کر کے نماز کی تیاری کی گئی، نمازِ ظہر کے فوراً بعد ہزاروں مسلمانوں جن میں علماء و صلحاء کی بڑی تعداد تھی نے نماز جنازہ میں شرکت کی، دورانِ نماز ہر طرف سے گریہ و بکاء اور دبی دبی سسکیوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، قبرستان تک جنازہ لے جانے کے لئے ایک ٹرک رکھا گیا تھا مگر حاضرین نے اصرار کیا کہ ہم اتنی دور سے کندھا دینے ہی تو آئے ہیں ٹرک پر نہیں رکھنے دیں گے، چناں چہ کئی کیلومیٹر کا فاصلہ پیدل طئے کر کے جنازہ قبرستان پہنچا، تین چار بجے کے درمیان برادرِ محترم کے جسد خاکی کو سینکڑوں سوگواروں نے بادیدۂ نم سپردِ خاک کر دیا۔ ان للہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ

صبح ہی سے تعزیتی پیغاموں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، پورے ملک سے اکابر علماء کے فون آتے رہے، سب ہی نے ان کی خدمات اور اخلاق کو سراہتے ہوئے وقیع الفاظ میں ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور غم

وافسوس کا اظہار کیا، اس پرچے کے اخیر میں چند اہم تعزیت نامے شامل ہیں انہیں دیکھ کر قارئین برادرِ محترم کے مرتبہ ومقام کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

میں شرمندہ ہوں کہ نہ زندگی میں ان کی محبت واخوت کا حق ادا کرسکا نہ مابعد موت، کیوں کہ بہت کچھ لکھنا چاہئے تھا مگر عدیم الفرصتی اور کثرتِ مشاغل سے عجیب صورت حال کا شکار ہوں، اللہ مجھے معاف فرمائے۔

البتہ اُن کے چھوڑے ہوئے کاموں کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کے لئے ان کے خلف الرشید عزیزم عبدالرحمٰن محمد میاں سلمہ کا ہر ممکن تعاون کررہا ہوں اس امید پر کہ ان کی حق تلفیوں کی یہ تلافی ہوجائے اور ان کی توقعات پر پورا اتر سکوں، دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ میری مدد فرمائے کہ ان عظیم ذمہ داریوں کو آگے نہ بڑھا سکا تو کم از کم علی حالہ قائم رکھ سکوں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا خاتم النبیین۔ آمین

(بقیہ صفحہ: ۵۷ سے)

چوکھٹ تک چھوڑنے آئے اور فرمایا کہ ''یہ آپ کا حق اور اہل علم کا اکرام ہے'' اس وقت جو کیفیت دیکھی اس سے اندازہ ہوگیا تھا کہ اب شاید زندگی کے تھکے ماندے مسافر کا چل چلاؤ ہے، وفات سے ایک دن پہلے میں نے میرے دوست اور پڑوسی مولوی محمد کلیم الدین مسعودی اور میرے لڑکے مولانا محمد عمر عابدین قاسمی مدنی دونوں سے کہا کہ کل یا پرسوں مفتی محمد عبدالمغنی صاحب کی عیادت کے لئے چلنا ہے، ان کے صاحب زادے سے بات کرلو، جو مناسب وقت ہو، اس وقت چلیں گے، مگر ''من چہ خیالم وفلک درچہ خیال است'' کہ ۸ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸ راگست ۲۰۲۱ء کی صبح کو عزیزی عمر عابدین سلمہٗ نے خبر دی کہ مفتی صاحب کی وفات ہوگئی، زندگی میں تو ملاقات نہیں ہوئی؛ مگر نماز جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل ہوا، ماشاء اللہ عوام، اہل علم اور مختلف تنظیموں کے سربراہوں کی بڑی تعداد تھی، ان کی نیکیاں تو ان کے کام آئیں گی ہی؛ مگر ان شاء اللہ مرض وفات کی یہ تکلیف بھی ان کے لئے رفع درجات کا سبب بنے گی، اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو بقاء اور دوام عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہری رحمہ اللہ

رفتید و لے نہ از دل ما

از: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہ العالی
بانی و ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد

ماضی قریب میں حیدر آباد دکن کے جن اہل علم نے داغ فراق دیا ہے، ان میں ایک نمایاں نام محبی ومحبوبی فی اللہ حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہری کا ہے، یاد نہیں کہ پہلی بار کب اس حقیر کا ان سے تعارف ہوا؛ لیکن بہر حال برسوں کا تعلق تھا، تنظیموں کے کاموں میں بھی بعض اوقات ہم لوگ ایک دوسرے کے شریک کار رہے، جیسے وہ مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ کے نائب صدر تھے، اوراس حقیر کو بھی بزرگوں نے اس کا جنرل سکریٹری مقرر کیا تھا، تلنگانہ وآندھرا کے علماءِ دیو بند کی تنظیم مجلس علمیہ میں ہم دونوں شامل تھے، تنظیمی تعلق سے ہٹ کر کوئی اہم دینی یا ملی مسئلہ پیدا ہوتا تو ہم ایک دوسرے کو آواز دیتے تھے، مشورہ کرتے تھے، کام کی نوعیت کے لحاظ سے لوگوں کو جمع کرتے تھے اور ضروری اُمور طے کئے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وسیع القلبی سے نوازا تھا، وہ مسلک ومشرب کے اختلاف سے اوپر اُٹھ کر مشترکہ مسائل کے لئے آگے بڑھتے تھے، اجتماعی کاموں میں اختلاف رائے کو برداشت کرتے تھے، بڑے معاملہ فہم بھی تھے، اکثر ان کی رائیں صائب اور مفید ہوا کرتی تھیں، بزرگوں سے محبت رکھتے تھے، اور ان کے محبوب بھی تھے، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی ؒ ، حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب ؒ ، حضرت مولانا حکیم اختر صاحب ؒ اور مظاہر علوم کے اکابر صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا طلحہ صاحب ؒ ، حضرت مولانا سلمان مظاہری ؒ اور حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب مدظلہ وغیرہ سے بڑا تعلق تھا، ان میں بعض حضرات کے میزبان بھی یہی ہوا کرتے تھے اور اپنے تمام اساتذہ سے حق تلمذ ادا کیا کرتے تھے، نوجوان علماء کے لئے اس معاملہ میں وہ اسوہ تھے، انہیں عوامی مقبولیت حاصل تھی؛ لیکن اپنے اساتذہ کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ گویا وہ خود کچھ نہیں ہے، ان کا ایک بڑا وصف یہ تھا کہ وہ اختلاف کو بھولنا جانتے تھے، اچھے خاصے لوگ بھی اس وصف سے محروم رہتے

ہیں اور اختلاف کو عداوت تک پہنچا دیتے ہیں، میرے تجربہ کے مطابق ان کا یہ مزاج نہیں تھا۔

مجھ پر ان کا ایک خصوصی احسان یہ ہے کہ مجھے اپنے بزرگوں میں حضرت تھانویؒ کے حلقہ کے اہل علم سے مناسبت بھی رہی ہے اور عقیدت بھی، یہی تعلق دور دور سے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ سے بھی تھا، کئی بار مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی، حرمین شریفین میں بھی مجلس میں شریک ہوا؛ لیکن دور دور ہی سے، ایسی ملاقات کی ہمت نہیں ہوئی جس میں تعارف ہو اور بات چیت کا موقع ملے؛ کیوں کہ معلوم تھا کہ مولانا اذان دلوا کر اور قرآن مجید پڑھوا کر امتحان لیتے ہیں اور غلطیوں پر برسرِ مجلس نکیر بھی کرتے ہیں، اور میں ٹھہرا تجوید میں کورا؛ اس لئے ہمت نہ ہوتی تھی، بالخصوص اس لئے بھی کہ حضرت والا کی مجلس میں میرے بہت سے شاگرد رہا کرتے تھے، خیال ہوتا تھا کہ حضرت نے ڈانٹ ڈپٹ کی تو بڑی سبکی ہوگی، حضرت ہردوئی کا آخری سفر ہوا اور ان کا قیام بنجارہ ہلز کے ایک نیاز مند کے پاس ہوا، معلوم ہوا کہ مفتی عبدالمغنی صاحبؒ ان کے خادم خاص ہیں، تو میں نے ان سے کہا کہ ملاقات کا بہت اشتیاق ہے؛ لیکن صاف سی بات یہ ہے کہ میرا ان کے امتحان میں پاس ہونا بہت مشکل ہے، مفتی صاحب نے کہا کہ جو لوگ حضرت کے ارادت مند ہوتے ہیں، ان سے حضرت جرح کرتے ہیں، آپ اس کے لئے متفکر نہ ہوں؛ چناں چہ میں نے ان ہی کے ساتھ حضرت سے ملاقات کی، میزبانوں نے بتایا کہ حضرت کو لمبی گفتگو سے منع کیا گیا ہے؛ اس لئے مختصر ملاقات کیجئے، میں اندر گیا، مفتی صاحبؒ نے بڑی محبت کے ساتھ میرا تعارف کرایا، پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے، کرسی منگوا کر قریب میں رکھوائی اور دیر تک بات کرتے رہے، اپنی مختلف تحریریں عنایت فرمائیں، بعض ایسے پرچے تھے جن پر دعاء یا وظیفہ یا ناصحانہ کلمات درج تھے، وہ بھی منگوا منگوا کر عنایت فرمایا، میں ان کی صحت کی رعایت کرتے ہوئے جلدی اُٹھنا چاہتا تھا؛ لیکن وہ گفتگو کرتے رہے، اس لئے بیٹھا رہا، اخیر میں نصیحت کی گذارش کی تو فرمایا: جب آپ نے خود خواہش کی ہے تو ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ آج کل امر بالمعروف پر تو کام ہو رہا ہے، جماعتیں نکلتی ہیں، علماء کے بیانات بھی ہوتے ہیں؛ لیکن نہی عن المنکر کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہے: حالاں کہ منکر کے ارتکاب سے ہی اللہ کا عذاب آتا ہے؛ اس لئے اپنے بیان اور تحریر میں اس پر خصوصی توجہ دیجئے، یہی میری اول و آخر ملاقات تھی اور یہ مفتی صاحبؒ کے طفیل ہوا؛ اس لئے میں زندگی میں بھی ان کا ممنون تھا اور وفات کے بعد بھی دعا کرتا ہوں۔

ان کی ایک اہم خصوصیت تھی فرقِ باطلہ کا رد، وہ مختلف باطل اور گمراہ فرقوں کے خلاف کھل کر بولتے تھے اور اس کی تردید میں پیش پیش رہتے تھے، خاص کر ردِ قادیانیت کا بھرپور جذبہ رکھتے تھے، گاؤں گاؤں کا سفر کرتے تھے، ختم نبوت کے پروگرام میں جہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کا کوئی اور ذمہ دار نہیں جاتا تھا، وہاں وہ

پہونچتے تھے اور بڑی دلسوزی کے ساتھ مسئلہ کو سلجھاتے تھے۔

انھوں نے تعلیم وتدریس میں بھی نمایاں خدمت انجام دی، مدرسہ فیض العلوم سعید آباد میں بھی خدمت کی، حضرت ہردوئیؒ کی ہدایت پر اڑیسہ کے دور دراز علاقوں میں بھی پہونچے، خود مدرسہ سبیل الفلاح قائم کیا، جہاں اس وقت ماشاء اللہ طلبہ کی اچھی خاصی تعداد اور وسیع وخوب صورت عمارت ہے، جس مسجد میں جمعہ کا بیان کرتے تھے، وہاں بھی تعلیم کا انتظام کیا اور اضلاع میں بھی ضرورت کے اعتبار سے مدارس قائم فرمائے خاندانی اختلافات کو حل کرنے کا بھی ملکہ رکھتے تھے، محکمہ شرعیہ حیدرآباد کے ذمہ دار تھے، میں بعض خاندانی تنازعات ان کے پاس بھیجتا تھا اور بعض معاملات وہ میرے پاس بھیجتے تھے، وہ بڑی حکمت کے ساتھ تنازعات کو حل کرتے تھے، انھوں نے حیدرآباد کے محلہ لکڑ کوٹ، چھتہ بازار کی مسجد میں طویل عرصہ تک جمعہ کی خطابت کی ذمہ داری انجام دی، اس مسجد میں مختلف مسلک ومشرب کے لوگ جمعہ ادا کرتے ہیں؛ لیکن زبان وبیان میں اعتدال اور محبت واخلاق کی وجہ سے ہر طبقہ ان سے مانوس تھا، یہ اسی فہم وفراست اور توازن واعتدال کا نتیجہ ہے کہ ان کو جمعیۃ علماء ہند شہر حیدرآباد کا صدر منتخب کیا گیا، اور شہر میں جمعیۃ علماء کو متعارف کرانے میں انھوں نے بڑا رول ادا کیا، اسی طرح مجلس علمیہ کے کاموں اور مشوروں میں ان کا بنیادی حصہ ہوا کرتا تھا۔

اس حقیر سے بھی ان کو ذاتی اُنس تھا، وہ خود مفتی تھے مگر بہت سے مسائل میں اس حقیر سے مشورہ کرتے تھے، ان کے صاحبزادہ عزیزی عبدالرحمٰن محمد قاسمی سلمہ اللہ تعالیٰ کو انہوں نے خاص طور پر معہد میں داخل کرایا، حالاں کہ شہر میں کئی اچھے ادارے ہیں عزیزی سلمہٗ کے علاوہ بھی ان کے مختلف عزیزوں نے بہت ہی سعادت مندی کے ساتھ معہد میں تعلیم حاصل کی، ظاہر ہے اس میں ان کا اور ان کے برادر عزیز حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب کا اشارہ شامل ہوتا تھا۔

غالباً جدید تعلیمی پالیسی کی نسبت سے ایک میٹنگ منعقد ہوئی، جس میں شہر کے ذمہ دار علماء شریک تھے، اس وقت میں نے مفتی صاحب کو دیکھا کہ موسم ٹھنڈا نہ ہونے کے باوجود سر سے پاؤں تک گرم کپڑا پہنے ہوئے ہیں، کسی قدر کھانس بھی رہے ہیں، اور گفتگو بھی معمول سے کم کر رہے ہیں، میں نے اُسے بخار نزلہ سمجھا، پھر مدتوں ملاقات نہیں ہوئی اور برابر علالت کی اطلاع ملتی رہی، وفات سے پندرہ بیس دن پہلے معلوم ہوا کہ ان کی بیماری کی نوعیت پُرخطر ہے، یعنی کینسر کے موذی مرض نے ان کو آ پکڑا ہے، عیادت کے لئے دولت خانہ پر پہونچا تو دیکھا ضعف ونقاہت بہت بڑھی ہوئی ہے، اسی حالت میں اشارہ سے کرسی پر نماز پڑھی اور یہ ان کا حسنِ اخلاق ہے کہ میرے بہ اصرار روکنے کے باوجود بچوں کے سہارے دیوان خانہ کی۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۵۴ پر)

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ

بہ قلم: مولانا شاہ عالم گورکھپوری زید مجدہٗ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات ہمہ جہت ہیں، بالخصوص تعلیمی، تنظیمی، سماجی خدمات کے ساتھ تحفظ ختم نبوت کے میدان میں اصلاح عقائد کے موضوع پر آپ کی خدمات وسرگرمیوں کا دائرہ ریاست و بیرون ریاست، دور دور تک پھیلا ہوا ہے، ان میدانوں میں ماہ جون ۲۰۰۱ء سے لے کر وفات سے چند ماہ پہلے تک کے بہت سے مواقع پر آپ کی بے لوث قربانیوں اور مجاہدات وسرگرمیوں کا راقم سطور چونکہ بچشم خود مشاہد اور احوال و کوائف کا گواہ ہے؛ اس لیے ہمیں امید ہے کہ آپ کے سوانحی خاکہ کے مرتبین ان تمام پہلوؤں سے الگ الگ ابواب میں اگر آپ کے سوانحی خاکہ کو ترتیب دیں گے تو نسلِ نو کے لیے ہر باب مفید ثابت ہوگا۔

اکابر اہل اللہ کی صحبت بافیض کے سبب ذاتی اور شخصی خوبیوں سے بھی آپ آراستہ تھے، مولانا مرحوم کی خوبیوں میں اس بات کے سبھی معترف ہیں کہ علمائے دین خواہ ملک کے کسی بھی حصہ سے تعلق رکھتے ہوں اور بالخصوص علمائے دارالعلوم دیوبند کی خدمت کے لیے باوجود اپنی دیگر مصروفیات کے بچھے جاتے تھے، اور کسی کو احساس بھی نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ کسی تعلیمی ادارے یا کسی بڑی تنظیم وتحریک سے تعلق رکھنے کے سبب کس قدر مصروف رہتے ہیں، ہمیں امید ہے کہ ان کے پسماندگان مولانا عبدالرحمن عرف محمد میاں اپنے دیگر برادران کے ساتھ اپنے والد محترم کی اس خوبی کو باقی رکھیں گے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت سے آپ کی وابستگی بہت پرانی ہے، موجودہ نظام تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ آندھرا و تلنگانہ کے وجود میں آنے سے پہلے ۲۵/۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۸/۱۹ جون ۲۰۰۱ء میں جب مدرسہ اشرف العلوم خواجہ باغ حیدرآباد میں بڑے پیمانے پر مجلس کے اراکین وممبران کا انتخاب عمل میں آیا تو اس وقت بھی آپ اس نظام و پروگرام کے سرگرم اراکین میں سے تھے، مجلس کے لیے منتخب نائب صدور مجلس تحفظ ختم نبوت (آندھرا) کی فہرست میں آپ کا نام نامی شامل تھا، یہیں سے حضرت مرحوم سے بندۂ ناچیز کا تعارف ہوا پھر جب بعد میں مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ (آندھرا و تلنگانہ) کا قیام عمل میں آیا تو اس مجلس کے بھی بحیثیت

ٹرسٹیز نائب صدر جیسے باوقار عہدے پر فائز ہوئے، اور اس عہدے کا حق ماشاء اللہ پوری عمر نبھایا، جناب مولانا ارشد علی قاسمی صاحب سکریٹری مجلس نے بتایا کہ جب بھی اور جہاں کہیں بھی ضرورت ہوتی حضرت موصوف موسم اور طبیعت کی عدم موافقت کے باوجود خدام مجلس کی حوصلہ افزائی کے لیے بے تکلف تشریف لے جاتے رہے۔

ریاست آندھرا اور تلنگانہ کے بے شمار مقامات پر حضرت موصوف کے ہمراہ اسفار ہوئے، اور اس کثرت سے ہوئے کہ اب ان میں سے بہت سے مقامات کے نام بھی یاد نہیں رہ گئے، بالخصوص مجلس تحفظ ختم نبوت نظام آباد، کی زیر نگرانی منعقد ہونے والے پروگرموں میں جناب مولانا مفتی سعید اکبر صاحب اور جناب مولانا عماد الدین قاسمی صاحب کی دعوت پر متعدد بار شرکت کا موقع ملا، مجلس تحفظ ختم نبوت آرمور، میں مولانا اکرام الدین قاسمی کی دعوت پر اور مجلس تحفظ ختم نبوت نلگنڈہ، کی زیر نگرانی منعقدہ پروگراموں میں جناب مفتی سید صدیق احمد صاحب کی دعوت پر یا مجلس تحفظ ختم نبوت ٹولی چوکی شہر حیدرآباد، وغیرہ کے زیر انتظام اجلاسہائے عام وخصوصی تربیتی پروگراموں میں راقم سطور نے بارہا دیکھا ہے کہ منتظمین کی جانب سے طے کردہ نظام کو نبھانے کا پورا اہتمام کرتے تھے، بارہا ایسا بھی ہوتا تھا کہ مسند صدارت پر رونق افروز ہونے کے سبب آپ کو پروگرام کے بالکل اخیر حصے میں وقت ملتا، لیکن یہ بھی آپ کو بار محسوس نہ ہوتا تھا۔

لاک ڈاؤن سے پہلے، ریاستی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ کی زیر نگرانی پورے صوبے میں تحفظ ختم نبوت عشرہ کے عنوان سے جن دنوں پروگرام چل رہے تھے، اور اپنی افادیت و نافعیت کے سبب تقریباً سارے ہی پروگرام عوام وخواص کی دلچسپی ورجحان کا مرکز بنے ہوئے تھے، اس دوران ایک دن میں کئی کئی پروگرام مجلس کی جانب سے طے ہوجاتے تھے، ان پروگراموں میں بھی راقم سطور نے دیکھا کہ طے شدہ ہر پروگرام میں بے تکان شریک ہوتے رہے جس سے منتظمین اجلاس کو بڑا حوصلہ ملتا تھا۔

صحیح تاریخ تو یاد نہیں، لیکن اتنا اچھی طرح یاد ہے کہ ریاستی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ کے تحت اس کی ایک شاخ واقع ٹولی چوکی حیدرآباد میں غالباً دو روزہ تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا تھا، اور جناب مولانا ارشد علی صاحب نے پورے شہر کے علماء بلکہ بیرون ریاست کے علماء کو بھی بڑی تعداد میں ایک اسٹیج پر جمع کردیا تھا، اس کی ایک نشست کی صدارت ہمارے ممدوح حضرت مفتی محمد عبد المغنی صاحب نور اللہ مرقدہ کے سپرد تھی، اس کے ساتھ ہی شام میں تقریباً دو سو کیلومیٹر دور کسی اجلاس میں بھی حضرت مرحوم کو شریک ہونا تھا، راقم نے پوچھا کہ آپ دونوں پروگراموں میں کیسے شریک ہوں گے؟ کہنے لگے ان دونوں پروگراموں میں شرکت کے بعد نماز فجر سے پہلے آپ کی روانگی ہے، ان شاء اللہ اپنے مدرسے میں چائے پلاکر آپ کو ایئرپورٹ تک پہنچانا بھی میرے ہی ذمے ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، بندۂ ناچیز تو پروگرام کے بعد کچھ وقفے کے لیے سو بھی گیا، مگر مفتی صاحب اسی وقت

آئے اور پندرہ بیس منٹ کے بعد مجھے لے کر ایئر پورٹ کے لیے روانہ ہوگئے ، بلا شبہ یہ مجاہدہ اور ہم جیسے خوردوں کے ساتھ یہ محبت وشفقت صرف اور صرف تحفظ ختم نبوت کی عظمت واحترام کے پیش نظر تھی۔

مجھے یاد آیا کہ جمعیۃ علمائے ہند کا ایک بڑا اجلاس حیدر آباد میں ہوا جس میں دیوبند سے حیدر آباد تک اسپیشل ٹرین سے دار العلوم دیوبند کے بہت سے اساتذہ نے سفر کیا، ان میں راقم سطور بھی تھا، پروگرام کے بعد حسب انتظام جس کو جہاں جگہ ملی وہیں ٹھہر گیا، اور رات میں سو بھی گیا، میں نے دیکھا کہ کچھ ہی دیر بعد مجھے تلاش کرتے ہوئے مفتی محمد عبد المغنی صاحب تشریف لا رہے ہیں؛ اور فرما رہے ہیں کہ معاف کیجیے گا، آپ تک پہنچنے میں تاخیر ہوگئی، آنکھ کھول کے دیکھتا ہوں تو کچھ ہی فاصلے پر کچھ اور اساتذہ کھڑے نظر آ رہے ہیں، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آپ لوگوں کا قیام خصوصی طور پر مدرسہ اشرف العلوم میں ہے، وہاں تشریف لے چلیں، بات صرف اتنی تھی کہ مفتی صاحبؒ کے دل میں دار العلوم اور اس کے اساتذہ کی جو قدر ومنزلت تھی مفتی صاحب محض اس کے تقاضے کو پورا کر رہے تھے، اور مہمانوں کو تلاش کر کے ان کے مناسب حال آرام کے انتظامات کر رہے تھے، اور جمعیۃ کی جانب سے طے شدہ قیام گاہ سے اٹھا کر زیادہ آرام کی جگہ لے جا رہے تھے، ورنہ پہلی قیام گاہ بھی بہ ہر حال آرام دہ تھی؛ جبکہ جمعیۃ کی جانب سے منعقدہ پروگرام کا وہ خود بھی حصہ تھے، اور تکان سے چور ہو رہے تھے۔

ابھی ماہ رجب ۱۴۴۲ھ کے اوائل میں جامعہ اشرف العلوم خواجہ باغ میں شہر حیدر آباد کے مقتدر علماء کی ایک بڑی میٹنگ خاص تحفظ عقائد کے موضوع پر منعقد ہوئی، جس کے ناظم ومنتظم حسب تجویز دار العلوم دیوبند حضرت مولانا عبد القوی صاحب مدظلہ تھے، دار العلوم دیوبند سے حسب الحکم حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم راقم سطور نے اس میں شرکت کی، اس میٹنگ میں مفتی صاحبؒ نے ماشاء اللہ موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی، تمام مہمانوں کے ساتھ اگر چہ وہ خود بھی مہمان تھے، لیکن سبھی دیکھ رہے تھے کہ مفتی صاحب میزبان کے فرائض انجام دیتے ہوئے شریک طعام ہیں، دوران طعام مختلف حالات وموضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، مستقبل کے منصوبے بھی بنتے رہے، لیکن کسے معلوم تھا کہ بس یہ ملاقات آخری ملاقات ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہ چند سطریں بعجلت ممکنہ راقم سطور نے عبد الرحمن محمد میاں قاسمی سلمہ خلف الرشید حضرت مفتی صاحبؒ کے حسب فرمائش لکھ دی ہیں، فرصت کے وقت میں ان شاء اللہ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت اور حیدر آباد کی مجلس میں جمع شدہ تاریخ وار مفتی صاحب کے پروگراموں اور دیگر خدمات کی تفصیلات کو جمع کرنے کا ارادہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی اولاد کو ان کا نعم البدل بنائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے رفیق میرے ہم درس

بہ قلم: حضرت مولانا سید احسان الدین رشادی قاسمی مدظلہٗ
ناظم دارالعلوم نلگنڈہ

رفیق محترم مولانا مفتی عبد المغنی صاحب طویل علالت کے بعد ۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/اگسٹ ۲۰۲۱ء بدھ کی شب صبح ۴/بجے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ان للّٰہ ما اعطیٰ و لہ ما اخذ و کل عندہ باجل مسمّٰی۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ واجعل الجنۃ مثواہ

آج وہ کل ہماری باری ہے ۔۔۔ موت سے کس کو رستگاری ہے

مفتی صاحب مرحوم سے میرے تعلق کی ابتداء مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی یوپی سے ہوئی، اگرچہ کہ ان کے دو تایا جناب مولوی عبدالستار صاحب مرحوم اور جناب عبدالمختار صاحب مرحوم ہمارے ہم محلہ تھے، جن کے یہاں ہمارا آنا جانا تھا، اور ان کے پھوپھا میرے رشتہ کے چچا ہوتے تھے، اور ان کا آبائی وطن نارائن پور خورد نلگنڈہ سے بہت قریب ہے؛ لیکن چونکہ ان کے والد ماجد مولوی عبدالغنی صاحبؒ اس زمانہ میں مدرسہ فیض العلوم سعید آباد حیدرآباد میں مدرسہ کے بڑے ذمہ دار تھے، مصروفیت بہت رہتی تھی؛ اس لیے حضرت مرحوم کا نلگنڈہ آنا جانا کم تھا، بریں بناء نلگنڈہ میں مفتی صاحب سے ملاقات مجھے یاد نہیں۔

بہر حال مجھے مدرسہ تجوید القرآن نلگنڈہ ملحقہ مجلس دعوۃ الحق ہردوئی سے حفظ مکمل کرنے کے معاً بعد ۱۳۸۹ھ میں طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت اقدس قاری امیر حسن صاحبؒ کی ہمرکابی میں ہردوئی بھیج دیا گیا، جس کی تقریب اس طرح ہوئی کہ میرے بڑے بھائی سید نور الدین صاحب مرحوم اس زمانہ میں مدرسہ فیض العلوم میں مدرس تھے؛ ان کا اصلاحی تعلق اولاً حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے تھا، حضرت جی کے انتقال (۱۹۶۵ء) کے بعد انہوں نے اپنا اصلاحی تعلق محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ سے قائم کیا۔ (کم حضرات کو یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ، حضرت جی دوم مولانا محمد یوسف صاحبؒ،

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ یہ تینوں حضرات ہم جماعت اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں تھے، دورۂ حدیث شریف میں تینوں کے اول پوزیشن حاصل کرنے پر حضرت شیخ نے ان کو ترمذی شریف کی شرح الکوکب الدری انعام میں دی تھی)

بھائی صاحب مرحوم کی تحریک پر ہردوئی داخلہ کی کارروائی ہوئی اور بھائی صاحب کی دعوت پر حضرت مرشدی قاری صاحبؒ شوال کی کسی ابتدائی تاریخ میں غریب خانہ تشریف لائے، حضرت کی دعوت بھی ہوئی اور دعوت میں کھانے کے بعد گلاب جامن پیش کرنا اب بھی مجھے یاد ہے، چنانچہ آپ کی آمد کے ایک دو دن بعد مجھے ہردوئی بھیج دیا گیا، اس سال کا ابتدائی کچھ حصہ دَور میں گذرا، اور غالباً جمادیٰ الاولیٰ میں فارسی شروع ہوئی، میرے ساتھ ایک اور ساتھی مولوی حکیم سعید احمد اسہی اعظم پوری بھی تھے، مفتی عبدالمغنی صاحب اگلے سال ۱۹۷۱ء میں بغرض تعلیم درس نظامی ہردوئی آئے، چونکہ ہماری جماعت درمیان سال شروع ہوئی تھی، اور ہم صرف دو تھے، اس لیے ہمیں ان کی جماعت میں ضم کردیا گیا، اس طرح ہم اور وہ ہم درس ہوگئے، ساتھ میں اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، پڑھنا لکھنا چلتا رہا، کمرہ بھی ہمارا ایک ہی تھا، دارجدید کے نئے ہال میں ہماری رہائش تھی، احقر کو ہردوئی کی آب وہوا موافق نہیں آئی، اس لیے دونوں سال لمبا عرصہ بیمار رہا، یہ دیکھ کر میرے والد مرحوم نے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ سریا پیٹھ وسابق ناظم مجلس علمیہ کے مشورہ سے مجھے دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور بھیج دیا، جہاں سے میں نے جولائی ۱۹۷۸ء میں فراغت پائی، اس دوران مفتی صاحبؒ سے کوئی رابطہ نہ رہا، وہ اس دوران جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ گئے، پھر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آئے، مجھے تینوں جگہ ہردوئی، باندہ، مظاہر علوم کی مدت تعلیم کا علم نہیں ہے؛ البتہ سبیل الرشاد بنگلور سے فراغت کے بعد میں دورۂ حدیث شریف کے لیے دارالعلوم دیوبند پہنچا، میرے ساتھ برادرزادہ مفتی سید صدیق احمد سلمہٗ بھی تھے، جواب تک میرے ساتھ دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور میں میری زیر نگرانی جماعت سوم تک پڑھ چکے تھے، ان کی اگلی تعلیم کے لیے میں نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا انتخاب کیا اور ان کو ساتھ لے کر سہارنپور پہونچا، وہاں بے شان وگمان مفتی عبدالمغنی صاحب جو یہاں دورۂ حدیث شریف کے سال میں تھے، نیز ہمارے زمانۂ ہردوئی کے ابتدائی ساتھی مولوی احمد علی حیدرآبادی ولد ناظر علی صاحب مرحوم (حال مقیم امریکہ وسابق امام مسجد محی الدین النساء ملک پیٹ حیدرآباد) اور مولوی احمد علی صاحب ہردوئی (خلیفہ مرشدی حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ واستاذ حدیث مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی) سے ملاقات ہوگئی، یہ سب احاطہ مطبخ میں مقیم تھے، لمبی مدت کے بعد ملاقات کی وجہ سے بڑی مسرت ہوئی، اور میں نے ان حضرات پر اعتماد کرتے ہوئے مفتی صدیق احمد کے

داخلہ کی تمام کارروائی ان کے سپرد کر کے دیوبند واپس ہوگیا، اب سہارنپور عزیز مذکور کی وجہ سے میری بار بار حاضری ہونے لگی، ویسے بھی میرا بیعت کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ۱۹۷۵ء میں قائم ہو چکا تھا۔سہارن پور آمد ورفت کی ایک اور وجہ کشش یہ بھی تھی۔ ؎

گفت معشوقے بعاشق کاے فتی
تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدامی شہر زانہا خوشتر است
گفت آن شہرے کہ دروے دلبرست

اس سال مفتی صاحب مرحوم کی فراغت دورۂ حدیث شریف مظاہر سے اور میری فراغت دارالعلوم دیوبند سے ہوئی، فراغت کے بعد مفتی صاحب نے افتاء کیا، اور واپسی پر مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں استاذ مقرر ہوئے، اب مرحوم سے وقتاً فوقتاً ملاقاتیں ہوتی رہیں، حضرت پیر ومرشد قاری صاحبؒ کی آمد حیدرآباد اکثر ہوتی رہتی تھی اور کئی کئی دن قیام رہتا تھا، اس تعلق سے احقر فیض العلوم جاتا رہتا تو وہاں آپ سے بھی ملاقات ہوتی اور بات چیت خیر خیریت، اور احوال وکوائف سننے سنانے کا موقع ملتا تھا، بہت سی دفعہ مجھے آپ کا مہمان بننے کا بھی شرف حاصل ہوتا تھا، آپ کے والد ماجد کی بھی خصوصی محبت وعنایت حاصل ہوتی تھی، پھر آپ مدرسہ سبیل الفلاح لکڑکوٹ منتقل ہوئے، وہاں محبی ومحبوبی ومحسنی مولانا فرحت اللہ مظاہری مرحوم کے ساتھ بکثرت آنا جانا رہتا اور لمبی لمبی ملاقاتیں رہتیں، مجلس علمیہ وجمعیۃ علماء (جس کے وہ بھی رکن عاملہ تھے اور میں بھی رکن عاملہ تھا) کے اجلاسوں میں ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، ادھر دو چار سال سے گھٹنوں اور پیروں میں مسلسل درد کی وجہ سے میں نے اسفار پوری طرح ترک کر دیئے، جس کی وجہ سے ملاقات کا سلسلہ بند رہا۔علالت کی خبریں ملتی رہیں، دعائیں ہوتی رہیں مگر" وکان امر اللہ قدرا مقدورا " ان کی زندگی کے ایام پورے ہو چکے تھے، کوئی دوا، تدبیر کام نہ آئی، آخری دفعہ ان کے چھوٹے صاحبزادے کے نکاح میں ۳۰/ جولائی کو شاید آخری خواہش کی تکمیل کے طور پر بدقت تمام وہیل چیر پر تلنگنڈہ آئے، میں عصر بعد ان سے ملنے شادی خانہ گیا، وہ لیٹے ہوئے تھے، ساتھ میں خدام تھے، میں نے سلام کر کے اپنا نام پکارا، پتہ نہیں انہوں نے پہچانا یا نہیں؛ لیکن آنکھوں میں آنسو تھے، زبان بند تھی، اشارے سے بھی قاصر تھے۔ ؎

مریض محبت میں اب کیا دھرا ہے
جو باقی ہیں سانس وہ آ جا رہے ہیں

میں دو چار منٹ بیٹھ کر بوجھل قدموں کے ساتھ واپس آ گیا۔

دارالعلوم نلگنڈہ اوراحقر کے ذاتی کاموں کو بھی آپ بڑی محبت، بشاشت اور دلچسپی سے انجام دیتے تھے، اورکام کرکے خوشی محسوس کرتے تھے، احقر نے یہ خوبی ان دونوں حضرات کے علاوہ مولانا سیدا کبرالدین صاحب مرحوم سابق نائب ناظم مجلس علمیہ میں دیکھی کہ وہ دوسروں کی خدمت کے لیے نہ صرف ہمہ دم تیار رہتے تھے بلکہ اس میں خوشی محسوس کرتے تھے، اوراپنی بساط بھر کوشش کرتے، نیا پرانا، شناسا غیر شناسا، اپنا پرایا کوئی بھید بھاؤ یا تکلف نہیں ہوتا تھا، ہمہ وقت بلا جھجھک خدمت کے لیے تیار رہتے، اسی لیے ہمیشہ ان کے اطراف طلبہ وعوام کی بھیڑ لگی رہتی تھی، علمی دینی ملی سیاسی سماجی ہر طرح کے لوگوں سے ان کا رابطہ تھا، سبھی ان کو اپنا سمجھ کر اپنا دکھ درد سامنے رکھتے اور وہ ہر ایک کی تسلی کا سامان کرتے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ان کا طریق تھا۔

آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف ست
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

وہ ہر ایک سے خندہ جبینی سے پیش آتے تھے، ہر ایک سے گھلے ملے رہتے تھے، تکلفات اور رکھ رکھاؤ سے کوسوں دور ونفور تھے، سفارش کرنے کے معاملہ میں بھی بڑے فراخ دل تھے، جہاں تک ان سے بن پڑا اس کے کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے، ان کا ایک وصف خاص رجال سازی تھا، انہوں نے بہت سے ہیرے تراشے، نا قابل لوگوں کو قابل بنایا، کام پر لگایا، حوصلہ افزائی کرکے آگے بڑھایا، ان کو میدانِ عمل میں اتارا اور ان کے کاموں کی سراہتے ہوئے ان کے قدم جمائے، بعض طلبہ ایسے تھے جو کسی وجہ سے ان کے یہاں نہیں پڑھ سکتے تھے تو ان کو مناسب مشورہ دے کر دوسری جگہ بھجوا کر ان کو کام کے لائق بنایا، خود میرے پاس دارالعلوم نلگنڈہ انہوں نے کئی طلبہ بھیجے جنہوں نے یہاں تکمیل کرکے کامیابی حاصل کی اوران کا نام روشن کیا۔ عام طور پر ناظم واساتذہ کا تعلق طلبہ کے ساتھ تعلیمی دور تک ہی رہتا ہے، اس کے بعد تو کجا و من کجا کا معاملہ رہتا ہے؛ مگر جو اُن کے پاس پڑھتا وہ بعد میں بھی ان سے وابستہ رہتا، اوراپنا تعلق برابر قائم رکھتا، اور مفتی صاحب بھی خبر گیری فرماتے رہتے، اور ملنے پر بڑی محبت ومسرت کا اظہار فرماتے، ہنسی مذاق وغیرہ کے ذریعہ اس کے ساتھ تعلق کا اظہار فرماتے، اورکوئی مناسب مشورہ دینا ہوتا تو بے تکلف دیتے تھے، کام کے سلسلہ میں دریافت کرکے حال چال

پوچھتے، فی زمانہ ایسے مہربان مشفق اساتذہ بہت کم ہیں، جو اس طرح گھل مل کر طلبہ کے دل میں اپنی جگہ بنائیں۔

ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

ے وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

مفتی صاحبؒ کو اکابر سے استفادہ اور ان کے فیوض کو عام کرنے سے بھی خاصی دلچسپی تھی، ملک کے چوٹی اور صف اول کے علماء و مذہبی قائدین سے ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے، وہ ان سے رابطہ کرکے ان کا وقت لے کر بڑے بڑے جلسے شہر و اضلاع میں کراتے تھے، اور لوگوں کو علمی و دینی نفع پہونچاتے تھے، خود ہمارے پاس دارالعلوم نلگنڈہ میں متعدد اکابر کی آمد مفتی صاحب کی دعوت پر ہوئی، جیسے صاحبزادۂ شیخ الحدیث مرجع الاکابر والاصاغر پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ کاندھلوی، برکۃ العصر حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحبؒ ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، سراج الملت حضرت مولانا سید بلال حسین صاحب تھانوی مہتمم جامع العلوم اشرفیہ باغپت، مفسر قرآن و معروف سیرت نگار و سیرت بیاں حضرت مولانا انیس احمد آزاد قاسمی بلگرامی ناظم جامعہ عربیہ سید المدارس دہلی، جمعیۃ علماء ہند دہلی کے اجلاسِ منتظمہ کے موقع پر میری درخواست پر مفتی صاحب مجھے مؤخر الذکر بزرگ کی خدمت میں اپنے ساتھ ان کے مدرسہ واقع نیوسیلم پور لے گئے، اور وقیع الفاظ میں میرا تعارف کرایا، اور ان سے نلگنڈہ کے لیے وقت لیا، معروف مؤرخ نبیرۂ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب امین عام مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ترجمان اہل سنت تحریک مدح صحابہؓ کے روح رواں مولانا عبدالعلیم فاروقی کاکوری نائب صدر جمعیۃ علماء ہند، مشہور شاعر و مسترشد محی السنۃ ڈاکٹر رفیق بلگرامی، یہ دو چار نام بے ساختہ نوک قلم پر آگئے؛ ورنہ فائل دیکھی جائے تو اور بھی نام نکلیں گے۔ اِن سب حضرات اکابر کی تشریف آوری کا ذریعہ حضرت مفتی صاحبؒ ہی بنے ہیں، رفیق بلگرامی صاحب کی تشریف آوری پر آپ نے دارالعلوم کے تحتانی مکہ مسجد میں بزم حمد و نعت سجائی، جس میں دیگر شعرائے کرام بھی مدعو کئے گئے جن کے کلام سے یہاں کے لوگ بہت محظوظ ہوئے، یہ ان کے لیے پہلا انوکھا جلسہ تھا۔

اسی طرح جب آپ جمعیۃ علماء حیدرآباد کے سٹی صدر مقرر ہوئے تو عرصہ تک بہت بڑے پیمانہ پر سٹی جمعیۃ علماء کے زیر اہتمام نئے اور پرانے دونوں شہروں میں صدر ریاستی جمعیۃ علماء حافظ پیر شبیر احمد صاحب حفظہ اللہ ورعاہٗ کی زیر صدارت بڑی آب و تاب کے ساتھ نعتیہ مشاعرے منعقد کرواتے رہے؛ جس میں ملک کے گوشہ

گوشہ سے متشرع وممتاز شعرائے کرام کو مدعو کیا جاتا رہا، اسی کے ساتھ ساتھ بلکہ اسی کے زیر اثر اضلاع میں بھی نعتیہ مشاعروں کا ایک سلسلہ چل پڑا، خود ہمارے یہاں نلگنڈہ میں کئی ایک فقید المثال نعتیہ مشاعرے جمعیۃ علماء نلگنڈہ کے زیر اہتمام خاکسار راقم الحروف کی نگرانی میں منعقد ہوئے، جس کی یادیں آج بھی لوگوں کے دلوں میں تازہ ہیں، یوں تو دکن میں نعتیہ مشاعرے ہوتے رہے اور ہوتے رہتے ہیں مگر محدود ومخصوص تعداد تک ان کا دائرہ ہوا کرتا ہے، مگر مفتی صاحب نے جس عام انداز میں اس کی طرح ڈالی یہ انہیں کا حصہ تھا۔

الغرض مفتی صاحب نے دینی، ملی، مذہبی، سیاسی، سماجی ہر طرح کے میدان میں اپنی خدمات کے اَن مِٹ نقوش چھوڑے، وہ بچپن ہی سے محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب حقی ہردوئیؒ کے دامن تربیت سے وابستہ تھے، حضرت سے اصلاحی تعلق تھا، تاآنکہ حضرت نے ان کو اپنا مجاز بھی بنایا، وہ حضرت محی السنہؒ کے انداز پر منکرات پر نکیر کے معاملہ میں بھی بہت حساس واقع ہوئے تھے، اور انہیں کے نقش قدم پر تھے۔

مفتی صاحب ایک دفعہ یہاں دارالعلوم نلگنڈہ آئے ہوئے تھے، اس زمانہ میں مشہور مجود عبد اللطیف صاحب مرحوم سابق استاذ مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد یہاں درجہ قاعدہ ناظرہ کے مدرس تھے، مرحوم بچوں کو اذان کی مشق بھی کراتے تھے، ایک طالب علم غوث ساکن ابراہیم پیٹھ نے ظہر کی اذان دی، مفتی صاحب نے اذان غور سے سنی، بعد میں اس طالب علم کو بلا کر شاباشی دی، اور اذان پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے پانچ روپیہ اس کو انعام دیا، یہ لڑکا آج بھی نڈمانور میں مؤذن ہے۔

آپ مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد کے ذمہ داروں میں سے تھے جس کے ہر ماہ مسجد نور فیض العلوم میں اجتماعات ہوتے تھے، یہ سلسلہ شائد اب بھی جاری ہے، اور محترم مولانا احمد عبید الرحمٰن صاحب مدظلہ اس کے ذمہ دار ہیں، اس کے اشتہار میں ایک دفعہ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کے مراقبۂ موت کی یہ رباعی لکھی تھی جو یکایک یاد آگئی، اس کا ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اس میں تذکیر و پیغام ہے۔ ؎

دارفانی کی سجاوٹ پر نہ جا
نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا
انه قد فاز فوزاً من نجا

مفتی صاحب نے بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کی، خود دارالعلوم میں متعدد جلسوں کی صدارت اور مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے بار بار مدعو کئے گئے اور اپنے خطاب فیض مآب سے مستفید فرمایا، احقر ان کے

ساتھ بعض اسفار میں شریک بھی رہا۔ ہمیشہ انہیں ”ع نرم دمِ گفتگو گرم دم جستجو“ پایا۔

میں مدرسہ تجوید القرآن میں پڑھنے کے زمانے سے پنچ کلی ٹوپی پہنتا تھا، ہردوئی کا تو یہ یونیفارم ہی تھا، لیکن جب دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور گیا تو وہاں لمبی دو پلی ٹوپی پہننے کا سختی سے لزوم تھا، چنانچہ اسی کو اختیار کرلیا اور یہی سلسلہ فراغت کے بعد بھی ایک لمبے عرصے تک جاری تھا، ایک دفعہ مفتی صاحب کے ساتھ سفر میں تھا، ہم دونوں پیچھے کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، مفتی صاحب نے ازراہ محبت میرے سر کی طرف ہاتھ بڑھا کر سر سے ٹوپی نکالی اور اپنی پنچ کلی ٹوپی میرے سر پر اوڑھادی، اور کہا کہ اب آپ بہت اچھے لگ رہے ہو بس وہ دن ہے اور آج کا دن، میں پنچ کلی ٹوپی ہی پر قائم ہوں؛ یہ برسہا برس کی عادت یکلخت تبدیل ہوگئی۔

مفتی صاحبؒ ذکر واذکار کے بھی پابند تھے، بعد نماز فجر ہلکی آواز سے ذکر خفی نفی واثبات واسم ذات کیا کرتے تھے، مفتی صاحبؒ کی تحریر بھی اچھی تھی، انہوں نے مختلف موضوعات پر چھوٹے بڑے پمفلٹ اور چارٹس تیار کئے، اور اہتمام سے مساجد میں آویزاں کروائے، جو آج بھی مساجد میں پائے جاتے ہیں، وقتاً فوقتاً آپ کے مضامین اخبارات کی زینت بھی بنتے رہتے تھے، ردفرق باطلہ پر بھی آپ نے بہت کام کیا، درسِ قرآن بھی دیا کرتے تھے، ایک عرصہ تک مسجد محمدیہ (دبیر پورہ برج کے سامنے) ان کا ہفتہ واری درس ہوتا تھا، اخیر عمر تک یہ سلسلہ قائم رہا۔

آپ کے مزاج میں بہت مروت تھی، سختی بالکل نہ تھی، ہر ایک کی بات توجہ سے سنتے، کوئی دعوت دیتا اور مانع نہ ہوتا تو فوراً قبول فرمالیتے، شرعی مسائل ان کو بڑے مستحضر تھے، سوال کرنے پر تشفی بخش جواب دیتے، میں اکثر فون پر آپ سے مسائل کے سلسلہ میں رابطہ کرتا رہتا تھا، فون اٹھاتے تو بہت محبت مسرت سے مزاح فرماتے ہوئے خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد جواب دیتے اور مطمئن کرتے، امروز وفردا نہ کرتے، جیسا کہ بعض حضرات کی عادت ہے کہ ”یہ وقت مسئلہ بتانے کا نہیں ہے فلاں وقت بات کیجئے، حضرت اب مصروف ہیں بعد میں فون کیجئے“ وغیرہ۔ یہ میں نے ان کے یہاں نہیں دیکھا۔

ے
شرط لیکن وفا ہے سب کے لیے ۔۔۔ درِ میخانہ وا ہے سب کے لیے

ان کے والد ماجد بہترین خطاط تھے، مفتی صاحب نے شاید انہی سے تحریر سیکھی ہوگی، ابتدائی زمانے میں بھی وہ بڑی اچھی تحریر لکھتے تھے، میں نے ان کی نقل کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔

ان کا ایک خاص وصف مردم شناسی تھا، وہ کس سے کیسے کب کہاں کیا کام لیا جاسکتا ہے، اس کو خوب پرکھ لیا

کرتے تھے اور موقع پر استعمال کرتے تھے، حسنِ تدبیر میں بھی بے مثال تھے۔ الغرض

ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مجھے قلم پکڑنا نہیں آتا، مجھے اس کا پورا اعتراف ہے، میرے عزیزوں کے بہت اصرار پر دو چار ٹیڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر دو چار صفحے سیاہ کردیے۔

ے غرض نقشے است کز ما یاد ماند کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مگر صاحبدلے روزے زرحمت کند برحال ایں مسکیں دعائے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، زلات سے عفو و درگزر فرمائے، ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

-*-*-*-*-*-

(بقیہ صفحہ: ۸۶ سے)

جس طرح ایک باپ کو اپنے بچے کی رہائی پر خوشی ہوتی ہے اسی طرح مفتی صاحب نے مولانا عبدالقوی صاحب کی رہائی پر خوشی کا اظہار کیا، اس موقع پر ایک تہنیتی جلسہ رکھنا طے ہوا جس میں کسی مجبوری کی وجہ سے احقر کا پہونچنا مشکل ہو رہا تھا تو مفتی صاحب نے دس مرتبہ سے زائد فون کیا، اور فرمایا کہ دس سال پہلے آپ نے ہمیں ان حالات سے آگاہ کیا تھا اور ان حالات میں آپ سب سے پہلے ہمارے پاس آئے، اور ہمیں راحت دلائے، اگر آپ کی شرکت نہیں ہوگی تو ہم تہنیتی جلسہ نہیں کریں گے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہریؒ نہایت متنوع ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، فہم وفراست، حق گوئی و بیباکی، جرأت و دلیری، عزم وحوصلہ، یقین کی پختگی، اعلیٰ اخلاق و کردار جیسے بے شمار اوصاف سے اللہ تعالیٰ نے انہیں وافر حصہ عطاء فرمایا تھا، دل ودماغ، قوت حافظہ، حاضر جوابی کی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے یہ تمام تر خصوصیات ایک فرد واحد میں خال خال ہی اکٹھا ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ کئی اداروں، مجلس دعوۃ الحق، مجلس علمیہ، تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ وآندھرا پردیش، جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد و دیگر کئی تنظیموں میں علمی اور انتظامی مناصب پر قائم رہے جہاں انہوں نے بے شمار خدمات انجام دیں، اور اپنی منفرد شخصیت کے نقوش ثبت کئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں ان کی تمام خدمات کا بہترین بدلہ عطاء فرمائے ان کی قبر کو نور سے بھر دے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مفتی صاحبؒ

بالغ نظر عالم دین وحرکیاتی قائد

بہ قلم: مولانا مفتی سید صدیق احمد مظاہری مدظلہ
مفتی دارالعلوم نلگنڈہ، جنرل سیکریٹری مجلس تحفظ ختم نبوت نلگنڈہ

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ

قال اللہ تعالیٰ ان الابرار لفی نعیم۔ قال النبی ﷺ الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

راقم الحروف سید صدیق احمد مظاہری نلگنڈوی کا حضرت مفتی عبد المغنی صاحبؒ سے بہت دیرینہ تعلق تھا، حضرت مفتی صاحبؒ نے ۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/اگسٹ ۲۰۲۱ء کو طویل علالت کے بعد داعئ اجل کو لبیک کہا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ وادخلہ فی جنات النعیم۔

حضرت مفتی صاحبؒ من المھد الی اللحد علمی وعملی ماحول میں پلے بڑھے، دینی خدمات انجام دیں، اور ملت کو بہت کچھ سنوارنے، سدھارنے فتنوں سے بچانے، عقائد واعمال اور معاشرہ کی اصلاح کے تئیں مختلف انداز سے خدمات انجام دیں، جس پر اصحابِ قلم خاص کر ان کے تلامذہ، ان کے محبین ومحسنین، اور خود ان کے برادر خورد، صاحب قلم حضرت مولانا عبد القوی صاحب مدظلہ وغیرہ حضرات انشاء اللہ لکھیں گے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا راقم الحروف کے گھرانے اور خاندان سے بہت ربط وتعلق تھا، راقم الحروف کے نانا مولانا سید عزیز الدین قاسمی صاحب اور مفتی صاحب مرحوم کے رشتہ کے نانا مولانا عبد العزیز صاحب مرحوم کے آپس میں گہرے روابط کی بنا پر مفتی صاحب کے خاندان کا تذکرہ کانوں میں بچپن ہی سے پڑا ہوا تھا، خود مفتی

صاحبؒ کا آبائی وطن بھی چھوٹا نارائن پور (نارکٹ پلی، ضلع نلگنڈہ) ہی تھا، ابھی بھی یہاں ان کے افراد خاندان موجود ہیں۔

مفتی صاحب کی تربیت اس انداز میں ہوئی کہ بچپن سے لے کر بلوغ تک دینی ماحول، دینی باتیں، دین ہی دین کا تذکرہ ہوتا تھا۔ ان کے گھر کی لوریاں قرآن کی آیتیں ہوتیں۔ ان کے لیے ڈانٹ ڈپٹ دعائیہ کلمات ہوتے، صبح کے اٹھنے سے لے کر رات کے سونے تک چاروں طرف قرآن کی صدائیں کانوں میں گونجتیں۔

مدرسہ فیض العلوم میں ان کے والد کی قیام گاہ مدرسہ کی درسگاہوں سے متصل ہونے کی بناء پر ان کے کان تلاوت قرآن سے آشنا تھے، ان کے والد نامدار مرحوم کم گو فرشتہ صفت انسان تھے، ان کو اپنے کام سے کام ہوتا، ہمیشہ مدرسہ کی خدمات میں یا ذکر واذکار میں یا تلاوتِ قرآن میں مصروف نظر آتے تھے، پھر جس ماحول میں انہوں نے آنکھیں کھولیں، چاروں طرف اللہ والوں کی آمد ورفت تھی، کبھی محی السنہ حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ کا ورود، کبھی حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ کا نزول، نیز اُنہیں دورانِ تعلیم حضرت محی السنہؒ اور ان کے گھرانے کی شفقتیں، عنایتیں، دعائیں، نصیب ہوئیں، بالکل کم عمری کی بناء پر حضرت کے گھر جانا آنا تھا، اساتذۂ کرام سب کے سب صاحب نسبت، قرآنی خدمت گار تھے، شعور و بیداری کا جو زمانہ انہیں نصیب ہوا وہ صرف قرآن اور قرآن ہی کا تھا؛ یعنی کہیں تصحیح ہو رہی ہے، کہیں تلاوت ہو رہی ہے، کہیں نورانی قاعدہ کے اسباق کی بنا پر مخارج وصفات کی ادائیگی میں محنتیں ہو رہی ہیں، کوئی یاد کر رہا ہے، کوئی سنا رہا ہے، چاروں طرف ان کی نظریں قرآن اور تصحیح قرآن، تجوید قرآن، ترتیل قرآن، حفظ قرآن، مخارج وصفات کے ساتھ تلاوت کرنے والوں کو دیکھتیں۔

یہ نورانی ماحول اور یہ اللہ والوں کا سایہ اور یہ گھر کی تربیت وغیرہ نے ان کی فطرت کو ایسا بدلا کہ ان کے مزاج وخمیر، ذہن ودماغ، فکر وسوچ میں جو چیز گھر کر گئی تھی وہ قرآن اور قرآنی خدمت ہی تھی، یہ جذبۂ دروں عمر کے اعتبار سے بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ خود بھی حافظ قرآن ہوئے، عالم ومفتی بھی بنے اور قابل ترین فضلاء میں شمار ہونے لگے؛ لیکن بچپن میں جس چیز کا اثر ان کے دل دماغ پر پڑا تھا وہ الحمدللہ انہیں بڑھاتا گیا، یہاں تک کہ جب وہ تعلیم سے رسمی طور پر فارغ ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے تو ان کے سامنے، ان کی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے خدمت کے کئی شعبے تھے، خود علم حدیث سے اشتغال، فقہ وفتاویٰ میں جو درک انہیں حاصل تھا، اس کی بنا پر کسی بڑے ادارے کے دار الافتاء سے رجوع ہونے اور بڑی کتب کی تدریس کا انہیں موقع تھا؛ لیکن انہوں نے اسی چیز کو اپنایا، جس کو انہوں نے بچپن سے جوانی تک دیکھا تھا، واقعی افضل ترین عبادت، افضل ترین خدمت،

افضل ترین مشغولیت اور تقرب الٰہی کا سب سے نزدیک تر راستہ، یعنی خدمت قرآن کے سواء ان کے نزدیک کچھ نہیں۔ کما قال النبی ﷺ خیر کم من تعلم القرآن و علمہ۔

اس راستہ سے انہوں نے وہ تمام کام کر لیے جو اللہ نے ان سے لینا چاہا، انہیں افضل ترین جہاد میں حصہ لینے، معاشرے کے سدھار اور سماج کی اصلاح کرنے، مظلوم ترین انسانوں کی نصرت و مدد کرنے، ملت کی شیرازہ بندی کرنے کا موقع ملا، اللہ نے ان تمام تنظیموں سے انہیں جوڑا، جس سے اس طرح کی خدمات انجام پائیں۔

مقامی مجلس دعوۃ الحق جس کے وہ سابق ناظم تھے، بہت بڑے پیمانہ پر خدمات انجام دیں، اس کے دائرہ کو بہت وسیع کیا، اس تنظیم سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی خدمت پر امت کو ابھارتے تھے اس طرح معروفات زندہ ہوئیں، منکرات کے مٹانے اور ختم کرنے کی مقدور بھر سعی کا اُنہیں موقع ملا۔

جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے جس کے وہ ضلعی صدر تھے، نوجوان فضلاء و علماء کرام کو جوڑا، اور ملت کے وہ کام اور فرائض انجام دیئے جو بعد والوں کے لیے یادگار اور لائحہ عمل ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے آپ نائب صدر تھے، جو حضرت مولانا عبد العزیز صاحبؒ کی صدارت میں ۲۰۰۱ء میں قائم ہوئی، حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب کے مدرسہ اشرف العلوم میں حضرت مولانا قاری عثمان صاحبؒ کی تشریف آوری پر انتخاب عمل میں آیا تھا، جب کہ حضرت مولانا عبد القوی صاحب شریک معتمد، راقم الحروف نائب معتمد نامزد ہوا، اس بیس سالہ دور میں تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے شہر حیدرآباد میں عظیم الشان پیمانے پر انقلاب برپا کیا، ہفتہ واری مجلسیں ہوں، ششماہی اجلاس ہوں، اور یہی نہیں بلکہ فتنۂ قادیانیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے جو شاندار خدمت آپ نے انجام دی، اس کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔

تحفظ ختم نبوت اور ردِّ قادیانیت کے کام میں حضرت مفتی صاحب کی ذات گرامی بھی ہم سب کے لیے رہبر و رہنما کی حیثیت تھی۔ راقم الحروف کا جب حیدرآباد کا دورہ ہوتا تو حضرت مفتی صاحبؒ سے محبت کی بناء پر ہم انہی کے گھر مہمان اور ان کے نمک خوار ہوتے، اللہ ان کو اور ان کے گھر والوں کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، دوران گفتگو وہ ہماری کارگزاریاں سنتے، اور دوروں کی روداد سامنے آتی تو بہت خوش ہوتے، اور دعاؤں سے نوازتے، حوصلہ دیتے اور مفید تجاویز و مشوروں سے نوازتے۔

مفتی صاحبؒ کی ایک خاص عادت اور خوبی یہ تھی کہ جہاں وہ حمیت اسلامی کے جذبہ سے مالا مال تھے، وہیں کام کرنے والوں کو حوصلہ دینا اور کام کے بڑھاوے میں تعاون کرنا ان کا خاص شیوہ تھا، اللہ نے غیرت

ایمانی ان کے اندر اتنی کوٹ کوٹ کر ودیعت فرمائی تھی کہ وہ اس فتنہ عمیا ضالہ ومضلہ کے تعاقب میں اتنے سرگرداں رہتے تھے، کہ حیدرآباد میں نوجوانوں کی ایک تنظیم بھی انہوں نے بنائی تھی، جس میں ایک نوجوان حافظ عبدالصبور بھی ان ہی ملعونوں کے ہاتھوں شہید ہوئے، جو حضرت مفتی صاحب کے شاگرد خاص تھے، وہ تحفظ ختم نبوت کے شیدائی اور اس پلیٹ فارم سے عوام میں گھس کر ان افراد کو جن کے ایمان پر قادیانی ڈاکہ ڈال رہے تھے، بچانے کے لیے گھر گھر خانہ بخانہ انفرادی طور پر ملاقات کے ذریعہ دین وایمان کو بچانے کی کوشش کرتے اور بڑے بڑے اجلاس منعقد کرتے، اور مستقل ایک رسالہ (میگزین) صرف ان ہی مضامین سے بھرپور اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر نکالتے اس لئے کہ یہ عقیدہ نہ رہے تو ایمان بھی نہ رہے گا، اور احمدیہ جماعت زندیق وکافر ہے اور اس کے دجل وتلبیس سے بچنے کے لیے جو ترجمان وہ نکالا کرتے تھے، اس کا نام ضرب خاتم تھا، ان سب کے ساتھ حضرت مفتی صاحب خود بھی بے چین تھے کہ ہم بھی کچھ کھل کر میدان میں کام کریں۔

چنانچہ اس مسئلہ میں کہ قادیانی کافر ہیں، مکمل طور پر قدغن لگانے حکومتی سطح کے ادارہ سے اعلان کرانے کے لیے وقف بورڈ پر دباؤ ڈالا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ مفتی صاحب نے اپنے نوجوان ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ اور تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داروں (حضرت مولانا عبدالعزیزؒ، مولانا خالد سیف اللہ صاحب، مفتی غیاث الدین رحمانی، مولانا مصلح الدین صاحب، مولانا عبدالقوی صاحب، مولانا ارشد علی صاحب، مولانا انصاراللہ صاحب، وغیرہ) کے مشورے سے وقف بورڈ کے صدر خسرو بیابانی پر دباؤ ڈال کر" قادیانی کافر، نان مسلم کا فیصلہ" وقف بورڈ کے لیٹر پیاڈ پر وقف بورڈ کی طرف سے جاری کروایا۔

الحمدللہ اس کا فائدہ ہوا، ہر چھوٹے بڑے گاؤں، خاص کر حکومت پر نظر رکھنے والے افراد (جو سرکاری سطح کے احکام کو ہی اہمیت دیتے ہیں) نے اُسے قبول کیا، اب اُن کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں کرنے لگا، اور یہ فیصلہ ہزاروں تقریروں اور لاکھوں صفحات پر بھاری رہا، اس کی وجہ سے حیدرآباد میں بڑی ہلچل مچی، اور گلی گلی، کوچہ کوچہ، ہر کسی کی زبان سے قادیانی کے کافر ہونے کا اعلان ہونے لگا، اور ڈنکے کی چوٹ پر ان کا کفر عامۃ الناس کے سامنے ظاہر؛ بل کہ دو اور دو چار کی طرح واضح ہوا۔

مفتی صاحبؒ نے ہمیں بھی حکم دیا، اور خود بھی حیدرآباد میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ایک چھوٹا سا اسٹیکر ہزاروں کی شکل میں چھپوا کر عام کیا، بلکہ ہر ضلع کے حساب سے اگر ہم اندازہ کریں تو لاکھوں کی تعداد میں اس کی اشاعت ہوئی، وہ یہ کہ" عالم اسلام کا متفقہ فیصلہ۔قادیانی جو خود کو احمدی کہتے ہیں کافر ہیں"۔

اس طرح سے انہوں نے اس پلیٹ فارم سے فرق باطلہ کی تردید میں مرزائیوں کا ہی تعاقب نہیں بلکہ

شکیلیوں کا، گوہر شاہی کا، صدیق دیندار کا اور بھی بہت سے اٹھنے والے فتنوں کا تعاقب کیا۔ اللہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مفتی صاحبؒ اس سلسلہ میں اضلاع کے بھی دورے فرماتے تھے، عادل آباد، نظام آباد، کریم نگر، رنگاریڈی، سنگاریڈی، کرنول، گنٹور، سریکاکولم، وشاکھا پٹنم اور بھی بہت سے اضلاع کا حسبِ موقعہ دورہ فرمایا۔

ضلع نلگنڈہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی سرپرستی میں راقم الحروف کی ۱۹۹۱ء سے جو خدمات جاری تھیں، تقریباً ۲۰۰۱ء تک ایک سو سے زائد مقامات پر قادیانیت کا قلع قمع ہوا، اور مفتی صاحبؒ کو بھی اس کی رپورٹ پہنچتی تھی، قادیانی کے تین سنٹروں میں سے دو (کانسگوڑ اور بنڈلہ پلّی) سے اس کا تخلیہ ہوگیا، لیکن ایک سنٹر ابھی ان کا باقی تھا، ۱۹۸۶ء سے ہماری اس گاؤں پر محنت تو چل رہی تھی، جماعتوں میں آنے جانے کے بہانے اکثر ہم انہی علاقوں میں جماعت لے کر جاتے، سوائے ایک دو گھر کے اکثر قادیانیت کا شکار رہے پھر بھی ہماری کوشش جاری تھی، چند افراد ہاتھ لگے، مفتی صاحب کو اس کی بھی فکر تھی کہ ہم بھی کچھ اس سلسلہ میں کوشش کرلیں۔

مفتی صاحبؒ نے ایک موقع سے اس کا دورہ کیا، اور کچھ راستے کامیابی کے نظر آئے پھر مفتی صاحب نے مسجد کی جگہ بھی خریدی، تعمیر کروائی، اور ہمیں افتتاح میں مدعو کیا، اس کے بعد بھی ہماری کوششیں جاری رہیں، بفضلہٖ تعالیٰ اب تک آدھا گاؤں تائب ہوگیا۔ خدا کرے کہ سارے ہی مسلمان ہوجائیں اور قادیانیت ملعونہ کا قلادہ گردن سے اتار پھینکیں، اللہ انہیں ہدایت دے۔ آمین

اسی طرح مفتی صاحبؒ نے کھمم کے قریب خوشمنچی کے متصلہ راج پیٹ میں کوششیں کیں، ان کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ وہ کام کو تکمیل تک پہنچانے کا جذبہ رکھتے تھے، بلکہ بام عروج تک پہنچانے کے لئے انتھک جدوجہد کرنے لگے، چنانچہ یہاں بھی قادیانی پنڈت کو اس طرح اٹھالیا کہ لوگ دیکھتے رہ گئے، اور پھر بعد میں گاؤں والوں کے اصرار پر اُسے حوالہ کردیا، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس علاقہ میں قادیانی پنڈت دوبارہ قدم رکھنے کی ہمت نہ کرسکے۔

بعدازاں راقم الحروف نے کوشش کرکے اس گاؤں والوں کو جو بگڑ گئے تھے، توبہ بھی کرائی، اور مسجد بھی تعمیر کروائی، اللہ اس مسجد کو آباد رکھے، اس علاقہ کے لوگ اب دیندار اور بڑے پابند ہیں۔ اللہ ایسے ہی تمام علاقوں میں جہاں سے قادیانیوں کا قلع قمع ہوا ہے، اہلِ علاقہ کو دین میں پختگی عطا فرمائے، اسلام پر جمائے رکھے، اور ہم سب کا حسن خاتمہ فرمائے۔ آمین۔

مفتی صاحبؒ سے ہمارے تعلقات مربیانہ محسنانہ و مشفقانہ ہیں، ۱۹۷۸ء میں جب کہ میرے عم مکرم مدیر محترم دارالعلوم نلگنڈہ حضرت مولانا سید احسان الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی بنگلور سے فراغت ہوئی، جن کی سرپرستی میں ہماری تعلیم ہوئی۔ جب وہ بنگلور سے نکلنے لگے تو والد صاحب مرحوم نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے کی تاکید فرمائی، دورۂ حدیث کے لیے عم مکرم نے دیوبند کا رخ فرمایا۔ حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ سے دعا کے لیے جب کہا تو حضرت نے راقم الحروف (مفتی صدیق) کے بارے میں فرمایا کہ: ان کو ابھی سے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کرانا مناسب نہیں، مظاہر علوم سہارنپور میں کروادیں۔ تو عم مکرم راقم الحروف کو سہارنپور میں حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحبؒ کے حوالے کر کے چلے گئے، اور اُنھیں میرا سرپرست بنایا۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی نگرانی و سرپرستی میں اس طرح رکھا جیسے کوئی بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو رکھتا ہے، وہ ہر چیز کی خبر گیری اور فکر کرتے، تعلیم پر توجہ دلاتے، کیونکہ مفتی صاحب خود مطالعہ کے دھنی تھے، اس لیے ہمیں بھی مطالعہ کرنے پر زور دیتے، یہ مفتی صاحب کی توجہ کا ہی ثمرہ ہے کہ راقم الحروف اوقات تکرار کے علاوہ کتاب دیکھنے کا عادی بن گیا، اور اگلے سبق کی تیاری مطالعہ سے کرتا تھا، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ دورہ میں بخاری شریف، مسلم شریف، اور ترمذی شریف کی عبارت پڑھنے کی اللہ نے سعادت نصیب فرمائی۔

اللہ اللہ مفتی صاحب کے احسانات کا کیا کہنا، حق تعالیٰ ہی انہیں اس کا بہترین صلہ اور جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

وہ میرے سفر کی بھی فکر کرتے، سفر میں ساتھ لے جاتے، ٹکٹ بنواتے، سفر کے دیگر مراحل وہ خود ہی پورے فرماتے، خدمت لینے کا مزاج بالکل نہیں تھا، جب ان کی فراغت ہوئی تو ہمیں ان کی رخصتی پر پھوٹ پھوٹ کر رونا آیا، آج بھی جب وہ زمانہ یاد آتا ہے تو ان کی یادیں، ان کی باتیں ہمیں تڑپاتی ہیں۔

ہم نے باصرار خواہش کی کہ کچھ سامان ہمیں دے دیجیے، آپ کتنا لے جائیں گے، چونکہ افتاء کے سال ان حضرات کی دیر سے چھٹی ہوتی تھی، اور ہماری پہلے چھٹی ہوتی تھی، وطن لوٹتے ہوئے آپؒ کا کچھ سامان پلنگ وغیرہ اپنے ساتھ لاکر گھر پہنچایا، وہ زندگی بھر اس کو یاد کر کے شرماتے تھے، اور کہتے تھے کہ صدیق کا یہ احسان ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی یہ خوبی تھی کہ اگر کوئی ان سے ملاقات کر لیتا تو ان کا محب اور عاشق بن جاتا؛ لیکن اُن کی ایک خصوصیت اور تھی کہ وہ خود بھی اس کو اپنے سے جوڑے رکھتے تھے، اگر کوئی بات جو شکایت کے درجہ کی ہوتو ملنے پر ایک خاص انداز سے ذکر کرتے جیسے ماں اپنے بچے کو گلے سے لگالیتی ہے، اور پھر یہ کہنا پڑتا، "گلے لگے سے لگے، گِلے شکوے ختم ہوگئے"۔

دوستوں کو اپنے سے لگائے رکھنے، دوستی کو نبھانے اور دشمنوں کو منانے کا اللہ نے انہیں وہ حسنِ سلیقہ عطا فرمایا تھا جو شاذ و نادر ہی کسی میں پایا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کسی بھی چیز سے گھبراتے نہیں تھے اور مخالف ماحول کو اپنا بنالینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، بدعتیوں میں بھی گھس کر کام کرتے، خود ان کے مدرسہ کے اطراف کا ماحول اس پر شاہد عدل ہے۔

مفتی صاحبؒ کی خدمات پر اور ان کی خصوصیات پر، ان کی عادات وصفات پر لکھنے والے لکھیں گے اور ہر کوئی یہ ضرور لکھے گا وہ عزم وہمت کے پہاڑ تھے، ان کی زندگی اولوالعزمی، ثبات قدمی، استقلال واستقامت جدت طرازی، رواداری، ہمدردی، رحمدلی، ملنساری، غمخواری، محبت ومروت، اخوت واپنائیت سے عبارت تھی۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ آپ کی امتیازی شان تھی۔

مفتی صاحبؒ کی پوری زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، احیاء سنن، امحاء بدع، تعاقبِ فرق، حفاظت دین، عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ، آپ کے نشانات وآثار ہیں، اور زندگی کی جلیل القدر خدمات ہیں۔ بہر حال علامہ اقبال کے بقول حضرت مفتی صاحبؒ ان صفات کا پیکر تھے ؎

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

مفتی صاحبؒ کی قابلیت، علمی صلاحیت، نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی؛ لیکن چونکہ وہ مدرسہ فیض العلوم کی خدمت قرآن، تصحیح قرآن، تجوید قرآن کے شعبے سے وابستہ رہے، اور اسی شعبہ کی اپنے مدرسہ سبیل الفلاح سے بھی خدمت کی، یہ وہ عظیم الشان خدمت ہے جس سے امت عزت کا مقام حاصل کرتی ہے اور خدا کی نظروں میں محبوب بنتی ہے، دنیوی کامیابی اور معاشی سدھار کے لیے بھی قرآن سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں، محی السنہؒ کا ارشاد ہے جہاں قرآن تجوید سے پڑھا جاتا ہے وہاں کبھی افلاس نہیں ہوتا، اس تصحیح کے شعبہ سے امت کے دین وایمان اور دنیا کی بھلائی کی بڑی فکریں مفتی صاحب نے اپنے تلامذہ کے ذریعہ کیں، یوں حضرت محی السنہؒ کے کام کو بام عروج پر پہنچایا۔ تلنگانہ وآندھرا بلکہ دیگر بہت سے علاقوں میں حضرت مفتی صاحبؒ کے تلامذہ کا اتنا وسیع دائرہ ہے کہ ہر جگہ آپ کے نامور تلامذہ ہیں، بفحوائے عام تعرف الشجرة باثمارها ویعرف المعلم بتلامیذہٖ۔

مفتی صاحبؒ کے تلامذہ دین کے ہر شعبہ میں مفتی صاحب کی سرپرستی میں جس قدر نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں، اُن کی وجہ سے دین کے بہت سے شعبے زندہ ہیں، اور اپنے آپ کو دین پر چلاتے ہوئے اہل دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ دین پر چلتے ہوئے دنیا کمانا کوئی مشکل نہیں۔ اکثر شاگردوں میں نمایاں وصف

دینداری، ایمانداری، رزق حلال کی تلاش، تحفظ دین کا جذبہ، باطل کو سرنگوں کرنے کا حوصلہ خاص کر احیائے سنن اور بدعتوں سے اجتناب دیکھنے کو ملا، اپنے شاگردوں میں انہوں نے یہ مزاج بھی پیدا کر دیا کہ وہ جہاں بھی رہیں خدمت قرآن، تصحیح قرآن اور تجوید سے قرآن پاک کی تعلیم کو عام کرنے کا جذبہ اپنے اندر رکھیں۔

چنانچہ اب ریاست بھر میں انہی کے بہت سے شاگردوں سے اللہ یہ کام لے رہا ہے، اور اب تو یہ شعبہ ہر خاص وعام کے ذہن میں اہمیت کے ساتھ دل ودماغ میں بیٹھ گیا، مدارس تو مدارس، مکاتب میں بھی اب بغیر تصحیح کے کوئی مدرس نہیں رکھا جارہا ہے۔

اس حوالہ سے بھی مفتی صاحبؒ کی خدمات کا طویل سلسلہ ہے جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے، اللہ اس سلسلہ کو وسیع سے وسیع تر فرمائے اور اس فیض کو عام وتام فرمائے۔ آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ باحیات ہستیوں کی عمروں میں برکت عطا فرمائے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اس سلسلہ کو تا قیامت باقی رکھے، اخلاص وللٰہیت کے ساتھ ان سے کام لیتا رہے، جن میں ہمارے ضلع کے حضرت مولانا سید اکبر صاحب مدظلہ، حضرت مولانا سید احسان الدین صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا عبد القادر صاحب مدظلہ، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں اور ان کے رفقائے کار اور تمام ہی دینی خدمت گاروں اور نوجوان فضلاء وعلمائے کرام کو دینی، علمی، قومی وملی، دعوتی وحفاظتی اور دفاعی خدمات کے لیے قبول فرمائے۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

زمانۂ طالب علمی میں حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں اور زندگی کے جس حصہ میں بھی کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہو اللہ معاف فرمائے، اور آپ کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو اللہ اپنے فضل سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، خاص کر حضرت مولانا عبد القوی صاحب اور ان کے برادران اور ان کی اولاد کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب سے اللہ کام لے اور بہت کام لے۔ آمین۔

اور جو کام صدقہ جاریہ کی سبیل سے ہیں وہ ان کے لیے تا قیامت اللہ پاک جاری رکھے۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ وادخلہ فی جنات الفردوس اعلیٰ علیین۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اذکروا محاسن موتاکم

ایک شمع رہ گئی تھی سووہ بھی خموش ہے

بہ قلم: مولانا خواجہ کلیم الدین اسعدی زید مجدہٗ
بانی وناظم جامعہ صدیقیہ فیض العلم، کریم نگر

بقیۃ السلف نمونۂ اسلام استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحبؒ کی وفات تمام دینی وملی حلقوں کے لئے بالعموم اور مدرسہ سبیل الفلاح کے لئے بالخصوص ایک جان گداز سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت میں کسی کو دم مارنے کی اور دخل دینے کی مجال نہیں ہے وہ حاکم بھی ہے اور حکیم بھی ہے اور اس کے فیصلوں کی حکمتیں ہمارے وقتی جذبات اور خواہشات سے ماوراء ہیں، لیکن پچھلے ایک دیڑھ سال سے علماء اور بالخصوص علماءِ دیوبند کی جو بڑی بڑی عبقری شخصیتیں ایک ایک کرکے دنیا سے اُٹھتی جارہی ہیں اور یہ لگا تار پے درپے حادثات نے علم وعمل کے دوائر میں جو مہیب خلا پیدا کردیا ہے، اس کا پُر ہونا اس قحط الرجال کے دور میں بہت ہی مشکل نظر آرہا ہے۔

انہی شخصیات میں سے ایک حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحبؒ تھے، مفتی صاحب کی شخصیت ایسی دل نواز اور ایسی باغ وبہار تھی کہ وہ بہت ہی ہنس مکھ، ملنسار، خوش مزاج، نفاست پسند اور پُرکشش تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتظامی صلاحیتوں کا پیکر بنایا تھا اور ہر مشکل سے مشکل کام بہت ہی عمدہ پیرائے میں انجام دینے کا ملکہ عطا فرمایا تھا، حضرت مفتی صاحبؒ نے جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے قوم وملت کی، مسلمانوں کی، غرباء اور مساکین کی ہر طرح خدمات انجام دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، خواہ آفاتِ سماوی ہوں یا خود غرباء ومساکین کی ذاتی کس مپرسی وپریشانی کے حالات، جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے تو کبھی خود اپنی ذاتی صرفہ سے ہر طرح سے لوگوں کی امداد ومدد کرتے رہے اور نہیں معلوم کہ ان کے ہاتھوں سے کتنے خیر کے کام جاری ہوئے اور کتنے شر وفساد کے دروازے بند ہوئے، اور کتنے ضرورت مند لوگوں کی ضرورتیں پوری ہونے کا وہ ذریعہ بنے، لیکن اِن عظیم صفات سے موصوف ہونے کے باوجود مفتی صاحبؒ نے کبھی دوسرے کے سامنے اپنے علم کے ذریعہ یا

اپنی خدمات کے ذریعہ کچھ بڑا پن دکھایا، نہ کسی طرزِ عمل سے اپنی خدمات کا تائثر دینے کی کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو جن صفات اور خصوصیات سے نوازا تھا وہ بہ مشکل ہی کسی ایک شخصیت میں جمع ملتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ سے بہت سے بڑے بڑے کام لئے، جن کے فیوض وبرکات انشاءاللہ جاری رہیں گے، حضرت مفتی صاحب کی شخصیت ان لوگوں میں سے تھی، جن کے دل میں دین کا درد اور اُس کے لئے غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپنی غیرتِ ایمانی کی بدولت اپنی ذات کے لئے بڑے بڑے خطرات بھی مول لیتے تھے۔

اس قحط الرجال کے دور میں جب خدمتِ دین کے ہر شعبے میں مناسب رِجالِ کار کا فقدان ہے، ان کی شخصیت علاقے کے لئے غنیمت تھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ ایک ہی وقت میں بہت سے محاذ سنبھالے ہوئے تھے جن میں ایک اُن کا قائم کردہ ''مدرسہ سبیل الفلاح'' بھی ہے جو اُن کا قیمتی کارنامہ اور آخرت کا ذخیرہ وصدقۂ جاریہ ہے جس کے آپ بانی وناظمِ اعلیٰ تھے، جس کے تمام اساتذہ کرام اور طلبہ کرام آپ کے گرویدہ اور آپ ان کے لئے مخلص ومشفق باپ کی طرح تھے۔ آپ سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد کے صدر اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے ماشاء اللہ از ابتداء تا وفات نائب صدر بھی رہ چکے ہیں، ان پلیٹ فارمس کے ذریعہ بھی بہت نمایاں خدمات انجام دی ہیں، یہ سب خدمتیں اس بات کی علامت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کو مقبولیت سے نوازا تھا اور ان کی مقبولیت کا اندازہ ان کے جنازہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے، شہر حیدرآباد کے تاریخی جنازوں میں سے ایک جنازہ جس کو دنیا نے دیکھا کہ امیر ملتِ اسلامیہ حضرت مولانا حمید الدین صاحب حسامی عاقلؒ کے جنازہ کے بعد حیدرآباد کا یہ تاریخی جنازہ حضرت مفتی صاحبؒ کا دیکھنے میں آیا ہے، احقر راقم الحروف کا مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں ابتدائی طالب علمی کا دور تھا اور وہی حضرت مفتی صاحبؒ کا ابتدائی تدریسی دور تھا اس وقت سے یعنی تقریباً ۱۹۸۱ء سے لے کر وفات سے پہلے تک مضبوط تعلق اور گہرا ربط رہا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ۸ر محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸ راگست بروز چہارشنبہ رات تقریباً تین بجے ہوا اور انتقال سے چار پانچ ماہ قبل کی صبر آزما تکالیف اور بیماریوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پاک وصاف کرکے اُنھیں اپنے پاس بُلایا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحبؒ کی مغفرت فرمائے اور اُن پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

چھپ گیا آفتاب شام ہوئی
ایک مسافر کی رہ تمام ہوئی

خدمتِ خلق اور حفاظتِ دین تھا آپ کا وظیفۂ حیات

بہ قلم: مولانا محمد مصدق القاسمی مدظلہٗ
جنرل سکریٹری سٹی جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد

یوں تو اس دنیائے رنگ و بو اور عالمِ آب وگل میں ہزاروں لوگ روز پیدا ہوتے ہیں؛ لیکن ان میں کم ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں دنیا یاد رکھتی ہے جو اپنے کارناموں، اپنی نیکیوں اور اچھائیوں کی وجہ سے نہ صرف خاص و عام میں سانس لیتی آبادیوں کی دعاؤں میں رہتے ہیں؛ بلکہ ہمیشہ ہر پل ان کے دل کی دھڑکنوں میں رہتے ہیں اور ایسی شخصیتیں جب دائمی الوداع کہتی ہیں تو کائنات آنسوؤں سے بھیگ جاتی ہے اور سارا عالم غم و اندوہ کے گہرے و تاریک سمندر میں ڈوب جاتا ہے، ایسی ہی شخصیتوں کے لیے میرؔ نے کہا ہے ؎

مت سہل جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان ابھرتا ہے

اس احساس سے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ رہبرِ قوم و ملت عاشقِ صحابہؓ مربئ طلباء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمہ اللہ ہمارے درمیان نہیں رہے، ابھی کل تک جن کی موجودگی باعثِ رحمتِ خداوندی تھی، جن کی آواز رہبر و رہنما تھی، جن کے دل میں ملت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ انسانیت کا درد تھا، آپ نے پوری زندگی ملتِ اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی میں لگادی۔

ان کی زندگی کے وہ لمحات میرے لئے یادگار رہیں گے جو سٹی جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کی صدارت کے ہیں، الحمدللہ سالہا سال حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی معیت میں جنرل سکریٹری سٹی جمعیۃ علماء کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا، طبیعت میں نرمی اور چھوٹوں پر شفقت غالب تھی، جمعیۃ کے ہر پروگرام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی فکر دامن گیر رہتی تھی، سٹی جمعیۃ علماء کے تحت چھوٹے سے چھوٹے بڑے سے بڑے پروگرام کے لئے بار بار مشورہ کرنا اور مشورے کے بعد احقر کو بہت سی مرتبہ اپنی گاڑی سے گھر تک روانہ کرنا، جب کبھی

ملاقات کسی بھی حوالے سے ہو پورا اکرام واعزاز کا معاملہ کرنا، درمیان میں بعض مرتبہ میں نے دوسرے کسی کو جنرل سکریٹری رکھنے کے لئے کہا تو تیار نہیں ہوئے؛ بلکہ ایک موقع پر ایسا بھی ہوا کہ ایک آدھ ساتھی نے جمعیۃ کے ارکان سے مل کر میرے جنرل سیکریٹری نہ بنانے کی کوشش کی تو اس اہم میٹنگ میں شرکت کرتے وقت چپکے سے فرمایا مخالفت کے باوجود میں آپ کا نام طے کروں گا اور آپ انکار نہ کرنا، کام آپ ہی کو کرنا ہے، پھر میٹنگ میں بھی اپنی بے ادبی اور گستاخی کو برداشت کرتے ہوئے ناچیز کا نام ہی جنرل سکریٹری کے لیے طے کیا، یہ ان کی شفقت اور محبت مجھے رہ رہ کر یاد آرہی ہے، اللہ ان کی روح کو تسکین عطا فرمائے۔

یوں تو سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد بہت پہلے سے قائم تھی؛ لیکن آپؒ نے ہم خدامِ جمعیۃ کو لے کر پورے شہر میں جو مختلف عناوین سے پروگرام مرتب کر کے جمعیۃ کا تعارف و استحکام کیا وہ قابلِ تحسین ہے، بالخصوص عظمتِ صحابہ کرامؓ واہلِ بیت اطہارؓ کے عنوان سے بڑے چھوٹے پروگرام کا مقصد صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنے والوں اور حجیتِ صحابہؓ کے قائل نہ رہنے والوں کے لیے مثبت جواب دینے کی کوشش کرتے رہے، صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ سے عجیب محبت تھی، جو ہر مومن کو ہونا چاہیے، حتیٰ کہ نعتیہ مشاعرے کے پروگرام میں شعراء سے مدحِ صحابہؓ پر اشعار پڑھوانے کا معمول تھا، خدمتِ خلق کا جذبہ، انسانیت کا درد اور کمزوروں، بیواؤں، پریشان حالوں کی فکر اور ان کی ضرورت کو پورا کرنا عظیم اسوۂ نبوی ہے، یہ بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس کی ایک جھلک حالیہ حیدرآباد میں سیلاب کے موقع پر پر نظر آئی، مسلسل پندرہ بیس دن سیلاب سے متاثرہ افراد کے لیے (طبیعت کی ناسازی اور کھانسی کی شدت کے باوجود جس کی طرف انھوں نے زیادہ توجہ نہ کی اور وہی بیماری آگے چل کر گویا ان کی موت کا سبب بنی) اپنی نگرانی میں جو خدمتِ خلق کا کام انجام دیا وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں، بہرحال باتیں بہت ہیں؛ لیکن مختصر تحریر کے ذریعے مفتی صاحب رحمہ اللہ کے عقیدت کا اظہار کرنا میرے لئے سعادت ہے، بس ان کے لئے یہی کہہ سکتا ہوں ؎

روح پاکیزہ تیری سایہ رحمت میں رہے
تو خداوند کے دامانِ عنایت میں رہے
اس کے محبوب جہاں ہے اسی جنت میں رہے
تیری خاطر ہے یہی میری دعا تیرے بعد

آسمان تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

بہ قلم: مولانا سید احمد ومیض ندوی مدظلہٗ

استاذ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

علماء کی رحلت کا سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے، ہر گذرنے والا عالم دین ایک ایسا خلا چھوڑ کر جارہا ہے جس کی بھرپائی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی، حالیہ عرصہ میں ریاست تلنگانہ متعدد بافیض علماء سے محروم ہوئی، دارالعلوم حیدرآباد کے سابق صدر مدرس اور ریاست کے قدیم عالم دین حضرت مولانا نجم الحسن صاحب بھی گذشتہ دنوں اللہ کو پیارے ہوگئے، اسی طرح چند دن قبل حیدرآباد کے قدیم عالم دین اور استاذ العلماء والحفاظ حضرت مولانا حماد بن ذکی صاحب کا سانحہ پیش آیا، وہ ایک جید حافظ قرآن، مستند عالم دین اور دعوت وتبلیغ کے مخلص خادم تھے۔

ریاست کے علمی وتدریسی حلقے اُس وقت شدید صدمے سے دوچار ہوئے جب تلنگانہ وآندھرا کے نامور عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری بھی اپنے بے شمار تلامذہ اور منتسبین کو اشک بار کر کے مالک حقیقی سے جاملے، مفتی عبدالمغنی صاحب ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، عوام اور اہل علم کا ایک بڑا حلقہ اُن سے وابستہ تھا، خورد نوازی، تحمل اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کے مزاج نے اُنہیں عوام وخواص دونوں حلقوں میں مقبول بنادیا تھا، وہ میر کارواں اور سالار قافلہ سمجھے جاتے تھے، نوجوان فضلاء اُن سے بہت مانوس تھے، مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد سے کام لینے کا اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ ہمیشہ نوجوان علماء کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، مفتی صاحب علم وعمل کے پیکر عالم ربانی تھے، مزاج میں سادگی، اور طبیعت میں بلا کی نفاست تھی، سنتوں کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے، وہ ایک بافیض عالم دین تھے، جن کی خدمات میں کافی تنوع اور وسعت تھی، جب بھی کوئی دینی اور ملی تقاضہ آتا وہ لبیک

کہتے، کسی دینی معاملہ میں دوسری تنظیموں کے ساتھ تعاون کی ضرورت پڑتی تو بغیر پس وپیش کے شریک ہوجاتے

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہری علیہ الرحمہ ایک دینی وعلمی خانوادہ کے چشم وچراغ تھے، مفتی صاحب کے والدگرامی ایک خدارسیدہ بزرگ تھے، حضرت ہردوئی علیہ الرحمہ سے نہ صرف وابستہ تھے بلکہ اُن کے فیض یافتہ تھے، اُنہوں نے اپنے سارے صاحبزادگان کی تعلیم وتربیت کا بھرپور اہتمام کیا، مفتی صاحب کے برادر محترم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ کا شمار ریاست کے نامور علماء میں ہوتا ہے، جن کی دینی، ملی اور دعوتی خدمات اظہر من الشّمس ہیں خدوانداقدوس نے اس خانوادہ سے غیر معمولی دینی واصلاحی خدمات لئے ہیں، اس خانوادہ سے وابستہ ہوکر سینکڑوں بندگان خدا نے رشدوہدایت پائی ہے، والد بزرگوار کے اخلاص کا اثر کہئے کہ اس خانوادہ میں درجنوں حفاظ وعلماء پیدا ہوئے، ریاست تلنگانہ اور پڑوسی ریاستوں میں دسیوں دینی اداروں اور مدارس کا قیام عمل میں آیا۔

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب علیہ الرحمہ نے دینی خدمات سے بھرپور زندگی گذاری، وہ متحرک فعال، اور نہایت سرگرم شخصیت کے مالک تھے، جہاں انہوں نے دینی مدارس کے قیام کے ذریعہ دین وملت کی خدمت انجام دی، وہیں دینی تحریکات کی قیادت سلوک وتصوف اور خانقاہی نظام کے ذریعہ اصلاح معاشرہ اور تزکیہ نفوس کے میدان میں قابل قدر کارنامے انجام دیئے، وہ جہاں ایک باکمال مدرس اور مشفق مربی تھے وہیں ایک عظیم ملی رہنما بھی تھے، ریاستی اور ملکی سطح پر پیدا ہونے والے ملی مسائل کے حل میں بھرپور حصہ لیا کرتے تھے۔

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب علیہ الرحمہ کی خدمات کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ وہ زندگی بھر فرق باطلہ کی تردید کرتے رہے، مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے وہ ہمیشہ فکرمند رہتے تھے، مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ کے پلیٹ فارم سے وہ قادیانیت سے متاثرہ اضلاع کے مسلسل دورے کرتے رہتے تھے، اُن کا شمار مجلس تحفظ ختم نبوت کے صف اول کے علماء میں ہوتا تھا، وہ اس مجلس کے نائب صدر تھے، اور مجلس کو اپنے گراں قدر مشوروں کے ذریعے تقویت پہونچاتے تھے، اُنہیں ختم نبوت کے کاز سے روز اول سے دلچسپی تھی، ختم نبوت کے عنوان سے منعقد ہونے والے جلسوں کی سرپرستی فرماتے تھے، کورونا سے قبل وجئے واڑہ میں منعقدہ ایک اجلاس میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی رفاقت حاصل رہی جس میں مفتی صاحب نے شکیل بن حنیف کے موضوع پر نہایت مدلل خطاب فرمایا تھا، حیدرآباد اور اضلاع میں ہونے والی تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیوں میں شرکت کو وہ اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب کی خدمات کا سب سے تابناک پہلو دینی مدارس سے تعلق رکھتا ہے،

دینی مدارس کے قیام اوران کی سرپرستی کو اُنھوں نے اپنا نصب العین بنایا تھا، مفتی صاحب نے جہاں خود متعدد مدارس قائم کئے وہیں وہ بہت سے مدارس کی نگرانی بھی فرماتے، اندرون وبیرون ریاست میں چل رہے مدارس کے جلسوں میں شرکت فرماتے تھے، مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ مفتی صاحب کا لگایا گیا ایک ایسا پودا ہے جواب تناور درخت کی شکل اختیار کرچکا ہے، بنڈلہ گوڑہ رنگ روڈ پر قائم اس کی پرشکوہ عمارت راہ گیروں کو متوجہ کرتی ہے، یہ ادارہ مادی اور معنوی دونوں اعتبار سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے جو اب حیدرآباد کے بڑے اداروں میں شمار ہونے لگا ہے، چھتہ بازار کی مسجد عثمانیہ میں بھی اسی نام سے شعبہ حفظ وناظرہ کا کامیاب نظام چل رہا ہے، شہر کے مضافات حفیظ پیٹ میں بھی مفتی صاحب کا قائم کردہ ایک مدرسہ دینی خدمات انجام دے رہا ہے، دینی مدارس کے حوالے سے مفتی صاحب کی گراں قدر خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

مفتی صاحب کی ملی خدمات کا ایک باب سٹی جمعیۃ علماء ہے، ویسے حیدرآباد میں سٹی جمعیۃ کافی عرصہ سے قائم تھی لیکن مفتی صاحب کی صدارت نے اُسے چار چاند لگادیئے، جب سے مفتی صاحب نے باگ ڈور سنبھالی ہے سٹی جمعیۃ کی سرگرمیوں میں کافی اضافہ دیکھا جارہا ہے، اُنہوں نے گریٹر حیدرآباد کے مختلف علاقوں میں جمعیۃ کی شاخیں قائم کی اورنوجوان فضلاء کو جمعیۃ سے جوڑنے میں کلیدی کردار ادا کیا، سٹی جمعیۃ کے تحت ہنگامی حالات میں ریلیف کا کام بھی خوب ہونے لگا ہے، اس وقت شہر اور مضافات میں سٹی جمعیۃ کی متعدد شاخیں کام کررہی ہیں جن کے باقاعدہ ہر ماہ اجلاس ہوتے ہیں، سال گذشتہ جب حیدرآباد کے بعض مسلم علاقے سیلاب سے متاثر ہوئے تو مفتی صاحب کی نگرانی میں سٹی جمعیۃ نے سیلاب زدگان کے تعاون کے لئے ریلیف کی بھرپور مہم چلائی، سٹی جمعیۃ کو تقویت پہونچانے میں اُس کے جنرل سکریٹری مولانا مصدق القاسمی کی کاوشوں کا بھی بڑا دخل ہے، مفتی صاحبؒ کی زیر صدارت اُنھوں نے جمعیۃ کے کاموں کی توسیع میں کلیدی کردار ادا کیا۔

جیسا کہ پچھلی سطور میں مذکور ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کا خانوادہ روز اول سے اصحاب دل بزرگوں سے وابستہ رہا ہے، محی السنہ حضرت شاہ ابرارالحق صاحب علیہ الرحمہ سے مفتی صاحب کے والد بزرگوار نے بھرپور استفادہ کیا اوراپنے صاحبزادگان کو بھی حضرت ہردوئی علیہ الرحمہ کی زیر تربیت رکھا، حضرت مفتی صاحب کو نوعمری ہی سے حضرت ہردوئی کی صحبت حاصل رہی، دور طالب علمی میں بھی حضرت سے استفادہ کے مواقع حاصل رہے، علوم ظاہری سے فراغت کے بعد حضرت ہردوئی سے اصلاحی تعلق بھی رہا، مفتی صاحب کو دورآخر میں حضرت شاہ حکیم اختر صاحب علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی، شہر اوراضلاع میں مفتی صاحب کی اصلاحی مجالس کا سلسلہ سال بھر جاری رہتا تھا، مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ میں مفتی صاحب کی ماہانہ اصلاحی مجلس

ہوا کرتی تھی جس میں شہر کے دیگر علماء کرام بھی مدعو ہوتے تھے اور ذکر جہری کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔

دونوں تلگو ریاستوں کے اہل حق علماء کی موقر تنظیم مجلس علمیہ سے بھی مفتی صاحب کی گہری وابستگی تھی وہ مجلس علمیہ کے باوقار رکن عاملہ تھے اس کے اجلاسوں میں اہتمام سے شرکت فرماتے تھے اور اپنے زریں مشوروں سے نوازتے تھے مجلس علمیہ کے اکابر حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید اکبرالدین صاحب قاسمیؒ، اور حضرت مولانا قاضی سمیع الدین صاحبؒ سے مفتی صاحب کے اچھے روابط تھے، مجلس کے ارکان عاملہ وشوری میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اور مجلس کے سالانہ تربیتی اجلاسوں میں خطاب بھی فرماتے تھے، مجلس سے ان کی وابستگی اخیر تک باقی رہی۔

مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے تقریر وخطابت کا غیر معمولی ملکہ عطا فرمایا تھا، اُن کا خطاب مدلل اور علمیت سے بھرپور ہوتا تھا، سال بھر اُن کے خطابات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، دینی مدارس کے جلسوں میں ان کا بصیرت افروز خطاب ہوتا تھا غیر ضروری جوش خطابت کے بجائے سنجیدہ اسلوب میں کام کی باتوں کی نشان دہی فرماتے تھے، موقع اور ضرورت کا بھرپور خیال فرماتے تھے، جن حالات میں جس قسم کی رہنمائی کی ضرورت ہوتی اس کا لحاظ فرماتے تھے، جمعیۃ العلماء، مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس علمیہ کے پلیٹ فارم سے مفتی صاحب کے بصیرت افروز خطابات ہوا کرتے تھے۔

مفتی صاحب کی علمی خدمات کا ایک گوشہ تفسیر قرآن مجید بھی ہے، شہر کی متعدد مساجد میں ان کے ہفتہ واری دروس ہوا کرتے تھے، جن میں عوام الناس کی قابل لحاظ تعداد ہوتی تھی، آسان اور عام فہم اسلوب میں قرآن کی دلنشین تفسیر کرتے تھے، مفتی صاحب ٹھوس صلاحیت کے حامل عالم دین تھے، انھوں نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں اکابر اساتذہ سے استفادہ کیا تھا، فقہ وفتاوی میں بھی اُنھیں دسترس حاصل تھی، عوام اور علماء کی ایک بڑی تعداد مسائل کے سلسلہ میں مفتی صاحب سے رجوع کرتی تھی، حضرت مفتی صاحب کا سانحہ ریاست تلنگانہ کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو اُن کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

ثابت قدمی کے پیکر

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری صاحبؒ

از: حافظ محمد ندیم صدیقی مدظلہ
صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر

یوں تو دنیا میں ہر روز بے شمار انسان اپنے پیاروں کو ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے جاتے ہیں، بہت سے دل ان پر روتے ہیں اور بہت سی آنکھیں ان جانے والوں پر اشکوں کی موتی لٹاتی ہیں؛ لیکن ان میں ایسے کم لوگ ہوتے ہیں جن کا جانا ہزاروں چاہنے والوں کو ہمیشہ کے لئے غم انگیز خاموشی اور سوگوار سے سکوت میں مبتلا کر جاتا ہے، حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری نو اللہ مرقدہ کی ذات گرامی انہی بابرکت ہستیوں میں سے ایک تھی آپ شہر حیدرآباد کے جلیل القدر علماء میں سے تھے جن کی جدائی پر ہزاروں آنکھیں روئیں گی۔

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب ایک زبردست گوناگوں صلاحیتوں کے مالک صاحبِ نسبت عالم دین تھے جن میں عالمانہ وقار، بزرگانہ رکھ رکھاؤ، نرم گفتگو، تواضع کا مجسمہ، اخلاص وعمل کا نمونہ، محبت وشفقت کا پیکر، اخلاق وکردار کی تصویر، تہذیب ووضع داری کا عکس جمیل، خوش طبعی، مہمان نوازی، غم گساری جیسی بے شمار خوبیاں موجود تھیں، جو اپنوں کے ہمدرد، غیروں کے بہی خواہ، چھوٹوں کے شفیق، بڑوں کے عزیز، ہم عصروں میں ممتاز، پاک طینت، پاک باز، دینی معاملات میں بے انتہاء حساس تھے، سماج ومعاشرہ کی اصلاح کے لئے بے چین ،قوم وملت کے درد میں بے تاب، ختم نبوت کے بے باک سپاہی، عظمت صحابہ کے پاسدار، اصلاح وتربیت کے ماہر اور نبض شناس، مدارس ومساجد کی تعمیر وترقی میں ہمہ تن مصروف، ایک عظیم استاذ، فرق باطلہ کے خلاف سینہ سپر رہنے والے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ سے احقر (حافظ ندیم صدیقی) کی شناسائی بہت قدیم تھی، اور ہمارے درمیان گہرے مراسم اور روابط تھے، شہر حیدرآباد اور علاقہ مراٹھواڑہ کے کئی دینی پروگراموں میں ملاقات ہوتی اور مختلف مسائل پر تبادلہ خیال ہوتے، جمعیۃ کے کاموں کو سراہتے حوصلہ افزائی کرتے، پھر اس کے بعد ان کے چھوٹے

بھائی حضرت مولانا عبد القوی صاحب مہتمم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد کی گرفتاری کے وقت حضرت مفتی صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا، بھائی کا درد کیا ہوتا ہے، بڑا بھائی جو والد کے درجہ میں ہوتا ہے، کس قدر ان کی بے چینی تھی اسے بیان کرنا مشکل ہے، ان کی رہائی کے لئے مفتی صاحب نے جو کوشش اور جدوجہد کی اور ہمارے ساتھ دن رات لگے رہے ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں، دن میں کئی کئی مرتبہ مجھ سے رابطہ کرتے، حالات دریافت کرتے اور دعائیں کرتے، بات بات میں ان کی آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔

اس درمیان جب کیس گجرات عدالت زیر سماعت تھا، احقر اور ایڈوکیٹ پٹھان تہور خان صاحب کو بار بار حیدرآباد بلاتے اور فرماتے کہ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ یہیں اطمینان سے رہ کر کام کیجئے تو مجبوراً ہمیں حیدرآباد کا سفر کرنا پڑتا، جب بھی حضرت مولانا عبد القوی صاحب کی بات آتی اور گرفتاری کے احوال سامنے آتے تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے، فرماتے کہ ہماری والدہ محترمہ، بھائی صاحب کی رہائی کے لئے مستقل روزہ رکھ رہی ہیں راتوں میں اٹھ اٹھ کر دعائیں کرتی ہیں، اور اپنی آپ بیتی سناتے کہ ماہِ رمضان المبارک میں جب مولانا عبد القوی صاحب گجرات جیل میں تھے اور ہم افطاری کے لئے بیٹھتے تو ہماری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل جاتے کہ پتہ نہیں بھائی صاحب کس حال میں ہوں گے ان کی افطاری ہو رہی ہے یا نہیں؟ افطار کے وقت ہم دعائیں کرتے کہ بھائی صاحب کی رہائی کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں یا اللہ! تو اس میں ہمیں کامیابی عطا فرما، ان کی زبانی یہ حالات سن کر احقر اور وکیل صاحب خود اشکبار ہوجاتے اور انہیں صبر کی تلقین کرتے، ان حالات میں تقریباً سات آٹھ مہینے کے عرصہ میں ہم نے انہیں عزم وارادے کے پکے، ثابت قدم، مستقل مزاج، اور اپنے دھن کا مضبوط عالم دین پایا۔

جمعیۃ علماء مہاراشٹر جو شروع سے ہی حضرت مولانا عبد القوی صاحب کا کیس دیکھ رہی تھی، اسی درمیان مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کے ناظم حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہٗ نے مفتی عبد المغنی صاحبؒ سے فرمایا کہ اگر اجازت دیں تو کیس کی پیروی کے لئے کسی دوسرے ذمہ دار سے بات کرادوں اس وقت مفتی عبد المغنی صاحبؒ نے کہا کہ میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کر رہا ہوں، کیونکہ مولانا حافظ ندیم صدیقی صاحب (صدر جمعیۃ علماء مہاراشٹر) بھائی صاحب کا کیس دیکھ رہے ہیں اور ان کے وکلاء بہت اچھے انداز سے اس کی پیروی کر رہے ہیں، ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ ایک دن کامیابی ضرور ملے گی۔

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جمعیۃ علماء مہاراشٹر کی لیگل ٹیم کی جدوجہد اور علماء صلحاء، اساتذہ وشاگردوں کی دعاؤں سے حضرت مولانا عبد القوی صاحب کی رہائی عمل میں آئی تو میں نے دیکھا کہ۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۶۸ پر)

حضرت مفتی محمد عبد المغنی صاحبؒ

چند باتیں چند یادیں

از قلم: مولانا محمد عبد القادر رشادی صاحب
ناظم مدرسہ مدینۃ العلوم للبنات کوداڑ

دنیا میں آج تک لاکھوں کروڑوں انسان آئے اور چلے گئے۔ یہ دنیا فانی ہے۔ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے وہ جانے کے لیے آتا ہے۔ کسی کو یہاں دوام و بقاء نہیں۔ یہ اللہ کا اٹل قانون ہے۔ كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ وَّيَبۡقٰى وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِكۡرَامِ۔ رب ذوالجلال کی ذات عالی ازلی وابدی ہے۔ بہر حال ہر ایک کو اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف ایک نہ ایک دن رخت سفر باندھنا ہے۔

لیکن جانے والوں میں بعض شخصیات وہ ہوتی ہیں کہ ان کے جانے کے بعد دنیا میں ان کی خدمات، ان کی قربانیاں، ان کے مجاہدے مدتوں یاد رکھے جاتے ہیں۔ اُنہی شخصیات میں سے میرے رفیق مکرم مولانا مفتی عبد المغنی صاحب ہیں جن کی پوری زندگی دینی خدمات وردقادیانیت لیے وقف تھی۔ کوئی بھی قادیانی کسی بھی قریہ ودیہات میں بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے اور گمراہی پھیلانے کے لیے آتا اور مفتی صاحبؒ کو اطلاع ملتی تو وہ اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال کر فوراً پہنچ جاتے۔ آندھرا و کنٹور کا علاقہ اور تلنگانہ میں سریاپیٹ کے اطراف واکناف کے بہت سے علاقے جہاں پر قادیانیوں کے پہنچنے پر جو لوگ مرتد ہوگئے اور قادیانی بن گئے، ان پر آپ محنت کرتے اور سمجھاتے۔ الحمد للہ آج مفتی صاحبؒ کی محنت وکوشش کی بدولت وہ قادیانیت سے تائب ہوئے اور بحمد اللہ اپنے ایمان پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو باقی رکھے اور آئندہ بھی گمراہی سے محفوظ فرمائے۔

کوداڑ کے قریب راج پیٹ نامی مقام پر کچھ قادیانی آئے اور لوگوں میں گمراہی پھیلانا شروع کی۔ احقر نے حضرت مفتی صاحبؒ کو بذریعہ فون مطلع کیا۔ بہت سی خواتین بھی قادیانیت سے متاثر ہوگئیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ علماء و دیگر دردمندانِ ملت کی جماعت کو لے کر راج پیٹ پہنچ گئے۔ مباحثہ ہوا سمجھانے کی بہت کوشش

کی۔دلچسپ واقعہ گزرا۔الحمدللہ حضرت مفتی صاحبؒ کی محنت وکوشش اور دعاؤں کے نتیجے میں وہ علاقہ قادیانیت سے پاک ہوگیا۔مسجد تعمیر ہوئی۔لوگ نمازی بن گئے اور حج کی دولت سے مشرف ہوئے۔الحمدللہ علی ذالک۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے اندر چند خصوصیات ایسی تھیں جن میں طبقۂ علماء کے درمیان آپ کی ایک امتیازی شان نظر آتی تھی۔دینی مدارس سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کو اپنے لیے عملی نمونہ بنائیں۔ان میں پہلی بات قرآن سے تعلق اور تجوید کا خاص خیال ہے۔آپ نے کئی سال رمضان المبارک میں تراویح میں مکمل تجوید کے ساتھ قرآن سنایا۔احقر کو بھی آپ کی اقتداء میں تراویح میں شرکت کا موقع ملا۔ماشاءاللہ تجوید کے ساتھ بہت اچھے انداز میں تلاوت فرماتے۔جو حفاظ بہت تیز پڑھتے،نہ تجوید کا خیال نہ الفاظ کا لحاظ ان کے لیے یہ سبق ہے۔امسال طبیعت بہت زیادہ خراب وناساز ہونے کی بناء پر تراویح میں قرآن نہیں سنا سکے،بہت افسوس کا اظہار کیا۔اپنے ممتاز شاگرد مولانا عبدالباری سفیان صاحب امام جامع مسجد دارالشفاء سے روز چند پارے سماعت فرماتے رہے،اور قرآن مجید کی تکمیل کی۔

حضرت مفتی صاحبؒ اسفار میں جب کہیں کسی مسجد میں نماز ادا فرماتے۔اگر امام مسجد نماز میں بغیر تجوید تلاوت کرتا اور الفاظ کے ادا کرنے میں غلطیاں کرتا تو آپ بہت تکلیف محسوس کرتے۔ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا مولانا عبدالقادر صاحب آپ اپنے علاقہ کے اطراف واکناف کے ائمہ ومؤذنین کو تربیت اور اصلاح کے لیے جمع کیجئے،تاکہ نماز اور اذانیں صحیح ہوں اور فرماتے کہ میں تمام مصروفیات کو چھوڑ کر اپنے خرچ سے آؤں گا۔آپ کو تادم زیست یہی فکر رہی کہ مساجد کی اذانیں صحیح ہوں اور ئمہ کرام نمازیں تجوید سے پڑھائیں۔

آپؒ کا دوسرا نمایاں وصف اپنے مدرسہ سے تعلق کا ہے۔آپ نے بڑی محنت سے مدرسہ سبیل الفلاح کو قائم فرمایا۔آپ اس کے بانی تھے۔تعمیر،تدریس اور طلبہ کی تربیت کی خاطر دن رات مدرسہ میں قیام فرمایا کرتے۔زیادہ اوقات مدرسہ میں گزارتے۔کہیں پروگرام ہوتو ضرورت کے تحت باہر جاتے۔احقر مفتی صاحبؒ سے عرض کرتا کہ گھر جاکر آرام کیجئے۔ایک مرتبہ لاک ڈاؤن سے پہلے مریال گوڑہ میں جلسہ تھا۔دن میں مدرسہ سے نکلے،رات میں ڈھائی تین بجے واپس ہوئے۔احقر نے کہا مفتی صاحب گھر جاکر آرام کیجئے۔فرمایا کہ مدرسہ میں آرام کریں گے۔مجھے مدرسہ میں آرام ملتا ہے۔آپ کے مدرسہ میں زیادہ قیام کو دیکھ کر ہم جیسے خدامِ مدرسہ کو رشک آتا تھا۔

آپ کا تیسرا نمایاں وصف لوگوں کے مسائل کے لیے فکرمندی تھا۔آپ کی زبان میں اللہ نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ چاہے وعظ کرنا ہو یا لوگوں کے مسائل کو سلجھانا ہو،اس کا بڑا اثر دیکھا گیا۔آپ کی خدمت میں

اختلافات کو لے کر کئی جوڑے فیصلے کے لیے آیا کرتے اور یہ ارادہ لے کر آتے کہ ہمیں تو طلاق لینا ہے۔کسی طرح ساتھ رہنا نہیں ہے،لیکن آپ اس طرح ان کا مسئلہ حل فرماتے کہ فریقین نرم ہوجاتے اوراپنے اختلافات دور کر کے محبت کے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد لے کر واپس لوٹتے۔

چنانچہ آج ایسے متعدد جوڑے ہیں جو محبت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں،آپ ہمیشہ سفید لباس زیبِ تن فرماتے تھے،سنت کے مطابق گھٹنوں سے نیچے کرتا،ٹخنوں سے اوپر پائجامہ،سفید عمامہ،سفید رومال،سفید پائتابہ،سفید جوتے پہنتے۔جب بھی کسی تقریب میں یا جلسہ میں تشریف لاتے ایسا لگتا تھا مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یہ شخص آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے)۔الناس باللباس کے بمصداق لباس سے آپ کی نفاست طبعی جھلکتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ لباس سے آپ کی خوبصورتی میں اضافہ نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کے پہن لینے کی وجہ سے لباس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوجاتا تھا۔ آپ کو سفید لباس بہت پسند تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ سفید کپڑے زیادہ خوش تر ہوتے ہیں۔اسی طرح اپنے مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفن دو۔

آخری بات جس طرح انسان کی زندگی گزرتی ہے۔ اسی کیفیت پر اس کی موت بھی آتی ہے۔انتقال سے پہلے حضرت مفتی صاحبؒ کئی دنوں علیل رہے جس کی بناء پر چہرہ اور بدن میں نقاہت اور کمزوری محسوس کی گئی۔ لیکن انتقال کے بعد چہرہ ایسا نورانی تھا کہ گویا کہ آپ سو رہے ہیں۔ کأنہ نائم کے الفاظ بہت سے احباب کی زبان سے سنے گئے۔

بہرحال حضرت مفتی صاحبؒ کی بہت کچھ باتیں اور یادیں باقی ہیں،حضرت مفتی صاحبؒ کی کون سے بات لکھوں،کون سی بات چھوڑوں سمجھ میں نہیں آرہا ہے،طوالت کے خوف سے ان ہی چند باتوں پر اکتفاء کرتا ہوں،حضرت مفتی صاحبؒ پورے خاندان کے سرپرست تھے،اپنی سسرال میں بھی آپ سرپرست رہے۔ ہر ایک اپنے پیچیدہ مسائل آپ کی خدمت میں لایا کرتا،آپ ہر مسئلہ کو حل فرماتے،آج حضرت مفتی صاحبؒ کی جدائی سے سارے سسرال کے لوگ ایسا محسوس کررہے ہیں کہ گویا آج ہم یتیم ہوئے۔

حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صمیم قلب سے دعا ہے کہ مفتی صاحبؒ کی خدمات، طاعات، عبادات کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائے۔اور مغفرت کاملہ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔آمین ثم آمین۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زندگی تھی جن کی جہد مسلسل سے عبارت

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ

بہ قلم: مولانا مفتی محمد یونس القاسمی
صدر جمعیۃ علماء کریم نگر

انسان مختصر مدت کے لئے دنیا میں بھیجا گیا، ایک نہ ایک دن اُسے یہ دنیا چھوڑ کر جانا ہے، دنیا بھر میں نہ جانے کتنے آتے ہیں اور کتنے لوگ رختِ سفر باندھ کر ہمیشہ کے لئے کوچ کر جاتے ہیں، جو لوگ جہد مسلسل اور سعی پیہم کے ذریعہ اپنی زندگی کو سنوار کر، اپنے اخلاق و کردار کو بنا کر اور قوم وملت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دے کر آخرت سدھار جاتے ہیں وہ دنیا سے تو چلے جاتے ہیں لیکن ان کی یادیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں، ان کے کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، ان کی قربانیاں اور ملت کے تئیں بے قراریاں تاریخ کا ایک حصہ بن کر انسانوں کو دعوتِ فکر وعمل دیتی رہتی ہیں۔

ایسی ہی باکمال شخصیات میں سے ایک ریاستِ تلنگانہ کی ایک عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ (صدر سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد، بانی وناظم مدرسہ سبیل الفلاح) کی بھی تھی، جو ۱۸/اگست ۲۰۲۱ء بروز چہارشنبہ چار ماہ کی علالت کے بعد انتقال فرما گئے، حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت پوری ریاست کے لئے ایک عظیم نقصان ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں بہت سی خوبیاں اور کمالات رکھے تھے، اور انہوں نے اپنی خوبیوں کو بروئے کار لا کر قوم وملت کی مختلف میدانوں میں بیش بہا خدمات انجام دیں، علمی، عملی، ملی، تنظیمی اور دینی مدارس کے لحاظ سے آپ نے غیر معمولی کام انجام دیئے اور تادمِ آخر اپنے آپ کو خدمات سے وابستہ رکھا۔

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ کے فیض یافتہ تھے اور اُن سے خدمتِ قرآن کا جذبہ وسلیقہ خوب پایا تھا، اس لئے ریاست بھر میں آپ کے شاگردوں کا ایک بڑا حلقہ ہے، فیض العلوم حیدرآباد میں آپ نے خدمات انجام دیں، احقر نے آپ کو فیض العلوم کے زمانۂ طالب علمی میں دیکھا، جب آپ وہاں

بہ حیثیت استاذ تشریف لائے۔اگرچہ براہِ راست پڑھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن ابتدا سے جو تعلق قائم ہوا، وہ آخری زمانہ تک نہ صرف برقرار رہا، بلکہ مختلف مناسبتوں سے آپ سے استفادہ کرنے کا بھی موقع ملتا رہا۔آپ کی زندگی بلاشبہ جہد مسلسل کا عنوان تھی، آپ نے جس دن سے میدانِ عمل میں قدم رکھا، اس کے بعد سے ملت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، خود آپ کا قائم کردہ ادارہ ''مدرسہ سبیل الفلاح'' دینی مدارس میں انفرادی شان رکھتا ہے، تقریر و بیان کے لئے ریاست و بیرون ریاست کے اسفار فرماتے، دیہاتوں میں دینی تعلیم کو عام کرنے اور باطل فتنوں کی سرکوبی کے لئے ہمہ وقت متفکر رہتے، ریاست کے بہت سے مدارس کے سرپرست تھے، آپ نے خدمتِ قرآن کا یقیناً بڑا کام کیا ہے اور ایسے افراد کی جماعت کو تیار کیا جس نے پورے ذوق وشوق کے ساتھ دینی خدمات اور قرآنی خدمات کو اپنا نصب العین بنایا۔

جمعیۃ علماء بھی آپ کی محنتوں کا میدان رہی، اکابرین کی اس عظیم جماعت کو شہر حیدرآباد میں مضبوط و مستحکم کرنے میں آپ نے جو کردار ادا کیا وہ کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے آپ صدر تھے، اس کے تحت آپ نے بہت سے کام کئے، دینی علمی، رفاہی، اور فلاحی خدمات کو اس پلیٹ فارم کے تحت خوب انجام دیا، ملک بھر کے جید علماء کرام اور اکابرین کو مدعو فرماتے اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عظمتِ صحابہؓ، اصلاحِ معاشرہ کے کامیاب جلسے آپ کی صدارت میں منعقد ہوئے۔کسی بھی بڑے عالمِ دین کی شہر آمد ہوتی تو موقع کو غنیمت جان کر استفادہ کی راہ نکالتے اور جلسے کے ذریعہ عوام وخواص کو مستفید ہونے کا موقع فراہم فرماتے۔ ۲۰۲۰ میں کوویڈ کے ہوش رُبا اور قیامت خیز دور میں آپ کی قیادت میں جمعیۃ علماء حیدرآباد نے بڑی خدمات انجام دیں اور جب حیدرآباد میں سیلاب نے تباہی مچائی تو بارش سے متاثرہ خاندانوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے خوب تگ ودو کی اور ازسرِ نو کاروبار و معاش سے لوگوں کو وابستہ کیا۔

کریم نگر بھی مختلف پروگراموں میں تشریف لاتے، جمعیۃ علماء کریم نگر کی جانب سے منعقد ہونے والے بہت سے جلسوں میں آپ نے اپنی شرکت سے رونق بخشی اور کارکنان کی ہمت بڑھائی، آپ متحرک، فعال اور ہمہ وقت دینی خدمات کے لئے تیار رہنے والی شخصیت تھے، آپ نے اپنے شاگردوں میں بھی اسی فکر وجذبہ کو منتقل کیا، کام کرنے اور کرتے رہنے کا مزاج عطا کیا، چھوٹی بڑی خدمات سے وابستہ رہنے کا سلیقہ سکھایا اور حالات وتقاضوں کی رعایت کے ساتھ حکمت، دانش مندی اور تدبر وفراست سے کام کرنے کے گُر بتائے، آپ اپنے شاگردوں سے گہرا تعلق رکھتے، ان کی خدمات سے واقف رہتے، ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ہمیشہ ایک مشفق ومہربان استاذ کی طرح ان کی نگرانی فرماتے، ریاست وبیرون ریاست سینکڑوں شاگرد آپ کے

موجود ہیں، جو اس وقت بڑی بڑی خدمات پر فائز ہیں اور بڑے ادارے سنبھالے ہوئے اور دینی تنظیموں سے وابستہ ہو کر قومی و ملی خدمات میں مصروف ہیں، ان فضلاء و علماء کی خدمات اور محنتوں میں آپ کا بھی حصہ ہے اور آپ کی فکروں کا بھی بڑا دخل ہے۔

آپ کی زندگی جہدِ مسلسل سے جو عبارت تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ہر محاذ پر خدمت انجام دی، جس وقت این آر سی کا مسئلہ اُٹھا، اس وقت بھی بڑے پیمانے پر شہر بھر میں اس کے برخلاف احتجاجی پروگرام کرواتے اور دیگر تنظیموں کی جانب سے ہونے والے بڑے اجلاسوں میں خود شریک ہوتے، حکومت کی جانب سے اگر کوئی اسلام یا مسلم مخالف بات پیش آتی تو فوری اس پر بیان جاری فرماتے، اور حق و انصاف کی آواز بلند کرنے والوں میں آگے رہتے، اپنی جہد مسلسل اور عمل پیہم کے ذریعہ آپ نے عوام و خواص میں اپنا نمایاں مقام بنایا اور قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ و آندھرا پردیش کے چوں کہ آپ بھی ذمہ داروں میں سے تھے اس میدان سے بھی آپ کی خدمات یادگار رہیں گی، آپ نے ایک مثالی اور غیر معمولی زندگی گذار کے عملی نمونہ خدمت گذارانِ دین کے سامنے پیش کیا، کس طرح خود کو دین کے لئے کھپایا جاتا ہے اور کیسے اسلام کے لئے اپنی ذات کو نچھاور کیا جاتا ہے اس کا پیغام اور سبق آنے والی نسلوں کو دیا، اور خدمتِ دین احمد کرتے ہوئے بندگانِ خدا کو راہِ حق کی طرف بلاتے ہوئے، بھٹکے ہوؤں کو منزل حقیقی کا پتہ بتاتے ہوئے، علم دین کے چراغ روشن کرتے ہوئے اور دین احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وفادار سپاہیوں کو تیار کرتے ہوئے ہم سب سے رخصت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور عظیم دینی خدمات کو قبول فرما کر صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

آہ... حضرت الاستاذ مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ

بہ قلم: مولانا مفتی محمد غیاث محی الدین
ناظم مدرسہ عربیہ حفظ القرآن کریم نگر

۱۸ / اگست ۲۰۲۱ء فجر سے قبل یہ جانکاہ خبر بجلی بن کر گری کہ میرے مربی ومحسن استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب رحمہ اللہ اُس سفر پر روانہ ہوگئے جہاں سے کوئی لوٹ کر نہیں آتا، یوں تو ایک عالم کا اٹھ جانا پورے عالم کے لئے ایک زبردست حادثہ ہوتا ہے؛ لیکن خاص طور پر میرے لئے یہ ایک بڑا حادثہ تھا۔

مفتی صاحبؒ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے شعبۂ افتاء سے غالباً اسوقت فارغ ہوئے تھے جب اس علاقے میں شاذونادر مفتی ہوا کرتے تھے، مفتی صاحبؒ نے اپنی خدمات کا آغاز مدرسہ فیض العلوم سعید آباد، حیدرآباد شاخ دعوۃ الحق ہردوئی سے کیا، یہ مدرسہ دکن کا ایک بافیض دینی مدرسہ ہے، جو بجا طور پر ام المدارس کہلائے جانے کا حق دار ہے۔

راقم بھی اسی مدرسہ کا فیض یافتہ ہے، اسی مدرسہ میں میں مفتی صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طئے کیا ہے، مفتی صاحب سے پہلی بار شرف ملاقات کا واقعہ کچھ اس طرح ہے آپ ہر جمعہ دوپہر کے کھانے کی نگرانی کیا کرتے تھے، کھانے کی تیاری کے دوران ایک دن آپ نے اشارے سے مجھے قریب بلایا، نام وسکونت دریافت کیا، اور پوچھا کہ ایسے (میرے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) کپڑے مزید کتنی جوڑی ہیں؟ میں نے تعداد بتادی، پھر دریافت کرنے لگے کیا سب ایسے ہی ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا، کہنے لگے، پاجامہ ٹخنوں سے نیچے جارہا ہے اس کو سنبھال کر رکھو، یا کٹوالو۔ کہنے کو تو یہ ایک معمولی سی تنبیہ تھی، الحمد للہ اس کا اثر ابھی تک باقی ہے۔

مفتی صاحبؒ نے مدرسہ فیض العلوم میں کبھی درجہ حفظ کے معلم کی حیثیت سے، کبھی صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، اس کے بعد درجات فارسی کے مستقل استاذ کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے،

اسی عرصہ میں میں نے ایک دفعہ جمعہ کے دن سورۂ صف کا دوسرا رکوع مفتی صاحب کو سبقاً سنایا، سبق سننے کے بعد مفتی صاحب نے مجھ سے اگلی تعلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ پھر مجھے مشورہ دیا کہ عالمیت کے ابتدائی درجات مدرسہ فیض العلوم میں ہی پڑھ لوں، مفتی صاحب سے تفصیلی بات کرنے کا یہ پہلا موقع تھا، اس موقع پر آپ نے بڑی شفقت اور اپنائیت سے ناصحانہ مشورہ دیا، اس کے بعد مفتی صاحب کے پاس بار بار جانا ہوتا رہا ، چنانچہ اگلے سال مفتی صاحب کے حسب مشورہ درجۂ فارسی میں داخلہ لیا، اس وقت حضرت مفتی صاحب ہی اس شعبے کے ذمہ دار تھے، درجہ فارسی کی اہم کتابیں مفتی صاحب کے ہی زیر تدریس تھیں، میں نے سن رکھا تھا کہ عالم کورس مشکل ہوتا ہے، اسباق سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور یاد نہیں ہوتے ہیں، اسی خیال کے ساتھ ڈرتے ڈرتے اسباق کا آغاز ہوا، چند ہی دنوں میں یہ باتیں درست معلوم نہیں ہوئیں، چنانچہ آپ کا انداز درس اس قدر آسان اور دلپذیر تھا کہ چند ہی دنوں میں فارسی زبان کے مشکل ہونے کا خیال ذہن سے کافور ہو گیا، آپ کی پر لطف باتیں، حوصلہ بڑھانے والی نصیحتیں اور مشق وتمرین ان سب چیزوں نے فارسی جیسی اجنبی زبان کی وحشت اور درسی کتابوں کی ثقالت کو دور کر دیا تھا، مفتی صاحبؒ دراصل اپنی شخصیت کا علمی رعب جمانے کے بجائے فن کو گھول کر پلانے کا وصف بخوبی جانتے تھے۔

مدرسہ فیض العلوم میں اگر چہ فارسی کی دو سالہ تعلیم کا نظم تھا، مگر میں فارسی اول کی تکمیل کے بعد اگلی تعلیم کے لئے جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ کے لئے درخواست دے دیا تھا جو قبول ہو چکی تھی، عین وقت پر معلوم ہوا کہ جامعہ ڈابھیل میں داخلے کے لئے تصدیق نامہ ضروری ہے، میں نے چند گھنٹے قبل حیدر آباد جا کر مفتی صاحب کو فون کیا، مفتی صاحب نے مدرسہ کی تعطیلات کے باوجود اسی وقت تصدیق نامہ لکھ کر میرے ہمدرس کے حوالے کیا، جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلے کے لئے میرے تمام رفقاء درس رخت سفر باندھ کر ناملی ریلوے اسٹیشن پہونچ چکے تھے، میں بھی ساتھیوں کا انتظار کر رہا تھا، دل میں دوسری ریاست جانے کا خوف تھا، میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ جا رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ مفتی صاحب اپنے شاگردوں کو رخصت کرنے کے لئے خود ریلوے اسٹیشن تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے پلاٹ فارم کھڑے کھڑے نصیحتیں کیں، پھر رقت انگیز دعاء کے ساتھ رخصت کیا۔

جامعہ میں قیام کے دوران مفتی صاحب سے مسلسل خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا، وقتاً فوقتاً اپنے حالات سے مطلع کرتا رہا، مفتی صاحب بھی اہتمام سے جواب تحریر فرماتے رہے، ایسے معتد بہ خطوط میرے پاس موجود ہیں، جن کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطوط رسمی نہیں ہوتے تھے، بلکہ نصیحت آمیز ہوتے تھے، اور غم و یاس

کے سنگین حملوں کے موقع پر تسکین کا سامان، پست ہوتی ہمتوں کو ایک سہارا، عزم وہمت کی بجھتی شمعوں کو تیل کی فراہمی کا کام دیتے تھے، آپ کے خطوط اپنے تکیہ کے نیچے رکھتا، اور بار بار پڑھتا، ہر بار وہی کیفیت پاتا، مفتی صاحب کی مسلسل ہمت افزائی نے منزل تک پہونچنے کا حوصلہ عطا کیا۔

عربی دوم کے سال میں نے کوشش کر کے عربی زبان میں ایک تفصیلی خط لکھا جس میں سورت کے ہولناک فسادات کا تذکرہ تھا، مفتی صاحب نے اس خط کا جواب جس انداز میں دیا اس نے مجھے بے انتہاء خوش کر دیا اور ایک عزم وحوصلہ عطا کیا، انداز تحریر سے صاف جھلکتا ہے کہ مفتی صاحب نے خط کا جواب فی البدیہہ عربی میں دیا، اس طرح ایک چھوٹے درجے کے طالب علم کی خوب ہمت افزائی کی، مفتی صاحب کی ہمت افزائی کا یہ سلسلہ آخری سانس تک جاری رہا۔

ہمارے زمانہ میں مدرسہ فیض العلوم کی مسجد میں ہر جمعہ پابندی سے مفتی صاحب کا بیان ہوتا تھا، مہینہ اور دن کی مناسبت سے فضائل ومسائل کے ساتھ اس ماہ میں ہونے والے فرسودہ رسومات کو مفتی صاحب کھول کھول کر بیان کرتے تھے، مفتی صاحب کے یہی بیانات ہماری دینی تربیت اور ذہن سازی میں بڑے مؤثر رہے، مفتی صاحب کی تقاریر عام فہم ہوتی تھیں، مشکل مباحث بھی آسانی سے سمجھا دیتے تھے،، انداز بیان ناصحانہ ہوتا تھا، باوقار انداز میں ٹھیر ٹھیر کر بات سمجھاتے تھے، دوران بیان آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ کو پڑھ کر اپنے دعوی کو مدلل انداز میں پیش کرنا مفتی صاحب کا خصوصی وصف تھا، عصر حاضر کے مقررین کی روایتی شعلہ بیانی، مبالغہ آرائی، جذبات سے مغلوبیت مفتی صاحب کے بیان میں نہیں ہوتی تھی، وہ جو بات کہتے تھے کانوں کے راہ سے دل تک پہونچتی تھی، وہ بات کہنے سے زیادہ دل میں اتارنے کے فن سے واقف تھے، حق بات کہنا مفتی صاحب کو ورثہ میں ملا تھا، سنت کی اہمیت کو بیان کر کے خلاف سنت امور کو بھی بلا کسی لومۃ لائم کے کھل کر بیان کرتے تھے، صحیح بات تو یہ ہے کہ مفتی صاحب کے یہ بیانات جہاں عوام کے لئے مفید تھے وہیں طلبہ کی دینی تربیت وذہن سازی میں بڑا موثر کردار ادا کرتے تھے۔

اپنے شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرنا مفتی صاحب کا وصف خاص تھا، اس کے لئے آپ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، ہمارے زمانۂ طالب علمی میں مفتی صاحب کا کسی کام سے گجرات آنا ہوا تھا، اپنے مصروف پروگرام سے وقت نکال کر جامعہ ڈابھیل تشریف لائے، تمام تلامذہ سے فرداً فرداً احوال دریافت فرما کر حسب ضرورت ہدایات ومشورے بھی دئے، مفتی صاحبؒ سب کے ساتھ ایسا رہتے کہ ہر شاگرد یہی سمجھتا کہ میں ہی مفتی صاحبؒ کا چہیتا شاگرد ہوں۔

مفتی صاحبؒ کے لئے دینی خدمت کا معاملہ کسی پیشے، ضرورت، مجبوری یا کسی مصلحت یا خاندانی روایت کو باقی رکھنے کے لئے نہیں، بلکہ خدمت دین ان کا گوشت پوست بن چکی، اوران کے خون میں جاری وساری ہو چکی تھی، وہی ان کی غذا تھی، وہی ان کی تفریح اور وہی ان کا اوڑھنا بچھونا، اکثر دیکھا کہ مفتی صاحب ایک ایک سفر میں کئی کئی پروگرام کو ساتھ لے کر چلتے تھے، وہ کئی مدارس کے بانی تھے اور کئی مدارس کے سرپرست وروح رواں تھے، اور کئی تنظیموں کے سرپرست اور مشیر، مگر ان سب خدمات کے باوجود گدی نشین رہنے کے بجائے صف اول کے سپاہی تھے، حفاظت اسلام کی فکر ہو یا اس کی اشاعت کا معاملہ، ختم نبوت کی حفاظت، ہو یا ناموس صحابہؓ کے خلاف اٹھنے والی آوازیں، مسلم پرسنل لاء کا معاملہ ہو یا مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی، مفتی صاحب ہر موقع پر آگے آگے رہتے تھے، وہ مصلحت کوشی سے کوسوں دور تھے، دینی مدارس تو مفتی صاحب کا گویا گھر تھے، وہ جس ماحول میں آنکھ کھولے تھے وہ بھی ریاست کا ایک معیاری دینی مدرسہ تھا، مفتی صاحب کا پورا خاندان دینی مدارس اور دینی خدمات سے وابستہ رہے، اور حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے خصوصی تربیت یافتہ اور منتسب ہیں، آپ کے آباواجداد جس علاقے سے تعلق رکھتے تھے وہ ایک مردم خیز علاقہ ہے، وہ جس خاندان کے چشم وچراغ تھے ان کی قربانیوں کی ایک تاریخ ہے۔

مفتی صاحب ہمہ صفات وخوبیوں کے مالک تھے، آپ عمدہ مدرس، ماہر مفتی، دین کے داعی اور مصلح قوم تھے فرقہ باطلہ کے لئے تو آپ شمشیر برہنہ رہے، صحابہؓ کی آبروریزی پر سینہ سپر ہو جاتے تھے جب کہ آپ انھیں دشمنوں کے علاقہ میں رہتے تھے صحابہؓ کی بے حرمتی پر کسی بھی مصلحت پسندی کے قائل نہیں تھے، قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، بلکہ اس فتنے کے تعاقب میں اپنے شاگردوں کو مستقل لگا رکھے تھے۔

یوں تو مفتی صاحب نے اپنی ساری زندگی دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی، اور الحمد للہ آخری سانس تک اس پر قائم بھی رہے، مگر ختم نبوت مفتی صاحب کا ایک خصوصی موضوع تھا، اس کیلئے وہ ہمہ وقت، ہمہ تن تیار رہتے تھے، آپ اس سلسلہ کی ہر کوشش کو وقت کا اہم فریضہ اور دین کی اہم خدمت سمجھتے تھے، اور ہر طرح اس کاز کی ہمت افزائی اور سرپرستی فرماتے تھے، اور دل وجان سے اس کی خدمت اور تقویت کو ضروری سمجھتے تھے، ختم نبوت کے سلسلہ میں کی جانے والی کوششوں کے تذکرے سے آپ کے اندر خوشی اور تازگی محسوس ہوتی تھی، جو لوگ ختم نبوت کی خدمت میں حصہ لیتے مفتی صاحب کو ان سے نہایت محبت تھی، خود مفتی صاحب نے بھی اس محاذ پر نمایاں خدمات انجام دیں ہیں، ایسے کئی دیہات ہیں جہاں آپ کے وعظ ونصیحت سے

متاثر ہوکر بیشمار لوگ ہمیشہ کیلئے قادیانیت سے تائب ہوئے ،اور کئی ایسے قادیانی معلم ہیں جو برسوں قادیان میں زیر تعلیم رہے پھر اپنے علاقے میں آکر قادیانی معلم بن کر قادیانیت پھیلاتے رہے،اور قادیان سے معقول تنخواہیں پاتے رہے،مگر مفتی صاحب کی مسلسل فہمائش سے یہ لوگ تائب ہوتے رہے،ایک ایسے ہی قادیانی معلم کی توبہ کے موقعہ پر راقم بھی مفتی صاحب کے ہمراہ تھا، یہ معلم قادیانیت کا قدیم گڑھ پالاکرتی کا متوطن تھا، اور مفتی صاحب کے ہاتھ پر تائب ہورہا تھا، میں نے خدام ختم نبوت سے سنا کہ ایسے کئی واقعات ہیں جس میں مفتی صاحب کی محنت سے پورا پورا خاندان تائب ہوا، یا پرانے قادیانی معلم تائب ہوئے ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ خدام ختم نبوت میں سے اکثر خدام کا تعلق مفتی صاحب سے ہے،اور مفتی صاحب ان کے مقتداء اور رہبر رہے۔

جب سدی پیٹ کے اطراف دیہاتوں میں فتنۂ قادیانیت سر اٹھانے لگا، میری اسی سال جامعہ ڈابھیل سے فراغت ہوئی تھی ،قرب وجوار کے دیہاتوں کا سروے کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک گاؤں میں قادیانیت قدم جما چکی ہے، حکمت سے اس مسئلہ سے نمٹنا ضروری تھا، مفتی صاحبؒ نے سارے حالات سن کر میری بہت ہمت افزائی کی، بلکہ فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کیلئے گاؤں آنے کا وعدہ کیا، چنانچہ گاؤں ابراہیم نگر (حیدرآباد کریم نگر روڈ) اور گاؤں بدی پڑگہ (سدی پیٹ ورنگل روڈ) پر واقع دیہاتوں میں مفتی صاحب نے صبح کی اولین ساعتوں میں پہونچ کر گاؤں والوں سے افہام وتفہیم کے ذریعہ پورے دو دیہاتوں کے تائب ہونے میں اہم کردار ادا کیا۔

سدی پیٹ کے قرب وجوار میں قادیانیت کے چھپے عناصر کا پتہ لگانے منظم سروے کی ضرورت تھی، اس کے لئے کل جماعتی مجلس تحفظ ختم نبوت سدی پیٹ تشکیل دی گئی تھی ،جس کی ذمہ داری راقم کو سونپی گئی، اس وقت اس بارگراں کا میں نے مفتی صاحب سے ذکر کیا تو مفتی صاحب نے بہت ہمت افزائی کی ،اور کام کا طریقہ بتلایا، سروے کے نام سے منڈل کے تمام دیہاتوں کا دورہ ایک زرین موقع تھا، اس موقع پر شعور بیداری کیلئے تلگو زبان میں ایک پمفلٹ تقسیم کرنا طئے ہوا، وہ پمفلٹ مفتی صاحب نے اردو زبان میں تیار کیا۔جس کا عنوان تھا ’’دھوکے بازوں سے ہوشیار رہئیے۔‘‘ مفتی صاحبؒ کی ایماء پر اور خود مفتی صاحب کی نگرانی میں اس پمفلٹ کو تلگو زبان میں ترجمہ کر کے ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کیا گیا، یہ پمفلٹس ریاست کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں تقسیم کئے گئے جس کے بڑے مفید ثمرات سامنے آئے۔

حیدرآباد سے سدی پیٹ جاتے ہوئے راجیو راہداری پر واقع گاؤں دودیڑھ پر لب سڑک مسجد اور اس سے ملحقہ خوبصورت مدرسہ، ہر آنے جانے والے کو اپنی جانب متوجہ کرتا ہے، مدرسہ کا نام ’’**مدرسہ اشرفیہ خیر العلوم**

دودیڑہ ‘‘ ، ہے، مدرسہ کے احاطہ میں جاتے ہی ایک نورانی کیف، تلاوت کی بھنبھناہٹ، اس دیہات میں یک نورانی سماں باندھتی ہیں، اوقات نماز میں طلبہ کی معتد بہ تعداد سنت کے مطابق نماز پڑھتے ہوئے نظر آتی ہے، مدرسہ کا ہر گوشہ سلیقہ سے سجا ہوا ہے، اس حسن انتظام کو دیکھ کر ہر شخص متاثر ہوتا ہے، اس مدرسہ کی تاسیس میں جناب شیخ حیدر صاحب رحمہ اللہ کے ایثار و قربانی کے ساتھ مفتی صاحب کے اخلاص اور خصوصی توجہ کا اثر ہے، سن تاسیس سے ہی مفتی صاحب اس مدرسہ کے سرپرست اعلی تھے، مدرسہ کا مکمل نظام، چاہے مالی ہو یا تعلیمی، مفتی صاحب ہی طئے فرماتے تھے اس کام کے لئے ہم مزاج و مسلک علماء و مخلصین کی رجسٹرڈ کمیٹی بھی مفتی صاحب نے بنا کر رکھی ہے، یقیناً یہ مدرسہ علاقے کیلئے اسلام کی چوکی، اور محافظین اسلام کیلئے ایک چھاؤنی کی حیثیت رکھتا ہے، مفتی صاحب کے وصال سے جن اداروں کے ذمہ داروں کو صدمہ پہونچا ہے اس میں یہ ادارہ بھی شامل ہے، اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو قیامت تک جاری وساری فرمائے۔

تقریباً تین سال قبل دودیڑہ کے مذکورہ مدرسہ کی ہی ایک شاخ بنام، مدرسہ اشرفیہ خیر البنات مفتی صاحب نے قائم فرمائی، یہ مدرسہ علاقے کی ایک ضرورت ہے، جہاں تجوید کیساتھ قرآن کی تعلیم، نیز عالمیت کی تعلیم، معلمات کی ہی نگرانی میں دی جاتی ہے، اسی مدرسہ کے تحت سدی پیٹ کے خواتین میں اصلاح معاشرہ کا کام کیا جارہا ہے، کرونا کی عالمی وبا سے قبل مدینہ فنکشن ہال میں ہر ماہ صرف خواتین کے اجتماعات منعقد کئے گئے، جس کو حضرت مفتی صاحب کے علاوہ شہر حیدرآباد کے مدارس البنات کے عالمہ باجیوں نے بھی مخاطب کیا ہے، اس میں خواتین کی ایک بڑی تعداد شریک ہورہی ہے، اللہ کرے یہ نظام جاری وساری رہے۔

مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل منظم دینی مکاتب کے قیام میں ہے، مفتی صاحب روز اول سے ہی اس جانب توجہ دیتے آرہے تھے، چنانچہ دودیڑہ کے مذکورہ مدرسہ کے تحت چند دیہاتوں میں مکاتب کا نظام جاری ہے، اور گرمائی تعطیلات کے موقع پر انھیں دیہاتوں کے اسکولوں کے بچوں کی ایک بڑی تعداد مدرسہ کے دارالاقامہ میں لائی جاتی ہے پھر ان کی تعلیم و تربیت کی فکر کی جاتی ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے ہر ماہ کے دوسرے ہفتہ کو دودیڑہ مدرسہ میں مفتی صاحب کی مجلس ہوتی تھی، جس میں گاؤں دودیڑہ اور اس سے متصل سنگتراش مسلم آبادی کے مرد و خواتین کو جمع کیا جاتا تھا، الحمد للہ اس مجلس کی برکت سے ان پسماندہ لوگوں میں دینی بیداری میں زبردست اضافہ دیکھنے میں آیا ہے، چنانچہ، خواتین برقعہ پہننے لگیں، نیز غیر اسلامی رسم و رواج بھی ترک کرنے لگیں۔

بہ ہر حال! اس شخص کی زندگی پر کیا لکھا جائے جو اپنا سب کچھ اسلام کی اشاعت اور اس کی حفاظت میں

لگا چکا ہو، جس کی زندگی صبر و استقامت، تسلیم و رضا، خلوص وللّٰہیت سے پر تھی، کونسا ایسا محاذ ہے جہاں آپ پوری تندہی کے ساتھ سرگرم عمل نہ ہوں، آپ سٹی جمعیۃ علماء کے صدر، ریاستی ختم نبوت کے نائب صدر، مدرسہ سبیل الفلاح کے بانی و ناظم، اور کئی تنظیموں کے سرپرست و مشیر اور کئی اکابر سے اجازت یافتہ تھے، اور ٹوٹتے خاندانوں کو جوڑنے والے، برسوں سے چلنے والی تنظیموں کو اپنی حکمت و تدبیر سے جوڑ کر رکھنے والے مدبر و مفکر تھے۔

کرونا کی عالمگیر وباء کے بعد جب پابندیوں میں ذرا نرمی ہوئی تو مفتی صاحب سے فون پر بات ہوئی، آواز بتا رہی تھی کہ آپ بیمار ہیں، دریافت کرنے پر بتایا کہ کھانسی ہے، اور علاج جاری ہے، پھر چند دنوں بعد پتہ چلا کہ طبیعت مسلسل خراب ہوتے ہی جا رہی ہے، دوستوں سے معلوم ہوا کہ مسلسل کھانسی کی وجہ سے ابھی بات کرنا بھی مشکل ہے، یہ خبر سنکر احباب کے ہمراہ مفتی صاحب کی عیادت کیلئے حیدرآباد گیا، مفتی صاحب بستر پر بے سدھ پڑھے ہوئے تھے، بمشکل اٹھا کر بٹھایا گیا، کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر کہہ نہیں پار ہے تھے، مفتی صاحب کی یہ حالت دیکھ کر دل مغموم ہو گیا، آنکھیں بھر آئیں، صاف سمجھ میں آرہا تھا کہ مرض مہلک ہے۔ اسی کیفیت کے ساتھ مفتی صاحب سے رخصت ہوئے، ابھی چند دن بھی نہیں گذرے تھے کہ بالآخر جس وقت کا اندیشہ تھا، وہ 18 ر اگست 2021ء کی فجر سے قبل پیش آ گیا، اور مفتی صاحب اپنے سینکڑوں شاگردوں کو روتا چھوڑ کر اس جہان فانی سے اس عالم جاودانی کو رخصت ہوئے۔

حضرت مفتی صاحب کی وفات یوں تو پوری ملت کے لئے ایک عظیم سانحہ اور نقصان ہے، لیکن میرے لئے یہ ایسا ذاتی نقصان ہے کہ الفاظ کے ذریعہ اس کا بیان ممکن نہیں، میں ہمیشہ مفتی صاحب کی کمی محسوس کرتا رہوں گا، مجھے جب کبھی کوئی پریشان کن مسئلہ درپیش ہوتا تو مفتی صاحب سے فون کر کے رائے اور مشورہ طلب کرتا تو مفتی صاحب کے مشورے سے مسئلہ بھی حل ہو جاتا اور پریشانی بھی دور ہو جاتی، ، کئی بار مسائل و ہموم کے مسلسل دباؤ سے غم و یاس کے سنگین حملے ہوتے مگر مفتی صاحب کے کلمات تسکین کا کام دیتے، آج یہ سطور لکھ رہا ہوں تو آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے، مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میرا سب کچھ لٹ چکا ہے، اور میں بے یار و مددگار ہو چکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔ آمین

حضرت مفتی محمد عبد المغنی صاحبؒ

ازقلم: مفتی جلال الدین قاسمی زید مجدہٗ
بانی وناظم مدرسہ امداد العلوم کھمم

حضرت اقدس مفتی محمد عبد المغنی صاحب مظاہری علیہ الرحمہ حیدرآباد دکن ۱۸/ اگسٹ ۲۰۲۱ بروز چہارشنبہ نماز فجر سے قبل رات قریباً تین بجے کئی دنوں کی علالت کے بعد دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف بے شمار چاہنے والوں کو غمزدہ کرتے ہوئے منتقل ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

یقیناً حضرت مفتی صاحب ہم جیسوں اور ملت کا درد رکھنے والوں اور نو فاضل علماء کرام کے لئے خصوصاً جنوبی ہند کے پیشتر صوبوں کے لئے ایک عظیم نایاب نہ سہی کم یاب سرمایہ ضرور تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی روحانی اصلاحی شخصیت اور حالات حاضرہ میں قوم وملت کے لئے بروقت اقدام کرنے اور آگے آنے والے باہمت رہبر سے کون واقف نہیں؟ حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق صاحب علیہ الرحمہ، حضرت قاری امیر حسن صاحب رحمہ اللہ، حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب اور نہ جانے کتنے اللہ والوں کے نور نظر اور تربیت یافتہ تھے۔

حضرت مفتی صاحب خصوصاً نو فاضل علماء کرام اور اہل تعلق کے لئے ایک ڈھال تھے، ملکی قومی ملی حالات میں ایک بڑے طبقے کی نظر آپ پر ہوا کرتی ہر چھوٹا بڑا بلا جھجک اپنے معاملات میں رجوع کرتا حضرت مفتی صاحب کی شفقت ہر خاص وعام کے لئے یکساں تھی، اللہ پاک نے حضرت کو دونوں حلقوں دینی اور دنیاوی میں مقبولیت عطا فرمائی تھی شاید ہی حیدرآباد کا کوئی گلی کوچہ اور تلنگانہ وآندھرا کرناٹک مہاراشٹرا ڈیشا کا کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں حضرت مفتی صاحب کا فیض براہ راست یا بالواسطہ نہ پہونچا ہو، اور کوئی علاقہ ان کی اصلاحی فکروں سے محروم رہا ہو، ہر چھوٹا بڑا قریہ دیہات اور شہر کا کوئی بھی دینی تقاضا ہو مفتی صاحب اپنی مصروفیات اور بسا اوقات بیماری کے باوجود تشریف لاتے اور علاقہ میں دینی خدمات انجام دینے والوں کی ہمت افزائی فرماتے تھے، اپنی سادگی اور انتہائی بے تکلفانہ مزاج کی بنا پر اہل تعلق اور میزبانوں کے لئے کبھی بوجھ نہ بنتے بلکہ خدمت گزاروں اور بچوں کو انعامات سے بھی نوازتے، خاص احباب کو اس جانب توجہ بھی دلاتے قرآن مجید کی خدمت اور اصلاح

معاشرہ کے لئے اللہ پاک نے حیدرآباد دکن کے دو مشہور خانوادوں کو قبولیت سے نوازا تھا، حضرت اقدس حافظ عبدالغنی صاحب علیہ الرحمہ سابق نائب ناظم مدرسہ فیض العلوم اور حضرت اقدس حاجی عبدالستار صاحب بانی مدرسہ فیض العلوم سعید آباد حیدرآباد بلکہ مذکورہ دونوں بزرگوں کا شمار اس کے بانئین میں ہوتا ہے، اللہ پاک نے کثرت سے ان دو گھرانوں میں علماء کرام اور حفاظ کو پیدا فرمائے۔ ماشاءاللہ اس وقت ہر فرد دین مبین کی کسی نہ کسی خدمت میں مصروف ہے، جس گھر کا ہر فرد دین کی خدمت اور فکروں میں مصروف ہو عرش بریں پر ان گھرانوں کا کیا مقام ہوگا؟۔

مجھے خوب یاد ہے تیس بتیس سال قبل جس وقت بندہ نے بار بار طبیعت کے خراب رہنے پر تعلیم موقوف کر کے یہاں کھمم میں مسجد میں امامت کی خدمت انجام دینے لگا حضرت مفتی صاحب کو علم ہوا تو فوری حیدرآباد سے TVS موٹر سائیکل پر اتنا طویل اور پر مشقت سفر کرتے ہوئے تشریف لائے اور دو دن قیام فرما کر مسجد والوں اور والد صاحب کو سمجھایا کہ اس کا پڑھنا ضروری ہے، دوبارہ تعلیم کا آغاز کروایا، بڑے احسانات ہیں اس مرد قلندر کے اس عاجز پر، نہ جانے اور کیا کیا احسانات فرمائے ہوں گے اپنے چھوٹوں پر؟ واقعی ہم نے قدر نہیں کی آج دل روتا ہے یاد کر کر کے، آج ہم ایک مشفق ومہربان مصلح مربی اور استاد سے محروم ہو گئے، اپنے کو یتیم محسوس کرتے ہیں یہ کوئی تصنع ہرگز نہیں ہے، شہر کھمم میں عظمت صحابہؓ کے جلسوں کے ذریعے دس سال قبل بیداری شروع کروائی تھی اس میں پابندی سے تشریف لاتے تھے۔ الحمدللہ آج بھی جاری ہیں، علاقہ کا سفر ہوتا تو میزبانوں سے فرماتے میرا قیام جلال کے پاس ہوگا۔

حضرت مفتی صاحب کی جو نمایاں خصوصیات دیکھنے کو ملیں ان میں ہر وقت خدمت دین کے لئے کمربستہ رہنا رات دن سردی گرمی ہموم وغموم اور ذاتی گھریلو افکار کوئی معنی نہیں رکھتے تھے، جاننے والے جانتے ہیں اس راہ میں حضرت مفتی صاحب اور برادران بلکہ خدا ترس ولیٔ کامل والد بزرگوار نے کتنے کڑوے گھونٹ پیئے اور پیتے رہتے تھے، کبھی زبان یا کسی عمل سے حرف شکایت تک نہیں فرمائی، واقعی یہ بڑوں کا ہی ظرف ہے دینی خدمات انجام دینے والوں کی راہ میں رکاوٹ اور ہمتوں کو پست کرنے والے عام لوگ ہی نہیں کچھ اپنے بھی ہوتے ہیں مفتی صاحبؒ نے کبھی ان چیزوں کو خاطر میں نہیں لایا بلکہ اپنے کام میں برابر مصروف رہے اور سب کو گلے سے لگائے رکھا۔

جہاں قرآن مجید کی ترویج واشاعت درس قرآن آپ کی خدمات میں شامل تھیں وہیں رسالت مآب سرور عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت سے آپ کو بے پناہ محبت تھی جہاں جاتے اپنے پیارے نبی کی سنت اور

سیرت پر عمل کی تلقین فرماتے اسی وجہ سے آپ نے ختم نبوت کے کام کو اپنی زندگی کا اہم مشن بنایا ہوا تھا پوری ریاست میں اس مبارک کام کو کھڑا کیا شہر حیدرآباد اور اضلاع کے علماء کرام کو اس کام کی جانب متوجہ کیا چنانچہ رحلت کے بعد آپ کو بہت ہی بہترین حالت میں دیکھا گیا سفید عمدہ نفیس مسند پر سفید لباس سر پر سفید عمامہ زیب تن کئے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں دوسری جانب مرزائیوں کا میلہ ہو رہا تھا جس میں لوگوں کو شرکت کی دعوت دی جارہی ہے میلہ مناظرہ کی شکل اختیار کر گیا لوگ مفتی صاحب کے یہاں پہونچے آپ تبسّم فرماتے ہوئے اپنے شاگردوں کی بحث میں حوالجات پر مدد فرمارہے ہیں۔ مختصراً یہ کہ قادیانی آپ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھتے ہوئے معافی مانگ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، بہر حال یہ تو ایک خواب ہے لیکن اچھے خواب بھی شرعی اعتبار سے ایک حیثیت رکھتے ہیں جس سے کسی کو انکار نہیں الحمدللہ ایک گونہ تسلی تو حاصل ہوگئی، یقیناً حضرت مفتی صاحب اسی کے مستحق تھے آپ کی ان ہی کاوشوں کے نتیجے میں آپ کے رفقاء اور علماء کرام اس کاز کو پوری طرح سنبھالے ہوئے ہیں اور احقاق حق کے لئے ریاست میں ایک مضبوط پلیٹ فارم ہر طرح کے باطل فتنوں خصوصاً ردقادیانیت پر سرگرم عمل ہے۔

الحمدللہ دوسری بڑی چیز معاشرہ کی اصلاح کی فکر آپ کو تھکا دیتی تھی امت کا اپنے محسن اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے دوری آپ کو بے چین کردیتی اس سلسلے میں آپ دور دراز کا سفر فرماتے دیہات اور قریوں تک جاتے چاہے وہ لوگوں کے ذاتی قضیے ہوں، معاشرہ کی اصلاح کا کام ہو ایک عالم باعمل عارف ربانی ہونے کا پورا پورا حق ادا فرماتے اہم ذمہ داریوں کے باوجود اپنے چھوٹوں اور متعلقین سے بے خبر نہ رہتے، برابر دینی خبر لیتے اور اصلاح بھی فرماتے رہتے، آپ اپنے متعلقین کے لئے بہت بڑا سایہ تھے آج آپ کی کمی ہر جگہ پائی جارہی ہے اور پائی جاتی رہے گی، اس وقت بزرگوں کے منظور نظر اسلاف کی یادگار حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد برادر حضرت مفتی صاحب اس خانوادہ کے لئے اور ہم غرباء کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں، آپ پر جو صدمہ ہے آج بھی ہر کوئی محسوس کرسکتا ہے اگرچہ حضرت نے محسوس نہ اس وقت ہونے دیا نہ آج۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی تیسری خصوصیت یہ تھی کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے مسلک ومشرب پر مضبوطی سے جمے رہتے ہوئے تمام جماعتوں مسلکوں اور قائدین کے ساتھ مل کر جمہوری انداز میں مظلوم بندگان خدا کی خدمت کے لئے پیش پیش رہتے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہ فرماتے، جو حق ہوتا اس کے اظہار میں کبھی کوئی مداہنت نہ فرماتے، حکمت ومصلحت کے ساتھ شرعی حدود میں رہتے ہوئے حقوق

کی ادائیگی، معاملات میں صفائی اور حسن معاشرت آپ کا امتیاز تھا، اخلاق کریمانہ، آخرت کا استحضار، اللہ پاک سے محبت، شاہ عرب وعجم رسول عربی ﷺ کی تعظیم وادب، ان ہی کے لئے حیات وممات، اہل اللہ سے قلبی محبت وتعلق مفتی صاحبؒ کو اپنے والد ماجد اور حضرت اقدس محی السنہؒ ودیگر بزرگوں سے وراثت میں ملا تھا، حضرت کے والد ماجد اپنے وقت کے ولیٔ کامل تھے، جنہوں نے اپنے مرشد کامل کے ہاتھوں اپنے کو فنا کردیا تھا، اپنی مکمل اولاد کو دین متین اور قرآن مجید کی خدمت وحفاظت کے لئے وقف کردیا تھا، اگر یہ چاہتے تو تجارت وصنعت کے میدان میں شہسواری کرتے، حضرت مفتی صاحبؒ اسی خانوادے میں اپنے والدین کی نرینہ اولاد میں سب سے بڑے تھے، انہوں نے اپنے لئے، اہل وعیال کے لئے کبھی دنیاوی راحتوں کا خیال نہیں فرمایا، ہاں اُخروی راحتوں کو ضرور ملحوظ رکھا، اللہ پاک غریق رحمت فرمائے۔ آمین

اس دور فساد میں ایسی عظیم اور پاکیزہ روحوں کا ایک ایک کر کے آخرت کی طرف منتقل ہونا ایک عظیم خسارہ اور ملت کے لئے بڑی محرومی ہے، پروردگار ہی احسان وکرم فرما کر علاقہ حفاظت فرمائے، ہمارے موجودہ اکابرین کو صحت وسلامتی کے ساتھ جملہ وباؤں اور بیماریوں سے محفوظ رکھے، حضرت مفتی صاحبؒ کو اعلیٰ علیین اور جنت الفردوس میں اپنے اکابرین کی معیت نصیب فرمائے، حضرت کی والدہ ماجدہ امی جان جو بندہ پر انتہائی مشفق ومہربان عابدہ زاہدہ متقیہ پر کیا گزری ہوگی جن کے سامنے ایک ہونہار لائق وفائق عالم وفاضل جس کا چرچا ہر دینی گھر کے لئے فخر کا ذریعہ ہو جنازہ اٹھتا ہوا دیکھ کر پھر بھی مجال ہے صبر کا دامن چھوٹے پر وقار نم دیدہ آنکھوں کے ساتھ متعلقین نے حضرت کو آخرت کے سفر پر اپنے گھر سے ٹھیک بارہ بجے ادارہ اشرف العلوم کی مسجد کی طرف روانہ کیا، جہاں بے شمار زائرین وحاضرین دیدار اور نماز کے لئے منتظر تھے بعد نماز ظہر ایک بڑے مجمع اور جم غفیر نے کیا پرائے کیا اپنے علماء زعماء صلحا اور قائدین سب نے سعادت جانتے ہوئے نماز ادا کی اور بروز چہارشنبہ نماز عصر سے قبل مغموم دل کے ساتھ بے شمار بندگان خدا کی موجودگی میں اللہ کے اس محبوب درویش کو لحد کے حوالے کیا، اللہ رب العزت سے دست بستہ دعا ہے کہ برزخ کی آزمائشوں سے حضرت والا اور جملہ مومنین ومومنات کو اپنی امان میں رکھے صلحا کی موجودگی میں فتنے ان کے پیروں تلے دبے رہتے ہیں ان کی وفات پر جنم لیتے ہیں۔ الامان الحفیظ

حق تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی والدہ ماجدہ، اہل وعیال اور متعلقین کو اپنی امان میں رکھے اور ہم ضعفا کو مزید آزمائشوں سے بچائے آمین یارب العالمین حضرت کی رحلت بندہ کے لئے ایک عظیم ذاتی نقصان ہے گمان میں بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی ایسا وقت بھی آئے گا کہ مفتی صاحبؒ ہمیں بے سہارا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

ایک سایہ دار درخت

مولانا محمد عبدالمقتدر اظہر رشادی
ناظم مدرسہ تعلیم القرآن، بالاپور

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمہ اللہ کی ذات و شخصیت اور حیات و خدمات بالخصوص ہم شاگردوں اور چھوٹوں کے لئے اور بالعموم عوام و خواص کے لئے حقیقت میں بے نظیر و بے مثال رہی، یقیناً ہم سبھی نے آپؒ کو اخلاق و کردار میں رفتار و گفتار میں، شفقت و محبت میں قوم ملت کے لئے جذبۂ ایثار و ہمدردی میں اور ہر قسم کے کارہائے خیر کے لئے جد وجہد میں ایک منفرد ہستی پایا، آپؒ اسلامی شعار اور اسلامی اقدار کی حمیت وحفاظت کے لئے بلند عزم و حوصلہ کے مالک تھے، آپؒ کی صحبتِ بافیض نے ہزاروں سخت دلوں کو نرم دل، بے دلوں کو دِل دار اور بے دینوں کو دین دار بنا دیا، حضرت الاستاذ اب ہمارے درمیان نہیں رہے؛ مگر آپ کی محبتیں اور آپ کی شفقتیں اور آپ کی گراں مایہ پند و نصائح برابر ہمارے ساتھ ہیں، اور رہیں گی انشاء اللہ، آپؒ ایک نہایت ہی نرم دل استاذ، مشفق و مہربان اور بڑے ہی ہمدرد مربی رہے، آپ سے شاگردوں اور ہزاروں عوام و خواص نے آپ کے دروس بافیض اور آپ کی پُر اثر تقاریر اور وعظ و نصائح سے استفادہ کیا اور دنیا کے بیشتر ممالک و مقامات میں علم کے سپاہیوں اور دین کے جیالوں کو مستفید و مستفیض کر رہے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ فقیہِ ملت، امیرِ اُمت، رئیس العلماء و فضلاء، استاذ الاساتذہ، عارف باللہ، محدثِ جلیل، مفسر کبیر، محافظ شریعت، نگہبانِ طریقت، ماحی شرک و بدعت ہمہ گیر شخصیت ہونے کے باوجود نہایت خوش طبع و خوش اخلاق انتہائی منکسر المزاج اور خوب سادگی پسند تھے۔ اپنوں پرایوں، چھوٹوں اور بڑوں سب کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش گفتاری سے پیش آتے، ہم جیسے چھوٹوں اور نالائقوں کے ساتھ بھی آپ حسنِ اخلاق و معاملت اور خورد نوازی والا سلوک فرماتے، گویا آپ کی ہستی اس شعر کا مصداق تھی ؎

ایسے ملا کرو کہ کریں لوگ آرزو
ایسے جیا کرو کہ زمانہ مثال دے

ہمہ خانہ آفتاب است

حضرت الاستاذ مفتی صاحبؒ کے تمام ہی خاندان کو اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کے لئے قبول کیا ہے، سارا خاندان علمی، سارا گھرانہ نورانی، الحمدللہ آپ کے والدین کی خدماتِ جلیلہ اور مساعی حمیدہ سے کون ناواقف ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ محترمہ کا سایہ ہم سبھی خدام دین پر تادیر قائم رکھے۔ اوران کی مقبول اور مستجاب دعاؤں میں ہمیں حصہ نصیب فرمائے، حضرت مفتی صاحب کے برادرانِ مکرمین قابل الذکر ہم سبھی کے بڑے اور بزرگ کئی دینی وملی ورفاہی اور فلاحی خدمات اور تنظیموں کے روحِ رواں اور سرپرست حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب زید مجدہ ہم سبھی کے لئے اللہ کی رحمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ پاک اس سے بھی بہتر انداز میں تمام برادران اور فرزندان کو تادمِ زیست خدماتِ قرآن اور خدماتِ دین سے وابستہ رکھے۔ آمین

ہمارے راہنما ہمارے سرپرست

حضرت مفتی صاحبؒ راقم الحروف ''محمد عبدالمقتدر اظہر رشادی'' کے بالکل تعلیمی آغاز، اور ابتداء ہی سے سرپرست اور رہنما رہے، آپ کی شفقتوں اور محبتوں کے سایے ہی میں میری اور مجھ جیسے سینکڑوں چھوٹوں کی تعلیم وتربیت ہوئی۔

حقیقت میں آپؒ اللہ کے ان برگزیدہ اور چنندہ بندوں میں سے تھے جنھوں نے اپنی زندگیوں کو اپنے لئے نہیں بلکہ قوم وملت کی حفاظت وحمایت میں گذارا تھا، آپؒ بہت ہی بلند ہمت اور بلند پرواز اور بلند حوصلہ شخصیت تھے۔ الغرض آپؒ نے اپنے نائبین، معتقدین ومتوسلین کے لئے زبردست رہنمایانہ خطوط جاری فرمائے ہیں، آپ نے ہم میں سے کسی کو بھی کسی محنت یا ہمت کے لئے پیاسا نہیں چھوڑا، ہر کام اور ہر گام پر رہنمائی فرمائی۔ اللہ کرے کہ ہم آپ کے مشن پر چلیں اور حضرت مفتی صاحب کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ اللہ پاک آپ کے درجے بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

وہ کون ہے جو محفل و منزل ویران کر گیا

از: مولانا حافظ محمد اشرف علی تعلیمی زید مجدہٗ
ناظم مدرسہ اشرفیہ حفظ القرآن حیدرآباد

وہ مردِ مجاہد جو ۶۶ ؍سال کی عمر تک قوم وملت کے درد وغم اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار، نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے لامتناہی کوششوں اور کاوشوں میں پوری عمر سرگرم، ختم نبوت کے تحفظ وخدمت کے میدان کا مجاہد، عظمتِ صحابہؓ کی آواز کو چہار طرف بلند کرنے والا، جس کی زندگی اتباعِ سنت سے چمکدار، تحفظِ شریعت اور اشاعتِ تعلیمِ قرآن پاک جس کا اصل مقصدِ حیات تھا، اور وہ کہ جس کی تقریر وتحریر سے ہزاروں کو راہبری ملتی رہی، اور جس کی نورِ نسبت سے سینکڑوں سیراب ہوتے رہے، اور وہ جو ریاست کے بے شمار دینی محفلوں ومجلسوں کی کرسیٔ صدارت پر فائز ہوکر جلسہ کی اور اسٹیج کی زینت ہوا کرتے تھے، جن کی تواضع اور سادگی کا یہ عالم کہ اکثر وبیشتر جن کی شخصیت کو پہچان بھی نہ سکے، یعنی علم وعمل کے علمبردار عارف باللہ، نمونۂ اسلاف، مشہور ومعروف عالمِ دین اور صاحبِ نسبت بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب رحمہ اللہ جو ۸ ؍محرم الحرام بروز بدھ صبح صادق سے قبل اور عین تہجد کے وقت ہزاروں جانثاروں، سینکڑوں متعلقین اور رشتہ داروں کو روتا چھوڑ کر اپنے محبوبِ حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی لحد کو جنت کا باغ بنائے، ان کی قبر کو نور سے منور فرما کر ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات سے درگذر فرمائیں اور ان کے لگائے ہوئے علمی پودے کو جو مدرسہ سبیل الفلاح کی شکل میں ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کو سرسبز رکھے۔ آمین

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت اور ان کی دینی وملی فکریں کسی پر مخفی نہیں ہیں، حضرت کا وجود ہمارے لئے باعثِ رحمت وبرکت تھا اور نہ جانے کتنی آفتوں اور مصیبتوں کے لئے ذریعۂ رکاوٹ تھا، اور جس کی مستجاب دعاؤں سے نہ جانے کتنے کام پائے تکمیل تک پہونچا کرتے تھے، اور ان سب خوبیوں اور کمالات کے باوجود رہن سہن ایسا کہ اسلاف کی زندگیوں کا نقشہ یاد آجاتا تھا، اخلاق وکردار اس قدر بلند کہ بڑے سنگ دل بھی نرم

پڑ جایا کرتے تھے، شفقت ومحبت کا یہ عالم کہ اکثر پہلی ملاقات میں گرویدہ ہوجایا کرتے تھے، ملنساری ایسی کہ ہر شخص یہ گمان کرتا کہ حضرت مفتی صاحبؒ سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں اور اُمت کی ایسی فکر کہ سفر ہو یا حضر، آرام کا وقت ہو یا بھوک کا تقاضا، رات کی اندھیری ہو کہ دن کا شور شرابہ، موسم گرما ہو کہ سرما، بارش ہو کہ طوفان، حالات موافق ہو یا ناسازگار، ہر حال میں کسی آنے والے سے بات کر لینا، کسی کے جھگڑے کو صلح وصفائی سے ختم کرادینا اور کسی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کر دینا، حضرت مفتی صاحب کا محبوب مشغلہ تھا، بندہ نے بیسیوں مرتبہ بہ چشمِ خود دیکھا کہ دن رات میاں بیوی کے جھگڑے اور خاندانی تصفیے کیا کرتے تھے، کھانے پینے اور آرام وراحت کی ایسے وقت بالکل فکر نہیں کرتے تھے؛ حتیٰ کہ بسا اوقات تصفیہ اور قضیہ میں رات دیر ہوجاتی اور لوگ چلے جاتے تو اس کے بعد دفتر اور مدرسہ میں کوئی بیدار ہو اور کچھ کھانے مل جائے تو ٹھیک، ورنہ بسکٹ کھا کر سوجاتے اور وہ رات اسی پر گذارا کر لیتے تھے۔

اکابرین کی زندگیوں سے متعلق ورق گردانی اور ان کی حیات وخدمات کی کتابوں سے جو وصفِ مشترک ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے تمام کمالات سے صرفِ نظر، اور خود کی کمیوں اور خامیوں پر گہری نظر، یہ وصف حضرت مفتی صاحبؒ میں بہت تھا، جس کی تصدیق ایک تازہ واقعہ سے ہوتی ہے کہ مضمون نگار نے حضرت مفتی صاحب کی وفات سے چند دن قبل ایک خواب دیکھا تھا، اس کی تعبیر، اور اس خیال سے کہ اس خواب میں حضرت مفتی صاحب اپنے مقام اور قرب خاص کو سن کر خوش ہوں گے، میں نے خواب بیان کیا؛ لیکن خواب سن کر جو جواب حضرت مفتی صاحبؒ نے دیا اس میں ہم سب کے لئے سبق ہے، خواب یہ تھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے لوگ سفید پوشاک میں ایک طرف کو جارہے ہیں، ایسا معلوم ہوا کہ کوئی بڑا مجمع ہے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے جانے لگا بہت آگے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ آگے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، چناں چہ شوق ملاقات ودیدار کے جذبہ سے میں بھی تیز تیز جانے لگا چناں چہ دور سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ ایک سفید رومال اوڑھے ایک جگہ تشریف فرما ہیں، میں جلدی جلدی دیدار کے لئے قریب ہوا، اور بالکل ایک دو قدم کے فاصلہ پر ہی تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ بیٹھے ہوئے نظر آئے، میں نے اس خیال سے کہ پہلے مفتی صاحب ملاقات کرلوں پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں گا؛ میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے ملاقات کی اور اس سے قبل کہ آگے بڑھتا نیند سے بیدار ہوگیا۔ یہ خواب سنا کر ایک دو لمحہ انتظار کے بعد حضرت مفتی صاحب کو دیکھا کہ چہرہ سے صدمہ اور افسوس کا اظہار ہو رہا تھا، اتنے میں فرمایا کہ میں کیا جواب دوں، میری منحوسی ہے کہ آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ ہوسکی، یعنی کہ میں درمیان میں آگیا، میں نے کہا حضرت منحوسی نہیں آپ کی قربت خاص پر ہم کو رشک ہے، تھوڑا سا

مسکرایا اور خاموش رہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے کمال اور کسی خوبی پر بالکل نظر نہ کرتے تھے بلکہ اپنی اصلاح اور کمیوں اور خامیوں کو دور کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔الغرض بہت سی خوبیوں کے مالک اور بہت سے صفاتِ حسنہ کے حامل تھے۔

حضرت مفتی صاحب اب ہمارے درمیان نہیں رہے؛لیکن ان کی زندگی اور زندگی کے حالات ہمارے لئے وہ تابندہ نقوش ہیں جن کو ہم اپنے اندر پیدا کریں اور ان نقوش کو مشعلِ راہ بنائیں یہی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سب سے بڑا اخراج عقیدت ہوگا اور اسی سے حضرت کی روح خوش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نفوسِ مقدسہ کے نقوش تابندہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(بقیہ صفحہ:۱۲۶ سے)

باقیات الصالحات:

آپ کے باقیات الصالحات میں صدقہ جاریہ کے طور پر آپ کے قائم کردہ ادارے مدرسہ سبیل الفلاح چھتہ بازار، بنڈلہ گوڑہ، حفیظ پیٹ اور سدی پیٹ میں واقع مدرسہ اشرفیہ خیر العلوم ہے، جس کے مستفیدین کا نفع آپؒ کو تاقیات جاری رہے گا، اسی طرح آپؒ کے دروس قرآن وحدیث اور دیگر علمی کارنامے ہیں جس سے امت نفع اٹھاتے رہے گی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمات کا سلسلہ تو بہر حال بہت طویل ہے، آپؒ کی خدمات کا یہ سلسلہ آپؒ کے پیچھے رہنے والے خدام دین کے لئے یقیناً مشعلِ راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام اکابرین سابقین کی طرح دینی راہوں میں قربانیاں پیش کرنے کے جذبات عطا فرمائیں۔آمین

رہنے کو سدا دھر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

مجھے فخر ہے مفتی صاحب کا شاگرد ہونے پر

بہ قلم: مفتی احمد عبدالحسیب تنویر قاسمی
مدیر ماہنامہ ندائے صالحین

۱۹۸۵ء کی بات ہے، جب ہم تین بھائیوں (مولانا احمد عبدالرقیب قاسمی، مفتی احمد عبدالرؤوف قاسمی اور راقم الحروف) کا داخلہ درمیان سال مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں ہوا، عام طور پر دینی مدارس میں داخلے شوال میں ہوتے ہیں۔

ہمارے والد محترم حافظ احمد عبدالرب صاحب مدظلۂ ــــ جو مدرسہ فیض العلوم کے ابتدائی حفاظ میں سے شمار کئے جاتے ہیں ــــ کی خواہش تھی کہ ہم تینوں بھائی تجوید کی رعایت کرتے ہوئے حفظ قرآن کی تعلیم حاصل کریں، ہر مدرسہ میں تجوید کی رعایت کے ساتھ حفظ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے..... مگر حضرت محی السنہؒ کے قائم کردہ دعوۃ الحق ہردوئی اور مدرسہ فیض العلوم کی تجوید کی بات ہی کچھ اور ہے..... مدرسہ فیض العلوم میں داخلہ کے لئے والد محترم نے درخواست دی، اللہ تعالیٰ کو منظور رہا، مدرسہ فیض العلوم میں داخلہ کی راہ ہموار ہوئی۔

جس وقت ہمارا داخلہ ہوا اُس وقت مدرسہ میں یہ بات گشت کر رہی تھی کہ فیض العلوم میں درمیان سال میں داخلے نہیں ہوتے، اور ایک گھر سے عام طور پر ایک ہی طالب علم کا داخلہ ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ہمارے والدین کی شبانہ روز کی دعاؤں کی برکت سے بیک وقت تینوں بھائیوں کا داخلہ مدرسہ فیض العلوم میں ہوگیا۔ ہم بھائی شہر کے کسی اور ادارہ میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، درمیان سال میں ایک ادارہ سے نکل کر ایسے ادارہ میں جانے کی طبیعت نہیں چاہتی تھی، اس لئے کہ مدرسہ فیض العلوم کی اندرونی سختیاں اپنی جگہ اور قدیم طلبہ کا جدید طلبہ کو پریشان کرنا بھی معروف ومشہور تھا۔

مگر اس وقت ہمارے چچا حضرت مولانا احمد عبداللہ طیب صاحب مدظلۂ شعبۂ حفظ کی ایک جماعت کے ذمہ دار تھے، پھر چھوٹے دادا جان جناب حاجی احمد عبدالستار صاحب نوراللہ مرقدہٗ بھی ہماری ہمت کے لئے بہت حد تک کافی تھے۔

مدرسہ میں داخلہ ہوگیا، تینوں کے چند پارے حفظ ہو چکے تھے، داخلہ کے وقت امتحان لیا گیا، تجوید میں کمی کی وجہ سے ناظرہ میں بٹھانا طے پایا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے استاذی حضرت مولانا سید شاہ قادر معظم شہید رحمۃ اللہ علیہ کو، آپ نے فرمایا کہ جو طلبہ کسی ادارہ سے حفظ کے چند پارے پڑھ کر آتے ہیں ان کو ناظرہ میں بٹھانے سے ان طلبہ کی ہمتیں پست ہوں گی، اور دل شکنی ہوگی، صبح کی میقات حفظ کی درسگاہ میں آموختہ سنایا کریں، اور دوپہر کی میقات میں نورانی قاعدہ تجوید کی مشق کریں۔

شعبۂ حفظ کے لئے عمِ محترم جناب مولانا احمد عبداللہ طیب مدظلہ کی درسگاہ اور ناظرہ کے لئے حضرت مولانا شاہ سید قادر معظم شہیدؒ کی درسگاہوں کا انتخاب عمل میں آیا۔

چند ہی دن بعد عم محترم مولانا احمد عبداللہ طیب مدظلہ کا تبادلہ خیریت آباد عمل میں آیا۔۔۔ جیسے ہی اطلاع ملی کہ طیب چاچا اب نہیں پڑھائیں گے، اُن کا تبادلہ کردیا گیا۔۔۔ دل بہت ملول ہوا، اب تک طیب چاچا کا بھرم تھا، اب وہ کہیں اور چلے جائیں گے تو کس کی جماعت میں پڑھنا ہوگا؟ استاذ صاحب کیسے رہیں گے؟، اس لئے کہ مدرسہ فیض العلوم کی سختیاں داخلہ سے پہلے سن چکے تھے، اب داخلہ کے بعد بڑے بڑے طلبہ جن کی داڑھیاں نکل آئی تھیں، غلطی پر ان کی بھی پٹائی ہوتی ہوئی آنکھوں نے دیکھ لیا۔

دو چار روز بعد ہماری جماعت میں ذمہ دار بنا کر استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھیجے گئے، افراد سازی اور طلبہ کی نفسیات کے ماہر، حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحبؒ سے دو چار دن میں اُنس ہوگیا...... بڑے نرم مزاج، خوش اخلاق، طلبہ کی نفسیات کے نبّاض واقع ہوئے، اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیت سے مالا مال فرمایا تھا۔

مجھے فخر ہے کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے باکمال استاذ سے مجھے حفظ قرآن کے لئے شرفِ تلمّذ حاصل ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق اور ان کی مخلصانہ کوششیں رہیں کہ مجھ جیسے نا اہل کو حافظ قرآن کے عظیم خطاب سے ملقّب فرمایا۔

چھٹویں منزل کے اختتام پر دعوۃ الحق ہر دوئی کے مطابق پوری چھ منزلیں استاذِ محترم کو سنانے کے بعد ہی کسی دوسرے استاذ کے پاس امتحان دلوا کر ساتویں منزل شروع کی جاتی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے شاگردوں پر غیر معمولی اعتماد تھا، حضرت مفتی صاحب کچھ اور ہمت دلا کر مشکل کام کو آسان کردیا کرتے تھے، مفتی صاحب نے مجھ سے کہا تیرہ دن میں ایک جمعہ آتا ہے، کُل چودہ دن میں روزانہ دو پارے کر کے مکمل دور

سناؤ، تو انعام بھی دوں گا اور سبق بھی شروع کر دیا جائے گا۔

مفتی صاحبؒ نے انعام کا وعدہ کیا اور ہمت دلائی، الحمدللہ چودہ دن میں راقم الحروف نے پوری چھ منزلیں استاذ محترم اور جناب حافظ سید حقانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو سنا کر امتحان دیا، اور کامیاب ہونے پر حضرت مفتی صاحب نے حسب وعدہ انعام سے نوازا۔

راقم الحروف کے غالباً چوبیس یا پچیس پارے ہوئے تھے ہمارے چچا حضرت مولانا عبدالہادی صاحب کا ہماری جماعت میں معاون استاذ کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔ میرے لا اُبالی پن، کھیل کود کی طرف زیادہ توجہ کی وجہ سے ہمارے چچا حضرت مولانا احمد عبدالہادی صاحب مدظلہ ناراض ہوا کرتے تھے، کیا بات ہوگئی اللہ بہتر جانے حضرت مفتی صاحب نے پارہ بائیس (۲۲) ربع سے آموختہ سنانے کے لئے ہمارے چچا کے پاس بھیجا، یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ میرے لا اُبالی پن پر وقتاً فوقتاً عمِ محترم سرزنش کیا کرتے تھے اور ڈانٹتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سورۂ سبا کے ابتدائی دو رکوع میں تقریباً ۲۴ رغلطیاں ہوئیں، عم محترم نے ناراضگی کا اظہار کر کے اس امید کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کے پاس بھیج دیا کہ آج تو پٹائی ہونی ہی ہے، کاپی لے کر مفتی صاحب کے پاس پہنچا تو مفتی صاحب نے میرے ساتھ جو سلوک فرمایا وہ زندگی کے کسی لمحہ میں نہیں بھول سکتا، مفتی صاحبؒ کے بازو چھڑی رکھی ہوئی تھی، سزا نہیں دی؛ بلکہ اپنے بازو بٹھا کر فرمایا جلدی سے یاد کرو، ابھی میں خود سنوں گا۔

سورۂ مرسلات میں جب سبق پہنچا تو حضرت مفتی صاحبؒ روزانہ ایک ایک آیت سبق دیا کرتے تھے، دس بارہ دن کے بعد راقم الحروف نے حضرت مفتی صاحبؒ سے گذارش کی کہ ایک ایک آیت کب تک، ختم سورۃ تک سبق دے دیجئے، حضرت مفتی صاحبؒ نے شرط لگائی کہ پورا قرآن ایک بیٹھک میں سنا دو، ایک ساتھ سبق دے کر ختم کروا دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے راقم الحروف نے پورا قرآن ایک بیٹھک میں سنانے کی حامی بھر لی، حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کل صبح سنوں گا، الحمدللہ حضرت مفتی صاحبؒ کا راقم الحروف پر اعتماد تھا، پورا قرآن کریم ایک بیٹھک میں سنایا، حضرت مفتی صاحبؒ نے سورۃ ختم تک سبق دیا، خوب دعائیں دیں اور انعام سے بھی نوازا۔

حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد عالم کورس کے لئے دوسرے ادارے میں داخلہ لیا، اور پڑھائی چلتی رہی، درمیان میں کبھی کہیں ملاقات ہوتی تو احوال معلوم کرتے، دور کے بارے میں سوال کرتے اور مشورے دیتے، خوشی کا اظہار فرماتے۔

۱۹۸۸ء کی بات ہے، حکومت ایران کی طرف سے کل ہند مسابقہ قرآن میں شرکت کا موقع ملا، اور ۱۹۹۵ء میں کل ہند مسابقہ قرآن کریم میں شرکت کا موقع ملا بالترتیب انعام دوم اور انعام اول ملنے پر خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا، اور خوب دعائیں دیں۔

راقم الحروف حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ادنیٰ شاگرد تھا، مگر حضرت مفتی صاحب مجھے مفتی عبدالحسیب کے نام سے یاد کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ اپنے شاگردوں کی ترقی پر خوش ہوتے اور شاگردوں سے اچھے کام پر کہیں ملاقات ہوتی تو اُن اچھے کاموں کو یاد کر کے مسرت اور خوشی کا اظہار فرماتے۔



(بقیہ صفحہ: ۱۳۵ سے)

حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ نے آن لائن خطاب اور دعا فرمائی تھی۔

مشتے نمونے از خروارے طور پر میں نے کچھ نمایاں خدمات یہاں ذکر کی ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ

ع سفینہ چاہیئے اس بحر بے کراں کے لئے

حضرت مفتی صاحبؒ اور جمعیت کا تذکرہ یقینا تشنہ رہے گا۔ ان کے ان وفا شعار مخلص رفقاء کے ذکر کے بغیر جو ان کے اشارہ پر ان کے ہر منصوبہ اور خاکے میں رنگ بھرنے کے لئے سرگرم عمل ہو جایا کرتے تھے، ان میں بالخصوص مزاج شناس فعال اور مخلص شخصیت جنرل سکریٹری جمعیت علماء گریٹر حیدرآباد حضرت مولانا محمد مصدق القاسمی ہیں۔ جنہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے شانہ بشانہ اس قافلہ جمعیت کو سرگرم رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور جمعیت علماء حیدرآباد کی خدمات کی ایک روشن تاریخ رقم کی۔

حضرت مفتی صاحبؒ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ یقینا کوئی اس دہر میں ہمیشہ رہنے کو آیا بھی نہیں ہے؛ لیکن آپ کے تابندہ نقوش ہمارے لئے رہبر و رہنما ہیں۔ ہمارا ان کو صحیح خراج یہی ہوگا کہ ہم ان نقوش کو مشعل راہ بنالیں۔

کوئی سوغاتِ وفا دے کے چلا جاؤں گا
تجھ کو جینے کی ادا دے کے چلا جاؤں گا
تیری راہوں میں مرے بعد نہ جانے کیا ہو
میں تو نقش کف پا دے کے چلا جاؤں گا

جنھیں ہم کبھی بھلا نہ سکیں گے

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ

بہ قلم: مفتی محمد عبدالحمید قاسمی
استاد جامعہ صدیقیہ فیض العلم کریم نگر

18 / اگست 2021 بروز بدھ یہ خبر بہت ہی رنج وغم کے ساتھ سنی گئی کہ حیدرآباد کے مشہور جید عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ کا رات 3 / بجے انتقال ہوگیا ہے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی مفتی صاحبؒ پر اور بیش بہا خوبیوں اور کمالات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالا مال فرمایا تھا، آپ بہت نیک طینت، پرہیزگار، متقی، متانت وسنجیدگی، عاجزی وانکساری، بلند اخلاق، رحم دل، منکسر المزاج جیسے اعلیٰ صفات سے متصف ہونے کے علاوہ بہت زیادہ سادگی پسند تھے، آپ اپنے ہم عصروں میں ممتاز مقام کے حامل تھے، شاگردوں کے ساتھ سلوک اپنے بچوں کی طرح ہوا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک دردمند دل عطا کیا تھا کہ مسلمانوں کے دکھ درد سے بے چین بے قرار اور ان کے مسائل کے لئے متفکر رہتا تھا، تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوتے، جب تک کہ صحبتِ اہل اللہ نہ ہو، مفتی صاحبؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جو مقام بلند عطا فرمایا وہ ان کی ذہانت اور علمی استعداد سے زیادہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ کے فیض صحبت اور حضرت قاری امیر الحسن صاحبؒ کے فیض نظر کا نتیجہ تھا، مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد آپ کی ایک قابل قدر یادگار ہے جس کا شمار شہر حیدرآباد کے ممتاز ترین دینی درسگاہوں میں ہوتا ہے، درمیانی قد اور ہمیشہ سر کی ٹوپی سے پیر کے چپل تک ہر چیز سفید استعمال فرماتے، صاف صفائی اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھتے، جنوبی ہند کا مشہور ومعروف ادارہ جامعہ اشرف العلوم حیدرآباد کے سرپرست وصدر ستی جمعیۃ علماء حیدرآباد ودیگر مدارس ومکاتب کے ذمہ دار وسرپرست ہونے کے علاوہ علمی، اصلاحی، رفاہی، سماجی خدمات قابل ذکر اور قابل تقلید ہیں، تحفظ ختم نبوت کی خدمات بہت نمایاں اور بے مثال

تھیں، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور اپنی بڑائی جتلائے بغیر ان سے بلاتکلف بات کرنا گویا ان کا شیوہ تھا، راقم الحروف کا اگرچہ مفتی صاحبؒ سے گہرا تعلق نہیں تھا، لیکن اشرف العلوم حیدرآباد میں طالب علمی کے دور سے آپ کی ذات سے بہت زیادہ متأثر تھا، ہر سال سالانہ جلسہ "دستار بندی حفاظ کرام" میں طلباء کو آخری سبق پڑھاتے اور آپ کے وعظ وتقریر کی خصوصیت یہ تھی کہ اپنے پورے بیان میں کسی ایک حدیث سے ملنے والے نکات اور سبق کو تین باتیں یا پانچ باتیں کہکر پیش فرماتے جس سے ایک عام مسلمان بھی آپ کی بات بآسانی سمجھ لیتا اور ذہن نشین کر لیتا، راقم کو جب بھی کوئی پیچیدہ اور مشکل مسئلہ پیش آتا سب سے پہلے آپ ہی سے بذریعہ فون رجوع ہوتا آپ نہایت ہی پرسکون، سنجیدگی کے ساتھ اطمینان بخش جواب دیتے واقعتاً جس سے دل مطمئن ہوجاتا، آپ کی سادگی کا عالم یہ تھا کہ معروف اور غیر معروف کسی کو بھی اپنا وقت دینے کے لئے تیار ہوجاتے، راقم وہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا، مرکزی جمعیۃ کی طرف سے تمام اضلاع میں دس روزہ اجلاس بضمن "دینی تعلیمی بیداری مہم" بعنوان" مکاتب کی اہمیت وفتنۂ ارتداد" مختلف مساجد میں منعقد کرنے کا اعلان اور ہدایات جاری ہوئیں، الحمدللہ شہر کریم نگر میں میں بھی یہ دس روزہ اجلاس منعقد ہوئے، اختتامی اجلاس کے لئے اکابر علماء کا وقت بہت مشکل تھا، مفتی صاحبؒ کا نام ذہن میں آیا، راقم نے صرف ایک مرتبہ فون کے ذریعہ بطور مہمان خصوصی مدعو کیا، بغیر کسی سوال کے آپ نے شرکت کا تیقن دیا، جبکہ باضابطہ آپ سے نہ کوئی ملاقات ہوئی اور نہ آپ مجھ سے واقف تھے، بہرحال آپ حسب وعدہ 2 / اپریل 2019 بروز جمعرات بعد مغرب بمقام مسجد زم زم کشمیر گڈہ کریم نگر (تلنگانہ) جلسہ گاہ میں قبل از وقت پہنچ کر دینی تعلیمی بورڈ کا قیام وپسِ منظر، موجودہ دور میں مسلمانوں کی دینی تعلیم سے عدم دلچسپی، اور مروجہ تعلیم کے غیر معمولی نقصانات کو تفصیل اور مثالوں سے واضح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایمان سے بڑی کوئی دولت نہیں اس عظیم نعمت کی قدر کریں۔

الغرض مفتی صاحبؒ نے اپنی خوبیاں، کمالات اور کارنامے اور جو نقوشِ حیات چھوڑے ہیں، کبھی ہم انھیں بھلا نہ سکیں گے، ان شاء اللہ ان کا مشن روز قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی مغفرت فرمائے، ان کی تمام عبادات وخدمات کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

یہ کون اٹھا ہے انجمن سے کہ ہُو کا عالَم نگر نگر ہے

آہ! حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہریؒ

بہ قلم: مفتی سید ابراہیم حسامی قاسمی

استاذ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد

ہائے وہ شخصیت کہ جن کا مزاج حقانی، لہجہ میں چاشنی، جن تک رسائی بڑی آسانی، تقریر شیرینی اور برموقت جملوں کی حیرت انگیز روانی، بڑی پیاری زبان دانی، مضبوط قوت باطنی، جو کرتے کام زمینی، جن کو حاصل تھی بلند مکانی، جو سناتے تھے اکابر کی یادیں پرانی، جو جلد بھانپ لیتے تھے طبعِ نفسانی، جن کی تھی بے پناہ دینی قربانی، اپنے مشن میں رکھتے تھے رفتار دیوانی، عیاں جن کے کارناموں کی تابانی، مسلکی تصلب میں شخصیت چٹّانی، جن کا مشغلہ تاج ختم نبوت کی دربانی، جن کی باتیں رحمانی، راتیں نورانی، خدمت خلق میں طوفانی، جن کی معروف خدمت قرآنی، جن کے ہاں دینی تقاضوں کی خوب فراوانی، اکابر کی کرتے تھے بے بدل میزبانی، لائق تقلید ثابت قدمی چاہے حالات ہوں ناگہانی، شرافت خاندانی، مداحِ آقائے مدنی ﷺ، جنھوں نے کی عظمت صحابہؓ کی خوب پاسبانی، جو کرتے تھے اہل سنت کی بہترین ترجمانی، باطل کے دلائل کو کردیتے تھے پانی پانی، جن کی مشہور سحر البیانی، چہرہ نورانی، تابندہ پیشانی، دارہ اشرف العلوم کو حاصل جن کی نگرانی اور مدرسہ سبیل الفلاح کے بانی، کے متعلق جیسے ہی ملی یہ خبر سنگینی، حواس ہوئے سنسنی، طبیعت ہوئی غمگینی کہ ایک شخصیت وزنی، جو چھوڑ گئی دارفانی، شاگردوں کے لیے ایک سایہ دار ٹہنی، مشہور جن کی قوت ذہنی، علم وعمل کی ایک روشنی، باتیں صاف صاف اور چھنی چھنی، جن کی ناقابل فراموش خدمات دینی، جن کا عزم آہنی، یعنی حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ بھی 8/محرم الحرام 1443ھ مطابق 18/اگسٹ 2021ء چہارشنبہ صبح 3 بجے اپنی عمر تمام کرگئے۔ اناللہ والیہ راجعون۔

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہریؒ ایک زبردست عالم دین اور بہترین دینی خدمت گزار تھے، ان کی

خدمات کا دائرہ کافی وسیع اور بلند تر ہے، انھوں نے اپنی شخصیت کو کسی ایک میدان میں مقید نہیں رکھا، تمام دینی شعبوں میں انھوں نے اپنی گراں قدر خدمات کے ذریعہ اہلیان دکن کے سینوں پر اپنے انمٹ نقوش ثبت فرمائے۔حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری ایک دیوانہ وار شخصیت اور دوررسا ذہنیت کے حامل تھے، ان کی زندگی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عکاس تھی، انھوں نے اپنی زندگی میں وہ بے مثال کارنامے انجام دیئے ہیں جن کو فی زمانہ ایک انسان کے بس کا کہنا بھی مشکل ہے، مشکل سے مشکل ترین راہوں میں انھوں نے احقاق حق وابطال باطل کا عظیم فریضہ انجام دیا، ان کی حق بیانی اور قوت زبانی بڑی معروف تھی، وہ اپنے سینہ میں ایک دل دردمند اور ذہن میں فکر ارجمند رکھتے تھے، ان کے شب وروز ملت کے لیے وقف تھے، انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی حق کے خلاف سمجھوتہ نہیں کیا، چھوٹوں کی سرپرستی میں اپنی مثال آپ تھے، وہ اپنے اندر پنہاں لاکھ صلاحیتوں کے باوصف دوسروں کی حوصلہ افزائی اور کاموں کی قدردانی میں کسر روا نہیں رکھتے تھے، ان کی زندگی ایک روشن شمع کے مانند تھی جس سے اپنا ہو یا پرایا ہر کوئی فیض یاب ہوا چاہتا تھا۔وہ ایسے شجر سایہ دار تھے کہ جس کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں میں ہزاروں نے فرحت وراحت اور شان وعظمت حاصل کی، ان سے وابستہ افراد ان کے ہوتے ہوئے کبھی فکرمند دکھائی نہیں دیتے تھے، ان کے ہر مسئلہ کا حل اور ہر معمہ کا جواب حضرت مفتی صاحب کے یہاں موجود تھا، وہ اپنے متعلقین ومنتسبین، مسترشدین، متوسلین ومتعلمین کے لیے ہر وقت دستیاب رہتے تھے، ان کے یہاں بے جا تکلفات کا گزر نہیں تھا، وہ اپنی خدمات بڑی آن وشان کے ساتھ انجام دیتے ؛ اگر کوئی اس کی قدر کرتا تو فطرت انسانی کے عین مطابق خود بھی بڑی مسرت کا اظہار فرماتے اور فوراً بارگاہ ایزدی میں کلمات تشکر بجالاتے کہ یہ ہمارے بس کا نہیں تھا، اللہ کے فضل کی دین ہے۔

وہ ایک مرد دانا اور غیور زمانہ تھے، ان کی زندگی ایک کھلی کتاب، دمکتا آفتاب اور چمکتا ماہتاب تھی، ان کے کاموں کی خوشبو مثل گلاب تھی، انہوں نے علم کے کئی باب روشن کئے، عمل کی قندیلیں جلائیں، رفاہی خدمات کی ندیاں بہائیں، تصوف کے اسرار ورموز اپنے منتسبین پر منکشف کرتے ہوئے معرفت یزدانی کے جام بھر بھر کر پلائے، ان کی نظر میں کسی بھی کام کے میدان کی زمین بنجر نہیں تھی، وہ کاموں کو وسعت دینے کا بہترین ہنر اپنے اندر رکھتے تھے، ان کی سوچ وفکر میں بلا کی روانی تھی، ان کے احساسات میں مدبرانہ طغیانی تھی، وہ ریاست کے صف اول کے بزرگوں اور علماء میں شمار کئے جانے کے باوجود کبھی اپنی اَنا کا چولا زیب تن نہیں کیا، ہر چھوٹے بڑے اجلاس میں بڑی عظمت کے ساتھ شرکت فرماتے، داعیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے، کام کرنے پر توجہ مبذول کرواتے، اپنوں کو سینہ سے لگاتے، پرایوں کو اپنا بنانے کا قدرتی فن استعمال کرتے، راہ حق میں کڑوی

کسیلی سننے میں کبھی کسرِ شان تصور نہ کرتے ، اسلاف کی خوب تر جمانی فرماتے ،حق تو یہی ہے کہ وہ خود اپنے اکابر کا عکس جمیل تھے، وہ اپنی شخصیت کو خوب منجواتے تھے اور ہر میدان میں کام کرنے کے لیے ہمہ تن تیار رہتے ، کام چھوٹا ہو یا بڑا خود بھی باعظمت ہو کر کرتے اور کارکنان کو ایسے پیرایہ میں تیار کرتے کہ مجمع میں موجود ہر کوئی اپنے اوپر فکر اوڑھ لیتا اور ہر حاضر شخص کام کی نزاکت وحساسیت کو غائب تک پہونچا بھی دیتا۔ وہ علم کے دھنی تھے، مخلوق سے بے نیاز اور اپنے خالق سے سراپا نیاز تھے، وہ حق کی آواز تھے،ایک مردِ جانباز تھے۔ کاموں میں ان کی فعالیت بڑی مشہور تھی ، وہ بڑے ہو کر چھوٹے بنے رہتے تھے،جس کو مان لیتے اس کی کبھی ناقدری نہ کرتے ، وہ دل کے پاک تھے، سینہ میں بڑی کشادگی اور وسعت رکھتے تھے،شاگردوں اور چھوٹوں کی غلطیوں کو نظرانداز کرنے میں بڑے طاق تھے، ان کے اندر نباہ کی خداداد اور بے بدل صلاحیت موجود تھی ، ہر کسی کو اپنے کام میں لگانے اور بے جا الجھنوں میں الجھنے سے بچانے کا مدبرانہ فن جانتے تھے، کہیں بھی نہ چلنے والے ان کی انگلی پکڑ کر چل پڑتے تھے۔ ان میں قوت برداشت خوب تھی اور بلا کی تھی ، بسا اوقات اپنی چھوڑ کر چھوٹوں کی ہی مان لیتے اور کام کرنے کی ترغیب دلاتے ،ملت کے تمام مسائل سے خصوصی دلچسپی رکھتے ، سادگی اور قناعت کے دامن کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیتے ، راحتوں کی کوئی فکر دامن گیر نہ کرتے ،جس میدان میں بھی قدم رکھا کام خوب کیا او رکام کو جمانے کا تو عجیب قدرتی فن اللہ نے ان کے اندرودیعت فرمارکھا تھا،ان کی بڑی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے زمانہ طالب علمی سے لے کر وقت آخریں تک متعلقین سے راہ ورسم میں کوئی دراڑ آنے نہیں دیا، رنجشوں کو پالنے کا کبھی براشوق نہیں کیا؛ بلکہ خلق حسن کو اپناتے ہوئے رنجشوں کو جلد مٹانے اور تعلقات میں بہتری لانے کی ہر دم فکر کرتے ، ان میں تقویٰ وریاضت کی مایہ خوب تھی ، للّٰہیت کے نمونہ تھے،کلفتِ دشت وصحراء جھیلنے کا سلیقہ بھی ان کے دروں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ عابد وزاہد، صابر وشاکر اور حد درجہ قانع تھے، ان کی زندگی میں نئی نسلوں کے لیے خدمت دین کے اور پرانوں کے لیے عزیمت واستقامت کے کئی اسباق پنہاں تھے، وہ اکابر سے تعلق رکھنے میں یکتا تھے، کام ان کی فطرت تھی ،قناعت ان کی زندگی کا لازمہ تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ ان کی رخصتی نے ہر قدرداں کو آبدیدہ اور ہر اہل تعلق کو نمدیدہ کر دیا۔

آہ کو چاہیے ایک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

صف ماتم بچھی ہوئی ہے ہمارے دیار میں

حضرت مفتی محمد عبد المغنی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

بہ قلم: عبد المقتدر مسعود قاسمی
نائب معتمد جمعیت علماء حلقہ چار مینار

دل افسردہ آنکھیں اشکبار دماغ ماؤف عجب سا ماتم بپا ہے شہر حیدرآباد کے ممتاز عالم دین، مفسر قرآن، خادم القرآن، ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ ممتاز علمی درسگاہ سبیل الفلاح کے بانی و ناظم، جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد کے صدر اور کئی دینی و رفاہی اداروں کے سرپرست مخدوم گرامی حضرت مولانا مفتی عبد المغنی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے رخصت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

چہارشنبہ کی صبح ساڑھے تین بجے نیند سے بیداری ہوئی تو ایک میسیج پر نظر پڑی کہ حضرت مفتی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے لیکن میسیج بھیجنے والا خود اس خبر سے مطمئن نہیں تھا اس لیے سوالیہ انداز میں لکھ دیا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے جتنا دُکھ اس خبر سے ہوا اتنی ہی امید اس سوالیہ جملہ سے بندھی لیکن بے چینی اپنے شباب پر جا پہنچی رات کے اس آخری پہر کا خیال نہ کرتے ہوئے کچھ دوستوں کو فون کر دیا لیکن کسی نے فون نہیں اٹھایا آخر کار بے چینی کی شدت نے ابھارا کہ مفتی صاحب کے نمبر پر ہی فون کر لیا جائے چنانچہ مفتی صاحب کے نمبر پر فون کیا وہاں سے فون اٹھایا گیا، اور اس اطلاع کی تصدیق کر دی گئی لیکن پتہ نہیں کیوں دل و دماغ اس کو قبول کرنے تیار نہ تھے کافی دیر تک عجیب و غریب کیفیت میں مبتلا رہا پھر کچھ دیر بعد والدہ محترمہ نے خبر دی کہ والد صاحب کے فون پر استاد محترم حافظ عبد الصمد صاحب کا فون آیا تھا اور خبر دی کہ ان کے برادر نسبتی مفتی عبد المغنی صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔

آپ کی شخصیت ظاہری اعتبار سے بھی بڑی رعب دار تھی، قدرے دراز قد، مضبوط ہاتھ پاؤں، بڑی بڑی مگر ہمیشہ رکوع میں جھکی آنکھیں، نورِ باطن سے چمکتی کشادہ پیشانی، ہمیشہ سفید عمامہ و سفید رومال سے چہرہ باوقار اور پرسکون مکمل طمانیت اور راحت کے آثار، چال نہ تیز نہ سست، بیٹھنے اٹھنے میں آداب کا خیال، تنہائی میں ایک

ذاکر اور باصفا انسان، مجلس میں بلند مرتبہ عالم، قلم ہاتھ میں ہو تو حروف و الفاظ ترتیب کے ساتھ ملتجی نگاہیں ان پر ٹکائے ہوئے، ہر ایک ان کی توجہ کا طالب اور نظر کرم کا درخواست گزار، لحاظ و مروت ان کی فطرت، وضع داری و شرافت ان کی سرشت، علم کے جویا، مطالعہ کے رسیا، نیکی اور خیر سے ان کی شخصی تعمیر ہوئی جو زندگی کے آخری لمحات تک ان کے اختصاص کا سبب بنی۔

جس مدرسہ سے آپ کی تدریس کا آغاز ہوا وہاں سے اس درسگاہ تک جہاں وہ ناظم و بانی بنے نیک نامی اور کردار کی بلندی ان کی ذات کا حصہ بنی وہ مدرسہ فیض العلوم سعید آباد کی تدریسی خدمات ہو یا مدرسہ سبیل الفلاح بنیاد سے لے کر مکمل انتظامات کی ذمہ داری ہو یا ادراہ اشرف العلوم خواجہ باغ کی سرپرستی ہو غرض ہر ادارہ میں ان کی پرشکوہ اور پروقار شخصیت کا طلسم باقی رہا، ان کے قلم اور زبان کی ساحری نے ادوار اور زمانوں کا احاطہ کیا، وہ شریف النفس، کریم الطبع، انتہائی مشفق و مربی شخص تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو قلم کی تاثیر، بیان کے سحر اور تدریس کے کمال سے بدرجۂ اتم نوازا تھا۔

حضرت مفتی عبد المغنی صاحب جہاں اعلیٰ پائے کے قلم کار، و مصنف تھے وہیں خطابت کی دنیا میں بھی ان کا نام جلسوں کی کامیابی کی ضمانت بنا۔ ان کی تقریر انفرادیت کے رنگ لئے ہوئے تھی، نطق و گویائی کی فطری اور بے مثال صلاحیتوں نے ان کو مقبولیت و شہرت بخشی اور عوام و خواص کے درمیان ہمیشہ انہیں پہلی پسند بنائے رکھا۔ چالیس سال سے زائد انہوں نے بیان و گفتار کے چراغ روشن کئے، ایسے چراغ جو صبح دم تک ہی روشن نہیں رہتے بلکہ ان کی روشنی بے شمار راتوں کو اجالوں میں تبدیل کرتی ہے۔

ان کے تکلم کا عالم ہی دیگر تھا، بولتے تو موتی رولتے کی ترکیب پرانی ہوئی، منہ سے پھول جھڑنے کی تشبیہ بھی ہزار بار پڑھی جا چکی، خطابت ان کے گھر کی باندی تھی، یہ تعبیر بھی مزہ کھو چکی، ان کا معاملہ تو یہ تھا:

ہائے اس صاحبِ مسند کے تکلم کی ادا
سرخ پھولوں سے لدی شاخ جھکی ہو جیسے

فضائیں گنگنائیں، درخت جھومیں، شاخیں رقص کریں، سامعین سحر زدہ، صفوں کی صفیں ساکت اور خاموش، کوئی آواز نہیں، وہ سب کی نگاہوں کا مرکز اور ہر فرد ان کی اداؤں کا قتیل اور ہر شخص ان کی علمی شخصیت پر فریفتہ۔ جن لوگوں کو دیکھ کر زندگی کے قیمتی ہونے کا احساس جاگتا یا با مقصد زندگی کے آثار نمایاں ہوتے، ان میں حضرت مفتی صاحبؒ کا نام بھی قلب و روح اور ذہن و دماغ کی تسکین کا سامان بنا، معاملات اتنے صاف کہ آبشار کا پانی بھی شاید اتنا شفاف نہ ہو، حقیقت یہ ہے کہ آدمی کے علم سے زیادہ اس کا پختہ کردار اور اس کے پاکیزہ

معاملات اس کو عظمت عطا کرتے ہیں اور توقیر سے نوازتے ہیں۔ ظاہر ہے علم بغیر عمل کے وبالِ دوش اور وبالِ جاں ہے۔

سن ۲۰۰۰ء میں حضرت کے مدرسہ سبیل الفلاح لکڑکوٹ چھتہ بازار میں پہلی بار میری حاضری ہوئی میرا طالب علمی کا دور تھا، حفظ کی جماعت میں میرا داخلہ ہوا چند ماہ کے گزرنے کے بعد مدرسہ کے اقامتی طلبہ کو مدرسہ کی دوسری عمارت میں منتقل کردیا گیا جو وادیٔ ابرار بنڈلہ گوڑہ میں واقع ہے۔

اس مدرسہ میں مجھے حضرت کو انتہائی قریب سے دیکھنے کا موقع ملا طلبہ کے تئیں آپ کا مزاج انتہائی نرم اور مشفقانہ تھا سب طلبہ کے ساتھ یکساں معاملہ فرماتے تھے طلبہ کے لیے پدرانہ شفقت یہ آپ کا امتیازی وصف تھا ہر طالب علم کے ساتھ دل جوئی کا معاملہ فرماتے تھے باوجود یہ کہ آپ مدرسہ کے ناظم تھے لیکن مدرسہ کے اندرونی وبیرونی امور سب کی ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہر طالب علم کے رہنے سہنے کا نظم کھانے پینے سونے تک کا مکمل نظم وترتیب پر آپ کی خصوصی نظر ہوا کرتی تھی حضرت مفتی صاحبؒ کے اس حسن ترتیب کو دیکھ کر اکابر امت کے واقعات کا مشاہدہ آنکھ سے ہوجایا کرتا تھا۔

اللہ نے آپ کو بے پناہ حافظہ کی دولت سے نوازا تھا آپ کو مدرسہ کے ہر طالب علم کا نام یاد ہوتا تھا اس کے اسباق کا اندازہ رہتا تھا اس کے صلاحیتوں سے آپ واقف ہوتے تھے جو طلبہ مدرسہ سے فراغت پاکر چلے جاتے ان کے سلسلہ میں ہمیشہ باخبر رہا کرتے تھے۔

احقر سنہ ۲۰۰۵ میں وہاں سے نکل کر دارالعلوم رحمانیہ میں آگیا پھر سفر دیوبند ہوا پھر افتاء کے لیے دارالعلوم حیدرآباد کا رخ کیا اس آٹھ سالہ وقت میں میری بدنصیبی ہی تھی جو حضرت مفتی صاحب سے ایک مرتبہ بھی ملاقات کے لیے حاضر نہیں ہوا، افتاء کے مکمل ہونے کے بعد اپنے ایک حفظ کے ساتھی حافظ محمد عمران کے ساتھ مفتی صاحب کے پاس حاضری ہوئی مجھے یہ اندیشہ تھا کہ مفتی صاحب شاید مجھے نہیں پہچانیں گے اور مجھے اپنا تعارف کروانا پڑے گا لیکن جیسے ہی مفتی صاحب کی پہلی نظر مجھ پر پڑی مفتی صاحب مسکراتے ہوئے یوں گویا ہوئے،" آیے مفتی صاحب" اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر مجھے سینے سے لگالیا اور خوب دعائیں دیں۔

مجھے اس وقت یہ احساس ہوا کہ مجھے بھولنا تو درکنار میری تعلیمی سرگرمی سے بھی مفتی صاحب بخوبی واقف تھے پھر جب تک آپ علیل ہوکر فریش نہیں ہوئے اس وقت تک میں نے پھر ایسی غلطی نہیں کی اور اکثر آپ سے ملاقات کرتا رہا آپ کے علیل ہونے کے بعد ملاقات کا موقع میسر نہیں آیا کچھ مواقع پر ملاقات کی کوشش بھی کی لیکن آپ کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم نہ ہوا۔

ایک مرتبہ ملاقات کی امید برآئی تھی استادمحترم حافظ عبدالصمد صاحب نے والدمحترم کوفون کیا کہ آپ لوگ تشریف لائیں مفتی صاحب سے ملاقات کرلیں گے ہم لوگ وہاں پہنچے تو آپ کے فرزند نے کہا کہ ابھی موقع نہیں ہے تو ہم لوگ واپس لوٹ گئے میری طبیعت میں ہلکی سے اداسی چھا گئی کہ ملاقات نہیں ہوسکی تو استادمحترم حافظ عبدالصمد صاحب شاید میری اداسی کو بھانپ گئے اور مجھ سے فرمایا کہ مفتی آج ایک آیت پر ہمارا عمل ہوگیا میں نے عرض کیا کہ کونسی آیت تو کہنے لگے" **وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا** " اس آیت کے سننے کے بعد پھر طبیعت بحال ہوگئ ۔

بہت سے طلبہ کو کام کے مواقع بھی فراہم کرتے تھے صرف مدارس ہی نہیں ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے اعتبار سے مناسب مواقع فراہم کرواتے تھے ایسے بھی واقعات ہیں کہ آپ نے اپنے اثر ورسوخ کا درست استعمال کرتے ہوئے بہت سے طلبہ کو سرکاری ملازمتیں بھی فراہم کروائیں ۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو قلبی محبت وعقیدت تھی بے انتہاہ آپ کا احترام فرماتے تھے جب بھی حضرت محی السنہؒ حیدرآباد تشریف لاتے تو حضرت مفتی صاحب آپ کو مدرسہ لے آتے ، حضرت پورے مدرسہ کا معائنہ فرماتے اور طلبہ سے قرآن مجید بھی سنا کرتے سنہ ۲۰۰۳ کی بات ہے جب حضرت محی السنہؒ مدرسہ تشریف لائے تو حضرت نے مفتی صاحبؒ سے فرمایا کہ کسی طالب علم سے قرآن سناؤ تو حضرت مفتی صاحب نے اس وقت احقر کا انتخاب فرمایا اور احقر نے حضرت محی السنہ کے سامنے تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی مجھے یاد ہے کہ جب تک حضرت محی السنہؒ باحیات رہے حضرت مفتی صاحب نے کبھی اپنے لیے ناظم مدرسہ کا جملہ استعمال نہیں فرمایا ہمیشہ اپنے لیے نائب ناظم لکھا کرتے تھے، مدرسہ کے احاطہ میں جو پرشکوہ مسجد آپ نے تعمیر فرمائی وہ بھی حضرت محی السنہؒ سے منسوب ہے۔

رب دوعالم سے دعاہے کہ ملت اسلامیہ کو حضرت مفتی صاحب کانعم البدل عطافرمائے اورآپ کو جوار رحمت میں جگہ عطافرمائے۔آمین

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن دیدہ ور پیدا

از: مفتی عبدالملک انس قاسمی
نائب ناظم تعلیمات ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

اس کائنات آب وگل میں ہستیِ انسان کا وجود ہی انتقال الی الاخرۃ کا کھلا بیان ہے، بزرگ ترین ہستی ہو کہ ارذل ترین، خدا پرست ہو کہ منکرِ خدا، نعمتوں سے مالا مال ہو کہ تنگدستی کا شکار، علم وعمل کا باکمال اور عقل وخرد کا پختہ ہو، یا اس کے برعکس، غرض یہ کہ ہر مسافرِ دنیا کا منزلِ آخرت کی طرف کوچ یقینی ہے ۔

جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

''و کل شیئی عندہ باجلِ مسمی'' کے قانون کے مطابق انبیاء بھی اس دنیا میں آئے اور اپنے وقت موعود پر واپس چلے گئے، سید الکونین والثقلین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مبعوث کیے گئے اور اپنے وقتِ موعود پر اس دارِفانی سے پردہ فرمایا، آنے جانے کا یہ سلسلہ از آدم تا ایں دم جاری ہے اور تا قیامِ قیامت جاری رہے گا، مگر کامیاب ہے وہ انسان جو اس دنیا میں آنے کے بعد یہاں سے رخصتی کا سامان کرلے، جس کی جانب قرآن نے اس طرح توجہ دلائی ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ'' اسی کل والے دن (یعنی قیامت) کی تیاری سے آگاہ کرانے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا اور اخیر میں حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ کو خاتم النبیین والمرسلین کا اعزاز بھی عطا کیا گیا، جو دراصل اس بات کا اعلان تھا کہ خدائی نظام تکوینی کے مطابق ذاتِ نبوت کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد امت کے برگزیدہ سپوتوں کو بحیثیت داعی الی الحق کارِ نبوت کی یہ عظیم امانت سونپی جائے گی جسے نبی نے بزبان خود ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' فرما کر دین متین کا علم رکھنے والوں کو اپنا وارث بتایا، اور الٰہ واحد کی طرف بندوں کو جوڑنے کی ذمہ داری کا احساس دلایا اور وراثتِ نبوی

کے حامل سپوتوں کا یہ سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے لے کر آج تک مسلسل جاری ہے، اور تا قیام قیامت جاری رہے گا، کیوں کہ حق جل مجدہٗ کی سنتِ ثابتہ سے یہ بات واضح ہے کہ کوئی بھی زمانہ ابرار و صالحین سے خالی نہیں ہوتا اور ہر گذرنے والے کے بعد کسی شخصیت کا منصہ شہود پر ظہور ہوتا ہے جو رخصت پذیر ہر شخصیت کا ہُو بہ ہُو نہ سہی؛ لیکن اپنے عہد کے تقاضوں سے ہم آہنگ، فکر و مزاج کے فرق کے ساتھ گذرنے والے کا نعم البدل قرار دیا جا سکتا ہے، کیوں کہ یہ ایک تجرباتی و مشاہداتی حقیقت ہے کہ ہر دور کی شخصیات کی خصوصیات کے تفاوت سے ہی ارتقائے انسانی مربوط ہے، چنانچہ اسلاف کے جانے کے بعد اخلاف میں ذمہ داریوں کا احساس اسی ارتقائی تسلسل سے منسلک ہے۔

بہ ہر حال قابلِ تقلید صفات کی حامل اور اسی سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی، جنوبی ہند میں ریاست تلنگانہ کی بافیض شخصیت، مربی و مصلح حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب مظاہریؒ کی ہے، جنھوں نے اپنی جہد مسلسل سے بھر پور روشن حیات کے ایسے پائدار نقوش ثبت کئے ہیں جو زمانہ کی کئی کروٹوں تک ان کی یاد کو زندہ رکھیں گے۔ اور صبح قیامت تک ان کے حق میں خیر کا باعث ثابت ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ

خاندانی پس منظر:

۱۹ ویں صدی کے وسط میں ترکی میں ایک زبردست وبا پھیلی تھی، شہری لوگ جنگلوں اور عارضی جھونپڑیوں میں رہنے لگے تھے، اسی اثنا میں ایک خاتون (جن کا ایک ہی لڑکا تھا، جس کا نام عباس علی تھا) نے اپنے پاس موجودہ اثاثہ اپنے بیٹے عباس علی کے حوالے کر کے ہدایت دی کہ جتنا جلد ہو سکے یہاں سے نکل جائیں، اس وقت مختلف قافلے ترکی سے نکل کر ہندوستان آئے، انہی میں سے ایک قافلہ میں عباس علی بھی تھے جنھوں نے ہندوستان پہونچ کر نارائن پور خورد کو اپنا مسکن بنایا، ان کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہوئیں، جن میں سب سے بڑے لڑکے غلام محی الدین زمیندار موضع نارائن پور خورد، ہیں جن کے چھ لڑکے ایک لڑکی تھی، غلام محی الدین کے سب سے چھوٹے اور ہونہار فرزند حافظ عبد الغنیؒ تھے، جن کا نکاح ریاست دکن کے دار الحکومت حیدر آباد کے محلے عنبر پیٹ کے ایک دینی و علمی گھرانے کے سپوت محمد ذکی رحمۃ اللہ (جنھوں نے ریاست کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ اور ملک کی مشہور دانشگاہ ام المدارس دار العلوم دیوبند سے اکتساب فیض کیا تھا) کی دختر نیک اختر سے طے پایا، اور پھر اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں عطا کی، (ان میں سے ایک لڑکے اور لڑکی کا بچپن میں انتقال ہو گیا،) اُن ہی میں ایک کا نام محمد عبد المغنی رکھا گیا، جو بعد میں حضرت مفتی عبد المغنی مظاہریؒ سے مشہور ہوئے، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور اپنی جوارِ خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ولادت سے وفات تک، زندگی بیک جھلک:

۱۹۵۶ء کو حضرت مفتی صاحبؒ کی پیدائش ہوئی، حضرت مفتی صاحبؒ کے بچپن کا ابتدائی حصہ ہردوئی ہی میں گذرا، کچھ ہی دنوں بعد دادا جان کا ہردوئی سے اپنے وطن کے ایک گاؤں سلاخ پور میں (مدرسہ اشرف المدارس کی ایک شاخ فیض العلوم کے نام سے قائم کر کے) تبادلہ کیا گیا تو حضرت مفتی صاحبؒ بھی اپنے والدین کے ساتھ وہاں پہونچے، بچپن کا کچھ حصہ یہاں گذرا، بعد میں یہی مدرسہ فیض العلوم شہر کے ایک علاقے سعید آباد منتقل ہوا تو دادا جان اپنے گھر والوں سمیت فیض العلوم سعید آباد حیدرآباد میں قیام پذیر ہوئے، حضرت مفتی صاحبؒ ان دنوں شعور کی عمر کو پہونچ چکے تھے تو ان کا مدرسہ فیض العلوم میں داخلہ کروا دیا گیا، ناظرہ قاعدہ کی ابتدائی تعلیم تو اپنے والد سے حاصل کر چکے تھے، مدرسہ فیض العلوم میں آپ نے حفظ کی تکمیل کی، پھر ہردوئی پہونچ کر عالمیت کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، وہاں سے جامعہ اسلامیہ ہتھورا، باندہ میں عربی ششم تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے کر عربی ہفتم، دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی، اور پھر وہیں پر شعبۂ افتاء میں داخل ہو کر تکمیل افتاء کیا، فراغت کے بعد ہردوئی پہونچے تو حضرت محی السنہؒ نے حکم دیا کہ اڈیشہ سے کسی نوجوان عالم کا خدمت کے لئے تقاضہ ہوا ہے، لہذا تم وہاں چلے جاؤ، حضرت کے حکم پر اڈیشا پہونچے، تعلیمی دور تقریباً وطن سے دور ہی گزرا تھا اس لئے خواہش تو اپنے علاقہ میں ہی خدمات انجام دینے کی تھی، مگر بڑوں کا حکم تسلیم کرتے ہوئے تعلیم کے معاً بعد بھی دین کی راہ میں قربانیوں کے سفر کا آغاز کر دیا، ۱۹۸۰ء میں برھم پور اڈیشہ میں مدرسہ کاشف العلوم کا قیام عمل میں لایا اور چند ہی دنوں میں اسے ترقیوں کی بلندیوں پر پہونچا کر علم وعمل کا گہوارہ بنا دیا، تین سال وہاں خدمات انجام دینے کے بعد حضرت محی السنہؒ سے سفارش کر کے اپنے وطن حیدرآباد واپس ہوئے، اور پھر ان ہی دنوں تراویح سنانے کی غرض سے کاماریڈی ضلع نظام آباد پہونچے، علاقہ کی دینی ضروریات کے پیش نظر حضرت ہردوئیؒ کے حکم سے تقریباً ڈیڑھ سال وہیں قیام پذیر رہے، اس دوران امامت کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ علاقہ کی دینی بے شعوری کو ختم کرنے کے لئے، مکتب، دینی حلقوں اور اصلاحی مجلسوں کا قیام عمل میں لایا، اور وہاں سے چند طلبہ کو تیار کر کے مدرسہ فیض العلوم میں اگلی تعلیم کے لئے شریک کروایا، اس کے بعد ۱۹۹۲ء میں جامع العلوم بھونیشور اڈیشہ میں دوبارہ تبادلہ ہوا، اور ۶/ ماہ وہاں خدمت انجام دینے کے بعد مدرسہ فیض العلوم میں خدمت کے لئے مقرر کیا گیا، دومرتبہ نائب ناظم کے عہدہ پر

آپ کا تقرر ہوا، ہر مرتبہ بحسن وخوبی یہاں کی تعلیمی طرز کو مرکز کے طرز پر پروان چڑھانے کی بھرپور سعی مشکور فرمائی، ایک مدت تک مدرسہ فیض العلوم میں خدمات انجام دینے کے بعد بعض مصالح سے ۱۹۹۳ء میں مدرسہ سبیل الفلاح مسجد عثمانیہ چھتہ بازار لکڑکوٹ میں قیام عمل میں لایا، اور اس مدرسہ کو ہردوئی مرکز سے ملحق بھی کردیا جس کے بعد مرکز سے آپ ہی کو نائب ناظم منتخب کیا گیا، بعد میں الحاق ختم کر کے خود ہی اس ادارہ کی باگ ڈور سنبھالتے رہے، جب مدرسہ میں طلبہ کا اضافہ ہوا تو شہر کے علاقہ بنڈلہ گوڑہ میں اقامتی مدرسہ کا قیام عمل میں لایا، ان دونوں جگہوں سے سینکڑوں حفاظ کو تیار کیا، اور تادم آخر اس ادارہ سے متعلق رہ کر امت کے نونہالوں کی تعلیم وتربیت کا نظام پروان چڑھاتے رہے، اس دوران شہر کے مختلف دینی ملی، رفاہی ودعوتی میدانوں میں مختلف گوشوں سے بےلوث خدمات انجام دیں، ۲۰۰۷ء میں جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے صدر منتخب کئے گئے تو علاقہ میں علماء دیوبند کی قائم کردہ اس جماعت کا ایسا تعارف کروایا کہ لوگ اس جماعت سے جڑتے چلے گئے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے نمایاں کام یہ انجام دیا کہ شیعیت کے گڑھ سمجھے جانے والے علاقوں میں گھس کر جہاں صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کا بازار گرم رہتا تھا عظمت صحابہؓ کے ترانے گنگنائے، اور پھر شہر کے کونے کونے میں عظمت صحابہؓ کے جلسوں کا انعقاد کروایا، ۲۰۰۸ء شہر حیدرآباد میں ہونے والے قادیانیوں کا جلسۂ صد سالہ کو روکنے کے لئے پوری جرأت کے ساتھ میدان میں آ کھڑے ہوئے اور بالآخر شہر کے تمام فکرمند احباب سے مشاورتیں کر کے اس اجلاس کو رکوایا، اس طرح عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی عظیم ذمہ داری نبھائی اور اس کے بعد علاقہ میں پھیلی ہوئی قادیانیت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے آخری دم تک جان توڑ محنتیں فرماتے رہے، جس کے نتیجہ میں دسیوں مرتد گھرانے آپ کے دست حق پرست پر کلمہ پڑھ کر دوبارہ اسلام کی آغوش میں لوٹے۔ اور اپنی انہی انتھک خدمتوں کا سلسلہ تادم آخر جاری رکھا اور بالآخر ۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ ۱۸/اگست بروز چہارشنبہ صبح ۳/بجے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اخلاص وللّٰہیت:

حضرت مفتی صاحبؒ کے خلوص کا اندازہ آپ کی دین کی خاطر کی جانے والی قربانیوں کے ان واقعات سے ہوتا ہے، جو بہت سوں کو ان کے وصال کے بعد معلوم ہوئیں، جن علاقوں میں قادیانیت کے خلاف حضرت مفتی صاحبؒ نے خدمات انجام دیں ان میں سے ایک علاقہ میں آپ کی وفات کے بعد جانے کا اتفاق ہوا، وہاں کے ایک مقامی عالم نے ہماری خواہش پر آپ کے چند ایک واقعات کا تذکرہ کیا، اور ساتھ میں یہ بھی

وضاحت کی کہ کچھ قربانیاں تو ایسی بھی ہیں جو اگر بروقت عوام وخواص کے سامنے آتیں تو حضرت مفتی صاحبؒ کی بڑی شہرت کا باعث ہوتیں، لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے ہم خدام سے یہ وعدہ لیا کہ اسے کسی کے سامنے بیان نہ کیا جائے، چنانچہ ہماری خواہش کے باوجود حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ کام کرنے والے مقامی ساتھیوں نے اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا اس کے علاوہ چند ایک واقعات کا ذکر کیا جو یقیناً دینی راہوں میں خدمات انجام دینے والوں کے لئے بہترین نمونہ ثابت ہو سکتے ہیں اور کام کرنے والوں کے حوصلوں کو بلند کرتے ہیں۔

اتباع سنت کا اہتمام:

اپنے والد اور حضرت ہردوئیؒ کی کامل تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی میں بھی سنتوں کا کامل اتباع دیکھا گیا، خود اپنی ذاتی زندگی میں بھی سنتوں کی پابندی کرتے تھے، اور گھر اور خاندان کے افراد کو بھی اس کا پابند کرتے تھے، جہاں منکرات ہوتے وہاں نہ خود شرکت فرماتے، اور نہ دوسرے کو اجازت دیتے، بلا خوف لومۃ لائم منکرات پر نکیر فرماتے اور سنتوں کی ترغیب دلاتے تھے، آپؒ کی بیماری کے زمانہ میں آپ کے دوسرے لڑکے کا عقد نکاح طئے ہونے جا رہا تھا، تو گھر والے نکاح کی تاریخ طئے کرنے کی غرض سے بات چیت کے لئے لڑکی کے گھر جانا چاہتے تھے، آپ نے اجازت دے دی، اور یہ فرمایا کہ دو چار بڑے حضرات جا کر کچھ طئے کر لیں، سسرال چونکہ نلگنڈہ کا تھا اور سواری جا رہی تھی تو کچھ اور لوگ جمع ہو گئے، روانگی کے وقت حضرت مفتی صاحبؒ جانے والوں کی کثرت محسوس کی تو بیماری کی حالت میں بھی اپنی چارپائی سے اٹھ کر آئے، اور یہ کہتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کیا کہ آپ لوگوں کو رسومات کی عادت ہوگئی ہے، اتنے سارے لوگ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ بہر حال وضاحت کرنے پر فکرمندانہ خاموشی اختیار فرمالی۔

قرآن کریم سے والہانہ تعلق:

قرآن کی تلاوت، اس کے علوم کی اشاعت، با تجوید قرأت کا ماحول بنانے کی فکر ہی کا نتیجہ رہا ہے کہ آپؒ 8 نے اپنے ادارہ میں حفظ قرآن مجید اور شعبۂ تصحیح پر ہی زیادہ زور دیا، ذاتی طور پر بھی قرآن مجید کی تلاوت پابندی کے ساتھ آپؒ کی زندگی کا معمول رہا، اور حافظ بننے سے لے کر وفات والے سال سے قبل تک ہر سال رمضان المبارک میں تراویح مکمل سناتے رہے، زندگی کا آخری رمضان بیماری میں آیا، قرآن نہیں سنا سکے، مگر اپنے شاگردوں کو گھر پر بلا کر رمضان بھر قرآن سنتے رہے، اور تراویح میں قرآن نہ سنا سکنے پر رمضان بھر متفکر رہے۔

(بقیہ صفحہ:۱۰۸)

تجھ کو جینے کی اَدا دے کے چلا جاؤں گا

از: مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی
سکریٹری سٹی جمعیۃ علماء گریٹر حیدر آباد

قوموں کی زندگی میں تنظیمیں اور جماعتیں روح اور غذا کا کام کرتی ہیں، قوموں کا جسم اس وقت تر و تازہ اور توانا رہتا ہے جب کہ اس میں اجتماعی فکریں زندہ اور جماعتی محنتیں جاری رہیں، جب حرکت و عمل بند ہو جاتی ہے تو ملت بے جان نعش بن جاتی ہے جس پر وحشی جانور ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس کے جسم کے حصے بخرے کر دیتے ہیں۔ امت محمدیہ بھی ایک زندہ و تابندہ اور رواں دواں امت ہے، جمود و تعطل سے اس کا کوئی رشتہ نہیں، اس امت کو قیامت تک بقاء اور دوام حاصل ہے اس لئے اس کی نشو نما اور فروغ بھی امرِ مسلَّم ہے اس کے لیے تاریخ کے ہر دور میں مختلف افراد اور جماعتوں سے کام لیا گیا ہے، گذشتہ صدی میں سرمایہ ملت کی نگہبانی کا یہ کام اللہ رب العزت نے جمعیت علماء اور اس کے اکابر سے لیا ہے، آزادی ہند کی تحریک لے کر کھڑے ہونے والی اس جماعت نے بالآخر قافلہ حریت و آزادی کو اپنی منزل پر پہنچا کر دم لیا؛ لیکن بدقسمتی سے ملک مذہب کے نام پر بٹوارے کے ساتھ آزاد ہوا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گئے

پھر تو صحراء کے گپ اندھیرے میں ہندی مسلمانوں کا نیا سفر شروع ہوا سچ تو یہ ہے کہ اس وقت کی تیرہ و تاریک فضاؤں میں جمعیت علماء نے قندیل رہبانی کا کام کیا لٹی پٹی ملت کو سنبھالا اور اس کی کشتی کو منجدھار سے نکال کر منزل کی سمت رواں دواں کر دیا۔ آج ملک میں جس عزت کے ساتھ بھی مسلمان جی رہے ہیں یہ جمعیت علماء اور اس کے اکابر کی بے لوث و انتھک قربانیوں اور جد و جہد کا ثمرہ ہے۔

ممدوح گرامی رہبر ملت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہری رحمہ اللہ صدر جمعیۃ علماء گریٹر حیدر آباد انہی اکابرین جمعیت کے سچے جانشین اور اسی قافلہ حق کے فرد فرید تھے، تعلیم سے رسمی فراغت کے بعد آپ نے اپنے شیخ

حضرت محی السنہ رحمہ اللہ کے فکر ومنہاج پر تدریسی اور اصلاحی انداز سے کام شروع کیا؛ لیکن گذرتے وقت کے ساتھ مختلف میدانوں میں کام کے تقاضوں نے آپ کو وسیع الفکر اور وسیع الخیال بنادیا تھا اور ان مختلف خدمات کے لئے مناسب پلیٹ فارم جمعیت علماء تھا جس سے آپ نے وابستگی اختیار کی۔

جمعیت علماء سے مفتی صاحبؒ کی وابستگی

2007 سے پہلے ریاستی جمعیت علماء کی ورکنگ کمیٹی کے مختلف اجلاسوں میں موقع بموقع حضرت مفتی صاحبؒ بلائے جاتے لیکن اپنی متعدد مصروفیات کی بنا بہت کم ہی مشوروں میں شرکت کرتے اور شہر حیدرآباد میں جمعیت علماء کی سرگرمیاں صفر درجہ کی تھیں، مرحوم افضل الدین صاحب کئی برس سٹی جمعیۃ علماء کے صدر رہے، اور گاہے ماہے شہر میں کچھ پروگرام ہوجایا کرتے، برائے نام سرگرمیوں کی بنا پر لوگوں نے اس کو مردہ جماعت کا نام دے رکھا تھا۔

فروری 2006 میں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحبؒ کے وصال کے بعد قومی صدر کی حیثیت سے حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کو منتخب کیا گیا۔ اور 2007 میں پورے ملک میں ممبر سازی مہم اور انتخابات کا عمل چلنے لگا اس دوران سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد کے بھی انتخابات ہوئے۔ اس موقع پر کچھ بالغ نظر علماء اور محبان جمعیت نے حضرت مفتی صاحبؒ سے بالاصرار درخواست کی کہ سٹی جمعیۃ علماء کی زمام صدارت آپ سنبھال لیں۔ مفتی صاحبؒ انکار کرتے رہے اور احباب کا اصرار بڑھتا گیا اور آپ کی گوناگوں صلاحیتوں کا معترف طبقہ آپ کی صدارت پر متفق ہونے لگا۔ بالآخر عزیز ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب سابق رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی زیرِ صدارت ٹولی چوکی میں منعقدہ صدارتی الیکشن میں حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک ووٹ سے کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد شہر حیدرآباد میں جمعیت کے نئے، سنہرے اور تاریخ ساز دور کا آغاز ہوا۔ شہر میں جمعیت علماء کی نوع بہ نوع سرگرمیاں شروع ہوئیں، جو الحمدللہ آج تک جاری وساری ہیں۔

تنظیمی جدو جہد

کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کی مضبوط آواز جمعیت علماء ہند پہلے ریاستی سطح پر اس کے بعد مرکزی پیمانہ پر جماعتی انتشار واختلاف کا شکار ہوگئ، بہت سی جگہوں پر دو دھڑے ہوگئے، ہر طرف اختلاف پھیل گیا۔ سٹی جمعیت کے ساتھی بھی بکھر گئے کچھ ادھر اور کچھ ادھر۔۔۔۔۔۔ ایسے نازک وقت میں بھی حضرت مفتی صاحبؒ نے عزم وہمت کے ساتھ بکھرے شیرازے کو جمع کیا، کام کرنے کا حوصلہ دیا۔

امیر الہند ثالث مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحبؒ کی تائید اور بیشتر اہل علم اور

خواص کی حمایت حضرت مولانا محمود اسعد مدنی والے گروپ کو حاصل تھی۔ اور علاقائی اعتبار سے کام کی مختلف شکلیں اور خواص وعوام کی تائید کو ملحوظ رکھتے ہوئے قافلہ کے بچے ہوئے اراکین سے مشاورت کی اور باہمی اتفاق رائے قائم کیا اور ازسرنو جماعت بندی کی اور ریاستی جمعیت کے ساتھ جو محترم حافظ پیر شبیر احمد صاحب مدظلہ کی سربراہی میں چل رہی اس سے جُڑ گئے۔

2008 میں شہر کے مختلف اسمبلی حلقوں میں جمعیت کی یونٹس کے قیام کی سعی فرمائی۔ مفتی صاحبؒ حلقوں میں آزادانہ انتخابات کرواتے، علاقہ کے بااثر خدمت گزار افراد کو کام میں لگاتے اور جمعیتی فکر کو غالب کرلینے کی ترغیب دیتے اور بہت اہتمام سے فرماتے کہ حلقہ کے مناسب مقام پر دفتر قائم کیجئے، ماہانہ مشورے کیجئے اور پورے حلقہ کا جائزہ لے کر کام کی شکلیں بنائیے۔ اور جو حلقے ایسا کرتے ان کی بھرپور پذیرائی فرماتے، اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے اور بار بار رابطہ کر کے ہمت بڑھاتے اور عملاً شرکت کر کے کاموں کو مستحکم کرتے۔

جمود سے دور کام والوں کا حلقہ بڑھانے میں جٹے رہتے، جس میں جو صلاحیت محسوس کرتے اسے اسی جانب کام میں مشغول کردیتے۔ جب بھی محسوس کرتے کہ کسی حلقہ میں جمعیتی سرگرمیاں کم ہورہی ہیں تو خود فکر کرتے یا جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد مصدق القاسمی صاحب مدظلہ سے تذکرہ کرتے کہ اس حلقہ کی فکر کی ضرورت ہے۔

ابتدا میں حلقے کم تھے اور میدان کار وسیع تھا تو راقم السطور اور جنرل سکریٹری صاحب کے ذریعہ مختلف علاقے کے علماء سے رابطہ کراتے اور قیام جمعیت کی سعی کرتے۔ اور جب علاقائی یونٹ قائم ہوجاتی اور کام شروع ہوجاتا تو بہت خوش ہوتے اور مختلف موقعوں پر خوشی کے ساتھ اس کا تذکرہ فرماتے کہ شہر بھر میں ہماری یونٹس قائم ہیں اور کام کررہی ہیں، حلقوں کے ذمہ دار مفتی صاحب سے رابطہ نہ بھی کرتے تو مفتی صاحب خود ہی رابطہ کرتے اور رپورٹ لیتے۔ گذشتہ تنظیمی انتخابات کے موقع پر علالت کے باوجود بڑی فکر کے ساتھ مجھ سے ایک ایک حلقہ کی کارگذاری لے رہے تھے، میں نے ایک حلقہ کے ذمہ داروں کی مسلسل لاپرواہی کا تذکرہ کیا تو خاموشی سے ساری کارگزاری سن لی، دوسرے دن اس حلقہ کے ذمہ دار صاحب کا فون آیا کہ حضرت مفتی صاحب نے کل ہمیں فون کر کے توجہ دلائی ہے، ہم کام کے لیے تیار ہیں، بتائیں کہ کیسے کریں! اس طرح چھوٹے بڑے سب سے رابطہ میں رہتے اور عام اراکین کو بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے ملنے اور اپنا مدعی پیش کرنے میں کوئی دقت نہیں تھی؛ بل کہ وہ اس معاملہ میں کافی سہل الوصول تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا کمال تھا کہ انہیں جاہل اور اڑیل سے بھی کام لینا آتا تھا، وہ سکھاتے سمجھاتے اور

کام سے جوڑ دیتے، روٹھے ہوئے کو منا لینا، دور ہونے والے کو قریب کر لینے کا ہنر وہ بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ شاگردوں اور چھوٹوں کی گستاخیوں کو معاف کر دیتے، اور کارکنان میں کبھی بدمزگی دیکھتے تو پوری دانائی کے ساتھ کوئی نیا پروگرام مرتب کرتے اور کام میں مشغول کر دیتے، طبیعت میں تنوع اور تجدد تھا، ہر پروگرام جدت اور ندرت سے کرنا چاہتے اور پروگرام طئے ہونے سے لے کر تکمیل پانے تک مسلسل رابطہ کرتے رہتے اور پروگرام کی تکمیل پر بڑی فراخ دلی اور فرطِ مسرت کے ساتھ کارکنان کا شکریہ ادا کرتے، اور ایک مرتبہ تو پروگرام کی تکمیل پر فرداً فرداً شکریہ نامہ بھی روانہ فرمایا۔

چھوٹوں کے محبوب بڑوں کے معتمد

راقم السطور تو انکا شاگرد اور ادنیٰ خادم تھا؛ لیکن حضرت مفتی صاحبؒ کا بڑا پن اور کام کی دھن تھی کہ اس ناچیز سے مسلسل رابطہ کرتے یہاں تک کہ علالت کے دنوں میں کمزوری سے جب زبان لڑکھڑا رہی تھی، بات صاف سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اس وقت بھی مختلف کاموں کے سلسلہ میں رابطہ کر رہے تھے۔ میں ترس کھا کر کہتا کہ مولصاب! آپ فکر مت کیجئے میں آ کر آپ سے بات کرلوں گا۔

اور جو منصوبہ بھی بناتے اس سے مطلع کرتے اور جب بھی کوئی نیوز کوئی لیٹر یا کوئی مضمون لکھانا چاہتے تو پہلے اچھی طرح سمجھاتے۔ جب لکھ کر لے جاتا تو حذف و اضافہ کر کے حتمی شکل دیتے۔

کارکنان کو بڑی وسعت دے رکھی تھی وہ جیسا چاہے پروگرام بنالیں آپ اس کو قبول کر لیتے، کسی سے شکوہ نہیں کرتے، ہاں اس پر ضرور نظر رکھتے کہ وہ امت کے لئے مفید اور اکابر کے منہج پر ہے یا نہیں؟۔ میں نے ایک مرتبہ ایک پروگرام کیا وہ کچھ مخصوص حالات میں مصلحتاً خاص انداز سے کیا گیا اور حضرت مفتی صاحبؒ کو میں نے مطلع کیا، لیکن معقول وجہ سے مدعو نہیں کیا، کچھ مہربانوں نے حضرت مفتی صاحبؒ کی کانا پھوسی کی اور معلوم نہیں کیا کیا کہا! مفتی صاحبؒ نے جنرل سکریٹری صاحب کے سامنے سرسری شکوہ کیا۔ جیسے ہی مجھے علم ہوا میں نے رابطہ کیا، اطلاع کی، یاددہانی کرائی اور نہ بلانے کی معقول وجہ سامنے رکھی تو مان گئے اور کہنے لگے: میاں! لوگ بار بار بولتے ہیں تو ہمارا ذہن جاتا ہے ورنہ تم لوگوں کے کام سے تو اطمینان ہے۔

یہ تھا حضرت مفتی صاحب کا اپنے چھوٹوں پر اعتماد جس سے ہمارے حوصلے بلند ہو جاتے اور ہم لوگ کام کے لئے تن من دھن لگانے تیار ہو جاتے، یہ میرا ذاتی احساس ہی نہیں بلکہ جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے پرجوش قافلہ کے ہر ذی ہوش رکن کو آپ اس احساس میں شریک پائیں گے۔

جیسے وہ اپنے چھوٹوں پر تنظیمی اعتبار سے مشفق و مہربان تھے ویسے ہی اپنے جماعتی بڑوں کے بڑے

قدرداں اور مزاج شناس تھے، اور کام میں ممکنہ موافقت کی بھرپور سعی کرتے۔ ریاستی اور مرکزی جمعیت کے اجلاسوں میں اہتمام سے شریک ہوتے اور اپنی صائب رائے سے آگاہ کرتے اور ہر اجلاس میں بہت قدر و منزلت سے دیکھے جاتے۔ اکثر مرکزی اجلاس میں ضرور کوئی نہ کوئی تجویز آپ کے ذریعہ پیش کروائی جاتی یا کسی تجویز پر اظہار خیال کے لئے بلایا جاتا۔

ریاستی صدر محترم حافظ پیر شبیر احمد صاحب مدظلہ کو بھی آپ پر بڑا اعتماد تھا وہ حضرت مفتی صاحبؒ کے کام کو سراہتے اور جمعیۃ کے مختلف جلسوں میں اس کا تذکرہ کرتے اور آپ کی معیت کو جمعیت علماء کے لیے ضروری سمجھتے اس کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں کہ کئی برس پہلے سٹی جمعیت علماء اور ریاستی جمعیت کے درمیان کچھ شکررنجی ہوئی انتظامی نوعیت کے کچھ گلے شکوے ہوئے سٹی جمعیت کی مجلس عاملہ نے اجتماعی استعفیٰ دیدیا بالآخر گفت وشنید سے مسئلہ حل ہوا اس موقعہ پر ریاستی صدر محترم حضرت مفتی صاحبؒ سے بڑے تعلق کے ساتھ بار بار کہہ رہے تھے کہ ”مفتی صاحب میں تو آپ لوگوں کو نہیں چھوڑ سکتا چاہے آپ لوگ مجھے چھوڑ دیں“

یہ بڑوں کے آپسی تعلق اور قدردانی کی بات ہے پھر حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی اس قدردانی کی لاج رکھی اور جمعیت علماء کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔

پیکر جہد وعمل

حضرت مفتی صاحبؒ نے جب زمام صدارت سنبھالا تو وہ سخت خلفشار کا دور تھا کارکنان آسانی سے مہیا نہیں ہوتے تھے ہر طرف انتشار کے چرچے اور مظاہرے تھے ایسے میں کسی جماعت کو آگے بڑھانا بڑا کٹھن مرحلہ تھا؛ لیکن مفتی صاحبؒ اور ان کے مخلص رفقاء کے جہد وعمل سے یہ مرحلہ پار ہوا اور عمل پیہم کی ایک تاریخ رقم ہوئی، آپ کی زندگی پیہم رواں اور ہر دم جواں کی عملی تصویر تھی وہ مسلسل بے تکان جدو جہد کرتے مزاج میں برودت غالب تھی جمعیت کے کئی پروگرام کھلے میدانوں میں ہوتے ٹھنڈی ہوائیں اور نازک موسم ہوتا؛ لیکن اوڑھ لپیٹ کر آتے اور آخر تک بیٹھے ہوئے محفل کی رونق دوبالا کرتے۔ ایک مرتبہ حجاج کا تربیتی پروگرام ہوا تقریبا آٹھ گھنٹے اجلاس چلا پوری مستعدی کے ساتھ آخر تک شریک اجلاس رہے، ایام علالت میں بھی آپ کی مسلسل دوڑ دھوپ جاری تھی، ساتھیوں کے اصرار پر شہر کے دو الگ الگ کونوں میں ایک ہی شام میں وقفہ وقفہ سے دو پروگرام رکھے گئے اور عصر سے رات ایک بجے تک مسلسل مصروف رہے تھکے ماندے آدھی رات کو اپنے مقام پر پہونچے۔

کام کے دھنی تھے صلہ وستائش سے بے پرواہ تھے عموماً اپنے خرچ سے آمد و رفت کر لیتے ساتھیوں اور

جماعت پر بوجھ نہ ڈالتے بہت سے قدرناشناس لوگوں نے دیر رات تک پروگرام کیا اور کھانے کے وقت پانی پلا کر رخصت کر دیا۔چھتہ بازار میں قیام کے زمانہ میں ایسا بھی ہوا کہ رات دیر گئے پروگرام سے واپس ہوئے کھانا موجود نہیں اور بھوکے سو گئے،لیکن کبھی کسی سے شکوہ نہیں کیا

حضرت مفتی صاحبؒ کے دورِ صدارت کی نمایاں خدمات!

تحریک عظمت صحابہؓ

سن 2008 سے جمعیت علماء کے بیانر تلے اس تحریک کا آغاز ہوا،اس کے محرکات میں سے یہ بھی تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمات جس علاقہ میں تھی اس کے اطراف واکناف شیعوں کی کثیر آبادی ہے،اور سال کے چار چھ ماہ ان کی مذہبی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں،جن میں صحابہؓ پر قدح اور تبرا مسلسل جاری رہتا ہے۔یہ حضرت مفتی صاحبؒ کے لئے نا قابل برداشت تھا۔آپ صحابہؓ کی عزت وحرمت کے مسئلہ میں بڑے غیور تھے ۔ادنیٰ گستاخی کا تصور بھی آپ کو دفاع صحابہؓ کے لئے سربکف کھڑا کر دیتا۔ایسا بھی نہیں تھا کہ صرف جذباتی انداز میں آپ نے اس تحریک کی بنیاد ڈالی اور وہ جذباتی نعروں کے ساتھ پروان چڑھ گئی۔ بلکہ آپ نے تقدس صحابہؓ کے مسئلہ کی بھرپور تحلیل کر کے اس کے بنیادی موضوعات کو متعین کیا اور بہت اہتمام سے عظمت صحابہؓ کے جلسوں میں اپنے ہر صدارتی خطاب میں اس مقصد کو واضح فرماتے اور ماانا علیہ واصحابی کی بھرپور تشریح کرتے اور اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ الصحابۃ کلھم عدول کو اچھی طرح سمجھاتے۔اس تحریک کے ذریعے بنیادی طور پر صحابہؓ کے بارے میں امت کے اجماعی عقیدہ کو سمجھایا گیا اور غلط عقیدہ کی اصلاح کی گئی جن جن گمراہ فرقوں اور مذاھب نے صحابہؓ کے بارے میں بدزبانی کی ان کا بھرپور تعاقب کیا گیا۔

یہ تحریک عام ہوئی اور اللہ نے اس کی قبولیت کے اثرات دکھلائے کہ ہر جماعت،تنظیم اور ادارہ نے اس موضوع کو حساسیت سے لیا اور یوں عظمت صحابہؓ کا پیغام عام ہوا۔شہر کے چپہ چپہ میں عظمت صحابہؓ کی آواز لگائی گئی اور خاص طور پر وہ علاقے جو قدح صحابہؓ سے مسموم تھے جمعیت علماء کے جیالے کارکنان نے اپنے قائد کے حکم پر خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے ان علاقوں میں عظمت صحابہؓ کا پرچم بلند کیا۔اس چودہ سالہ دور میں ہزاروں عام جلسے کئے گئے،مجالس منعقد کی گئیں،خواتین کے اجتماعات کئے گئے،پریس کانفرنسیں ہوئیں،لاکھوں کی تعداد میں صحابہؓ کی عظمت پر ہینڈ بل چھاپے گئے اور لاکھوں بندہ گان خدا تک خاصان خدا حضرات صحابہؓ کے تقدس کا پیغام پہنچایا گیا،ان کی پاکیزہ زندگی سمجھائی گئی اور اُن کی حجیت اور عدالت کو واشگاف کیا گیا،ملک بھر کے اکابر علماء کو موقع بہ موقع اس عنوان پر خطاب کے لئے مدعو کیا گیا۔

جب بھی کوئی دریدہ دہن ملعون صحابہؓ کی شان میں گستاخی کرتا یا کسی خاص صحابیؓ یا صحابیہ کو نشانہ بناتا، آپ کی ایمانی حمیت پھڑک اٹھتی، بپھر جاتے اور صبح شام اسی فکر میں لگ جاتے۔ اور اس حوالے سے ہم مسلک جماعتوں اور قائدین کو جوڑتے، اجتماعی فیصلے لیتے، پریس کانفرنس کرتے، اخباری بیانات جاری کرتے، حکام سے ملاقات کرتے، مسئلہ کی نزاکت سمجھاتے اور اس مسئلہ کے ختم ہونے تک سرگرم عمل رہتے۔ اسی پاکیزہ مشن کے ساتھ وہ رب کریم کے حضور حاضر ہوئے ہیں۔ ہمیں امید قوی ہے کہ صحابہ کی پاکباز روحوں نے اپنے اس عاشق صادق کا استقبال کیا ہوگا اور اللہ تعالے نے ان کے جلو خاص میں آپ کو جگہ دی ہوگی۔

تحریک محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دکن میں برسہا برس سے میلاد کے عنوان سے خرافات عام ہیں اور جو جلسے ہوتے ہیں ان میں تذکرہ میلاد کو ہی کافی سمجھا جاتا ہے، سیرت وسنت کا تذکرہ دور تک بھی کہیں نہیں ہوتا۔ اس صورتحال کے تناظر میں جمعیت علماء حیدرآباد نے 2009 سے حضرت مفتی صاحبؒ کی تحریک پر سیرت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروگرامس کا آغاز کیا، حضرت مفتی صاحبؒ کی صدارت میں 13 سال مسلسل یہ پروگرامس چلے ہیں، اس میں بھی عام جلسے، اجتماعات، خواتین کے پروگرام، سیرت کوئز مقابلے، اسکولوں میں سیرت کے لکچرس، رسومات وبدعات کی تردید میں کتابچے شائع کئے گئے۔ الحمدللہ اس نافع سلسلہ کے مفید اثرات عوام وخواص میں محسوس کئے گئے۔ بیرون ریاست کے مختلف خطباء کو ان پروگراموں کے لئے مدعو کیا گیا اور موثر جلسہائے سیرت کا انعقاد عمل میں لایا گیا۔

مخالف دہشت گردی کانفرنس اور جمعیت علماء حیدرآباد کی خدمات!

سن 2009 میں رابطہ مدارس اسلامیہ کی ریاستی یونٹ کی جانب سے نظام کالج گراونڈ پر مخالف دہشت گردی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس طرح ریاستی جمعیت کی جانب سے سن 2008 میں مخالف دہشت گردی کانفرنس نظام کالج پر ہی ہوئی۔ اس موقع پر شہر بھر میں رائے عامہ کی ہمواری، پوسٹرس کی چھپائی وچسپائی، مساجد میں اعلانات، اس موضوع پر جمعہ کے خصوصی خطابات شہر کے مختلف علاقوں میں جلسوں کا انعقاد، گشتی اعلانات، مہمانوں کا استقبال اور ان کے انتظامات غرض ان کانفرنسوں کو کامیاب بنانے میں حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے جمعیتی رفقاء کو لے کر دن رات محنت اور جدوجہد کی۔

نعتیہ ومدح صحابہؓ مشاعرے

ربیع الاول میں منکرات سے بھری ہوئی نعتیہ محفلوں اور ماہ محرم میں شیعوں کی مرثیہ خوانی اور منظوم تبرأ کے

پراگندہ ماحول میں پاکیزہ، متبع سنت، پابند شریعت شعراء کے ذریعے نعتیہ و مدح صحابہ مشاعروں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ الحمدللہ اس سلسلہ نے بھی تحریک کا رخ اختیار کرلیا۔ اور اب ریاست گیر منعقد ہونے والے مشاعرے اسی پاکیزہ نہج پر منعقد ہو رہے ہیں۔۔۔۔ فللہ الحمد و المنہ.

رفاہی خدمات

سن 2009 میں ضلع کرنول میں قیامت خیز سیلاب سے ہوئی ہولناک تباہی پر حضرت مفتی صاحبؒ بے چین ہو گئے اور شہر بھر میں ریلیف مہم شروع کی۔ اناج، غلہ، برتن، دودھ، پانی، کپڑے نقد رقم جمع کیا اور سامانوں سے بھری تین لاریاں روانہ کی۔

گلیوں اور گھروں کی صفائی کے لئے رضا کاروں کو تیار کیا اور بڑے پیمانے پر گاڑیاں لگا کر صفائی کا کام انجام دیا، پھر ان کی گھروں میں واپسی کے لئے مدد کی، ان دنوں آپ کی جدو جہد دیدنی تھی، مسلسل سرگرم عمل تھے، ریلیف کے لیے آئے ہوئے مستعملہ کپڑوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ کوئی کپڑا ضائع نہ ہو۔ مجھے حکم دیا کہ مدرسہ کی چھٹی کر کے چھتہ بازار آجاو اور کئی دن دن تک ان کپڑوں کے مناسب جوڑے بنوائے اور پیک کروا کر تقسیم کروائے۔ دن رات بنفس نفیس خود کام کرتے۔ ایک ایک کپڑا اٹھاتے صاف کرتے اور سلیقہ سے پیک کرتے۔ ریلیف کی آخری کھیپ خود لے کر گئے، پریس کانفرنس کی اور معاونین کا کارکنان نیز مقامی طور پر جن علماء نے کام میں تعاون کیا تھا ان کا شکریہ ادا کیا۔

سن 2018 میں شہر میں زوردار بارش ہوئی۔ نشیبی علاقے زیر آب ہو گئے۔ خاص کر کوکٹ پلی اور اسکے اطراف واکناف کے علاقے زیادہ متاثر ہوئے۔ آپ نے فوراً حلقہ سری لنگم پلی کے ذمہ داروں کو متحرک کیا اور خود بھی ریلیف جمع کرنے میں لگ گئے۔ جمع شدہ ریلیف دے کر ایک وفد کو حضرت جنرل سکریٹری صاحب مدظلہ کی قیادت میں متاثرہ علاقوں کے درمیان تقسیم کے لئے روانہ کیا۔

سال گزشتہ اکٹوبر 2020 میں جس قیامت خیز سیلابی صورتحال سے شہر گزرا، اس وقت 13 اکٹوبر کی طوفانی بارش والی رات سے ہی آپ نے اپنی کوششیں شروع کر دیں۔ مختلف حلقوں کے ذمہ داروں سے رابطہ کر کے سب کو متحرک کیا، بے یارو مددگار راستوں پر پھنسے لوگوں کو کھانا پہنچایا، بے گھر لوگوں کو آسرا اور سہارا دیا، کیچڑ سے بھرے مکانات صاف کروائے، ان کے گھروں کی بنیادی ضرورت کے سامان پر مشتمل کٹس بنوائے، راشن کٹس تقسیم کروائے، روزگار سے اجڑے لوگوں کے آٹو بنوائے، بنڈیاں سامانوں کے ساتھ تقسیم کیں، اسکول اور کالج کے طلباء و طالبات کے لئے کتابیں، کاپیاں، بیگ فراہم کئے۔ جن بچیوں کی شادیوں کا سامان تباہ ہو گیا

تھا انہیں امداد دی۔سلوائی مشینیں تقسیم کی۔اس بارش سے متاثر ہونے والے خدام دین کے درد نے ستایا تو ان کی امداد کا بیڑا اُٹھالیا اور ایک وسیع منصوبہ کے ساتھ امداد پہنچائی۔جب حالات قدرے بحال ہو گئے تو عثمان نگر اور اس کے اطراف کی کالونیوں میں مفتی عبدالرحمن ماجد صاحب کو لے کر کام شروع کیا۔راستوں میں مورم ڈلوا کر قابل استعمال بنایا۔مکانات کی مرمت کروائی۔پانی کی نکاسی نہ ہونے پر ہائی پاور پیمپ لگوا کر 200 فٹ طویل پائپ کے ذریعہ سے دوسری جانب پانی منتقل کروایا۔

تقریباً آٹھ ماہ جمعیت علماء کا یہ ریلیف آپریشن چلتا رہا۔رمضان المبارک سے دو دن قبل کارکنان نے کام کو موقوف کیا۔

ماہ اکٹوبر میں ہی مجلس منتظمہ کا اجلاس سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ میں منعقد ہوا اس اجلاس میں وفور جذبات کے ساتھ کارکنان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''میرے گمان وخیال میں بھی نہیں تھا کہ بڑھاپے کے اس آخری وقت میں اللہ تعالیٰ مجھ سے پریشان حال افراد کی مدد کا اتنا بڑا کام لیں گے''۔

اسی وقت میرا ماتھا ٹھنکا میں سوچ میں پڑ گیا کہ مفتی صاحب نے یہ بات کیوں کہی؛ لیکن کچھ ماہ بعد آپ کے وصال پر ان جملوں کی حقیقت واضح ہوگئ۔

جلسہائے تعزیت واعتراف خدمات

آپ کی خوبی تھی کہ ہر دینی خادم کے قدر دان تھے اور ان کی وفات پر اعتراف خدمات کا پروگرام رکھتے تھے۔چاہے وہ نامور ہوں یا گمنام۔اس کا اثر یہ محسوس ہوا کہ پسماندگان و متعلقین کو مرحوم کی خدمات سے واقفیت ہوئی۔اور ان کی مثالی زندگی کے سبق آموز پہلو سب کے سامنے آئے؛ جس سے عبرت ونصیحت حاصل ہوئی۔کئی غیر علماء اور بے نام لوگوں کو چاہے ملکی سطح کے ہوں یا مقامی سب کو آپ نے جمعیت کی جانب سے بھرپور خراج عقیدت ومحبت پیش کیا۔اس حوالے سے یقیناً وہ اپنے معاصرین پر بڑی فوقیت رکھتے تھے۔پہلا جلسہ 2010 میں حادثاتی موت کا شکار ہونے والے حافظ مصطفی صاحب (نائب امام مسجد اجالے شاہ) حافظ انور صاحب (رکن کمیٹی فیض العلوم) اور ماہر امراض قلب ڈاکٹر ولی اللہ صاحب رحمہم اللہ کا مسجد اجالے شاہ صاحب میں منعقد ہوا اور آخری جلسہ تعزیت آپ کی سخت علالت کے دنوں میں آن لائن منعقد ہوا، جس میں آپ لیٹے لیٹے شریک ہوئے، وہ امیر الہند قاری محمد عثمان صاحبؒ (صدر جمعیت علماء ہند) کی حیات وخدمات سے متعلق تھا۔اس درمیان میں کئی افراد کے جلسہائے تعزیت یا اعتراف خدمات منعقد کئے اور۔۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۱۱۲ پر)

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب رحمہ اللہ

کچھ یادیں

بہ قلم: محترم جناب محمد سیف الرحمٰن صاحب
سابق منتظم مدرسہ فیض العلوم و سبیل الفلاح حیدرآباد

یوں تو اس خاک دانِ عالم میں بے شمار انسانوں نے جنم لیا لیکن جنہوں نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھاما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ کو عملی زندگی میں اپنایا اور امت میں اس طرز کے قیام کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ایسے خوش نصیب بندے بہت کم ہیں، ایسی ہی ولی صفت اور باوقار شخصیات میں سے ایک شخصیت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب رحمہ اللہ کی بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کی عمر اس کی پیدائش سے وفات تک نہیں ہوتی بلکہ ملت اور انسانیت میں جب تک اس شخص کا نام ہے اتنی اس کی اصل عمر ہے۔

احقر ۱۹۷۴ء میں تصحیح کی غرض سے مدرسہ فیض العلوم سعید آباد، حیدرآباد میں داخلہ لیا اور بعد تصحیح مدرسہ ہی میں خدمات شروع کیا، ۱۹۷۵ء میں رمضان المبارک آنے پر نائب ناظم مدرسہ فیض العلوم محترم مولوی عبدالغنی صاحبؒ نے احقر کو اپنے فرزند مفتی صاحبؒ کا نگران بنا کر مسجد صراطِ مستقیم، آزادنگر، عنبر پیٹ، حیدرآباد جانا طئے فرمایا، یہ مفتی صاحب کا نمازِ تراویح سنانے کا پہلا سال تھا اور مسجد کی تعمیر کا بھی پہلا ہی سال تھا۔ سائیکل رکشے سے ہم دونوں مسجد چلے گئے اور بعد تراویح واپس آنے پر نائب ناظم صاحب علیہ الرحمہ نے پوچھا کہ "ٹھیک سے سنایا اور آپ کو ستایا تو نہیں"؟ اس کے بعد سے یہی سوال روز کا معمول تھا۔

بھونیشور، اڑیسہ سے تبادلہ ہو کر مفتی صاحبؒ جب مدرسہ فیض العلوم تشریف لائے تو چند دنوں کے بعد ہی حضرت شاہ ابرارالحق صاحبؒ کی آمد بھی ہوئی، احقر نے اپنی ترقی کے لئے درخواست دی اور اسی درخواست میں مفتی صاحب کی تنخواہ میں اضافے کے لئے بھی لکھا، حضرت والاؒ نے دوسرے دن بُلایا اور کہا کہ آپ کو دوسروں سے کیا کام اگر ان کو کچھ کہنا ہو تو وہ خود فکر کریں گے، آپ اپنی بات کیجئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کچھ عرصہ مدرسہ فیض العلوم کے نائب ناظم بھی مقرر ہوئے اور حتی المقدور اس منصب سے انصاف کیا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دفتر میں احقر اور دوسروں کے ساتھ مشورہ میں یہ طئے پایا کہ مدرسہ کے تمام ملازمین کو شکر قیمۃً دی جائے جو راشن سے کم قیمت پر آتی تھی اور بچ جایا کرتی تھی، اس معاملہ پر مرکز ہردوئی سے احقر اور مدرسہ کو الگ الگ مراسلہ آیا جس میں فہمائش کی گئی کہ آئندہ مرکز کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دفتر میں حافظ اسحٰق صاحب مدظلہٗ کی موجودگی میں مشورہ ہوا کہ ہر جمعہ شہر کی کسی مسجد میں محترم مفتی صاحب کا بیان ہو اور بعد نماز چندہ کا اعلان ہو، چناں چہ جمعہ آنے پر احقر اور مفتی صاحب مسجدِ منصور (سنتوش نگر، حیدرآباد) گئے لیکن چند ہی دنوں بعد مرکز سے اس کام پر پابندی عائد کرنے کے متعلق مراسلہ موصول ہوا، البتہ اُن دنوں میں بہت سے کام ایسے ہوئے کہ الحمدللہ آج بھی مدرسہ فیض العلوم کو اس کا فائدہ ہو رہا ہے۔

احقر کو جب کچھ عرصہ مدرسہ سبیل الفلاح میں خدمات کا موقع ملا تو احقر کا ظہرانہ اکثر مفتی صاحب کے ساتھ ہی ہوا کرتا تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ سالن کے پکنے سے پہلے جب اُسے بُھنا جارہا تھا تو اس وقت طبّاخ نے کچھ سالن احقر کے لئے محفوظ کرلیا پھر جب احقر مفتی صاحب کے ساتھ کھانے پر بیٹھا تو مفتی صاحب نے وہ سالن دیکھ کر پوچھا کہ ''کیا بچوں کے لئے بھی ایسا ہی سالن ہے؟ جواب نفی میں ہونے پر مفتی صاحبؒ نے احقر کی اصلاح کے لئے حکم دیا کہ یہ سالن طلباء کے سالن میں ملا کر طلباء کا سالن منگوایا جائے۔ پھر یہ ہدایت دی کہ آئندہ ایسا الگ اور طلبا کے سالن سے لذیذ سالن تیار نہ کیا جائے۔ دوپہر میں چاول کے ساتھ صرف دال رہتی تھی اسی لئے احقر کبھی انڈا بنالیا کرتا تو اس کو بھی پسند نہ کیا اور منع فرمایا۔

مدرسے کی اشیاء کے معاملہ میں بہت احتیاط فرماتے تھے، ایسا کیوں نہ ہوتا؟ کیوں کہ اُن کے والد محترم کا بھی یہی معمول تھا کہ اُن کے والد محترم ایک ایسی عظیم اور مثالی کردار کی حامل شخصیت تھی جو اِس ضرب المثل پر پوری اترتی تھی۔ ''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات'' یعنی جیسے والدین ویسی ہی اولاد۔ آپ کے والد محترم کا یہ معمول تھا کہ گھر سے جب چائے آتی اور اسی وقت دفتر میں کوئی مہمان آجاتے تو چائے باز و رکھ دی جاتی اور بعد میں احقر اُس چائے کو مدرسہ کے مطبخ میں گرم کرکے یا کرواکے دیتا اس پر موصوفؒ ہر ماہ مدرسہ میں کچھ پیسے جمع فرمادیتے تھے۔

مدرسے کی تعمیر کے لئے اینٹیں آتیں اس میں سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو کام نہیں آتے بچ رہ جاتے، موصوفؒ ان میں سے چند ٹکڑے اپنے استعمال کے لئے اُٹھالیتے اور احقر کو بتا کر پوچھتے کہ کیا ایک اینٹ کے

برابر ہے یا ڈیڑھ؟ پھر اس کے پیسے احقر کے ذریعہ مدرسے میں جمع فرما دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہم ذمہ داران کو بھی اپنے بزرگوں کی طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مفتی صاحب کی ایک خاصیت یہ بھی تھی کہ اگر جیب میں سے یا تکیہ کے نیچے سے پیسے غائب ہوجاتے تو کسی بھی طالب علم پر شک نہیں کرتے اور کہتے کہ شائد ضرورت ہوگی اسی لئے لیا ہوگا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا انداز گفتگو اور کام کرنے کے طریقہ گویا اس شعر کا مصداق تھا۔

آپ نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز

آہ! ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہماری نسلوں میں ایسی خصوصیات والی شخصیات پیدا فرمائے۔ آمین

بہ قلم: محمد سیف الرحمٰن غفرلہٗ منتظم مدرسہ فیض العلوم (حال مقیم امریکہ)

۱۳؍محرم ۱۴۴۳ھ م ۲۳؍اگست ۲۰۲۱ء بروز جمعہ

(بقیہ صفحہ: ۱۶۳ سے)

یوں آج یہ علاقہ بنڈلہ گوڑہ آبادی اور ترقی کے اعتبار سے شہر کے مصروف ترین علاقوں میں شمار کیا جانے لگا۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

یقیناً آپ کے اندر بہت سی خوبیاں تھی، اللہ پاک والد صاحب کے خدمات جلیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش پا کا سچا اور حقیقی وارث بنائے اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو پورے اخلاص کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آئے عشاق، گئے وعدہ فردا لے کر
اب انھیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب رحمہ اللہ

یادوں کی چند نقوش

از: مفتی محمد ریاض علی قاسمی
امام جامع مسجد شکاگو

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

داعئ کبیر، مصلحِ امت، استاذِ گرامی قدر، حضرت اقدس مفتی عبد المغنی صاحبؒ کا سانحہ ارتحال جہاں پوری امت کے لئے عظیم خسارہ اور نقصان ہے وہیں میرے لئے بطورِ خاص رنج والم اور کرب و مشقت کا ذریعہ ہے، اِس لئے کہ حضرت مفتی صاحبؒ میرے لئے ایک عظیم مربی، قابل قدر استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ محسن و مشفق بھی تھے، اُنہی کے دست شفقت اور کرم واحسان نے بہ توفیق الٰہی مجھے راہِ علمِ دین دکھائی، حضرت مفتی صاحبؒ کی بے شمار خوبیاں، صفات و کمالات ہیں، جس پر کام کرنے والے یقیناً کام کر رہے ہوں گے، حضرت مفتی صاحبؒ کی اہم خوبی اور کمال جو مجھے زندگی میں بار بار دیکھنے کو ملی وہ اپنائیت و محبت کی خوبی ہے، وہ ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ اِس طرح پیش آتے تھے کہ اُن کے برتاؤ و انداز سے ہر ملنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ نہ صرف یہ کہ میری ملاقات سے خوش ہیں؛ بلکہ وہ مجھ سے محبت و چاہت بھی رکھتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ یہی سنتِ نبوی بھی ہے، جس کی شہادت وخبر بے شمار صحابہ کرامؓ نے دی ہے، اس حوالے سے بھی حضرت مفتی صاحبؒ سے اللہ پاک نے دین کا بہت کام لیا، اور بڑی کامیابیاں نصیب فرمائی، خود میرا واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

میں ۵/۶/ سال کی عمر میں وقار آباد کے ایک مشہور انگلش میڈیم (کانونٹ) اسکول میں پڑھتا تھا، رمضان المبارک میں تراویح کے لئے افضل گنج مسجد سے حفاظ کو لانے کا رواج تھا، ۲۷/ویں شب (شب قدر) کو کلام پاک کا ختم کرکے یہ ہریانہ/راجستھان/یوپی/بہار کے حفاظ قرآن واپس جاتے تھے، ایک سال مسجد کی کمیٹی نے طئے کیا کہ انشاء اللہ آئندہ سال رمضان میں مدرسہ فیض العلوم سے حافظ صاحب کو لائیں گے، چناں چہ

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحبؒ جو اس وقت مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارن پور میں زیر تعلیم تھے تشریف لائے، مفتی صاحب کی آمد سے مصلیوں کا بھی اضافہ ہوا، اور بچوں میں بھی غیر معمولی طور پر مسجد جانے کی دلچسپی پیدا ہوئی۔

بندہ کو بھی اسکول سے آتے ہی امی منہ ہاتھ دُھلا کر نماز کے کپڑے پہنا کر مسجد بھیجتی تھیں اس اہتمام سے میرے اسکول کے دوسرے دوست بھی خوشی خوشی آنے لگے پھر اگلے سال مفتی صاحبؒ کی خصوصی توجہ اور کوشش اور ترغیب کے نتیجے میں ہم اننت گیری کے پانچ ساتھیوں کا مدرسہ فیض العلوم میں داخلہ بھی منظور ہوا، اور ہم سبھوں نے مدرسہ فیض العلوم سے تکمیل حفظ کیا، پھر ۳/ساتھی درس نظامی سے فارغ ہوئے، الحمدللہ والدمحترم کی دعا، جستجو سے بندہ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے ساتھ دارالافتاء سے بھی تکمیل کی۔ اور الحمدللہ ہم ۵/ ساتھی دینی وعلمی جدوجہد سے وابستہ ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول فرما کر حضرت مفتی صاحبؒ اور دیگر تمام اساتذہ کرام اور علماءِ عظام کے میزانِ حسنات میں اضافے کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین

(بقیہ صفحہ: ۱۷۲ سے)

اُس سے سخت ترین بے دینی میں ابتلاء کا اندیشہ ہے، ان میں صحابہ کرامؓ اولیاءِ عظام، ائمہ مجتہدین ومحدثین وعلماءِ حق سب ہی شامل ہیں، اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ہمارا کسی بھی شیخ سے اصلاحی تعلق ہو اپنے شیخ سے محبت بہت اچھی بات ہے لیکن کسی دوسرے عالم اللہ والے کی اہانت اپنے طرزِ تکلم یا حرکات وسکنات سے کرنا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

بہ ہر حال حضرت مفتی صاحبؒ کی توجہ وترغیب سے کئی اُن کے شاگرد حفظ قرآن مجید کے بعد عالمیت کی تکمیل بھی کئے ہیں جو اَب الحمدللہ مختلف مقامات پر دین کی بڑی بڑی خدمات میں مصروف ہیں۔

وہ اپنی ذات میں اک انجمن تھے　　　بہت لگتا تھا جی صحبت میں اُن کی

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے علمی دینی واصلاحی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر پورے عالم میں اُس کے فیض کو عام وتام فرمائے اور اللہ کی مخلوق کی صلاح وفلاح کے لئے کی گئی تمام اعمالِ خیر کا فیض جاری وساری رکھے اور اُن کے جملہ خدمات کو اُن کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

آہ میرے استاذ و مربی!

کس زبان سے کروں شکر ادا

از: حافظ موسیٰ اعظم ابراھیمی (حال مقیم شکاگو)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ میرے ابتدائی اساتذہ میں سے ہیں، حضرت مفتی صاحب سے میرا اور میری فیملی کا تعلق تعلیمی زمانے سے ہی تھا، آپ کی بے پناہ شفقتیں، عنایتیں ہمارے ساتھ ہمیشہ رہی ہیں، اُس وقت سے آپ کی رحلت تک میں اور میری فیملی ـــ جو کافی زمانے سے حیدرآباد کے ایک قدیم علاقے عابڈز میں مقیم ہیں ـــ برابر آپ سے استفادہ کرتے رہے اور آپ کی سرپرستی ہم کو حاصل رہی، میری پہلی ملاقات حضرت مفتی صاحب سے اس وقت ہوئی جب میں مدرسہ فیض العلوم میں زیر تعلیم تھا، اس وقت حضرت مفتی صاحب وہاں مدرس بن کر تشریف لائے تھے، پھر آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے دیکھتے دیکھتے پورا مدرسہ آپ کے زیر اثر آگیا، اس وقت چوں کہ مدرسے میں ہمارا شمار بڑے طلبہ میں ہوتا تھا، تعلیم کے علاوہ نگرانیوں میں حضرت مفتی صاحب کے قریب رہنے کا موقع ملا اور وقتاً فوقتاً حضرت مفتی صاحب مجھے بھی نگران بناتے تھے، اور کچھ ذمہ داری دیتے تھے، اس وقت مجھے حضرت مفتی صاحب کی فراست اور طلبہ کے اندر چھپی صلاحیتوں کو نکھارنے اور بروئے کار لانے کا ہنر قریب سے دیکھنے کا موقع ملا کہ کس طرح آپ طلبہ کی صلاحیتوں کا اندازہ کرتے تھے اور ان کی تربیت فرماتے تھے اور ان کو آگے بڑھاتے تھے، یہی چیز مجھے حضرت مفتی صاحب کے قریب لاتی گئی مجھے یاد ہے کہ جب میں چوتھی منزل کے امتحان میں ناکام ہوا تو دل برداشتہ ہوکر میں نے نادانی میں ترکِ تعلیم کا فیصلہ کرلیا تھا، اور اپنا یہ خیال لے کر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں روتے ہوئے آیا تھا اس وقت حضرت مفتی صاحب نے مجھے سینے سے لگایا، بہت حوصلہ افزائی کی، ہمت دلائی اور کہا کہ کوئی بھی استاذ تمہارا بُرا کیوں چاہے گا، تمہارے اندر کوئی کمی محسوس ہوئی تو ہی یہ فیصلہ کیا، تم دوبارہ ہمت کرلو انشاء اللہ کامیاب ہوجاؤ گے، یہی وقت تھا کہ حضرت مفتی صاحب کی محبت میرے دل میں اُتر گئی، حضرت مفتی صاحب پر مکمل اعتماد

کر کے حضرت مفتی صاحب کی ہر ہر بات کو پورے اہتمام سے سنتا تھا اور عمل کرتا تھا، اور اس کا فائدہ میں نے اس طرح محسوس کیا کہ الحمد للہ میں حافظ قرآن بن گیا، تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ اسباب بن گئے اور میں یہاں امریکہ منتقل ہوگیا، چوں کہ میرا اصلاحی تعلق حضرت شاہ معظم شہیدؒ سے تھا، انہی سے خط وکتابت کرتا تھا اور ہر معاملہ میں رہبری لے لیتا تھا، پھر حضرت شاہ صاحب کی شہادت کے بعد حضرت مفتی صاحب سے تعلق قائم کیا اور خط وکتابت آپ ہی سے کرتا تھا، خاص طور سے ان دنوں میں جب میں غالباً ۱۷ر یا ۱۸ر سال کا رہا ہوں گا، الحمد للہ مجھے یہاں امامت کا موقع مل گیا، چوں کہ امریکہ میں عام طور سے دیوبندیوں، بریلویوں، اور اہل حدیثوں کی الگ مسجد نہیں ہوتی ہے، بلکہ یہاں ایک ہی مسجد میں سب جمع ہوجاتے ہیں، اور ہر مکتبۂ فکر کا آدمی یہ چاہتا ہے کہ امام اس کے مسلک کے مطابق ہو، اور اگر وہ یہ محسوس کرے کہ امام اس کے مطابق نہیں ہے تو پھر ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، تو ایسے حالات میں ایک مسجد میں تمام مکتبِ فکر کے لوگوں کو لے کر امامت وخطابت کرنا بہت مشکل کام ہے، ایک ایسے شخص کے لئے جو ابھی تعلیم سے فارغ ہوکر آیا ہو۔ بہر حال میرے لئے وہ ایک نازک وقت تھا، ان حالات میں حضرت مفتی صاحب نے میری خوب راہ نمائی فرمائی، اور میں ہر بات حضرت مفتی صاحب سے خط وکتاب کے ذریعہ بتاتا تھا اور ان سے رائے مشورہ لیتا تھا، خاص طور سے غیر مقلدین کے متعلق، چوں کہ یہ لوگ یہاں مجھے بہت پریشان کرتے تھے، نامناسب الفاظ کا استعمال کرتے تھے، امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متعلق واہیات بکتے تھے، ایسے حالات میں حضرت مفتی صاحب سے رائے مشورہ لیتا تھا، اور حضرت کے خط کا بہت بے چینی سے انتظار کرتا تھا کیوں کہ اس میں قیمتی مشورے اور کام کرنے کی تدبیریں کچھ اس انداز سے ہوتی تھیں کہ خط پڑھ کر مجھے ایک قلبی سکون اور اطمینان حاصل ہوجاتا تھا، بعض مرتبہ کوئی ناگہانی بات پیش آجاتی تھی تو فون کے ذریعہ سے راہنمائی حاصل کرلیتا تھا، بعض مرتبہ حالات سے تنگ آ کے حضرت مفتی صاحبؒ سے بات کرتا تو حضرت اپنے پیارے انداز میں یہ دو باتیں کہا کرتے تھے، ایک یہ کہ موسیٰ! جمے رہنا ہے، دوسرے، موسیٰ! ڈٹے رہنا ہے اور کہتے تھے کہ دیکھو موسیٰ! تمہارے اساتذہ نے جو پڑھایا ہے وہی صحیح اور درست علم ہے، وہی حق ہے اسی پر ڈٹے رہو، یہ مجھ پر حضرت مفتی صاحب کا احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے مجھے امریکہ میں جمائے رکھا، ورنہ حالات اتنے سخت بھی آئے تھے کہ جی چاہتا تھا کہ سب چھوڑ چھاڑ کے واپس آجاؤں، جب بھی زندگی میں اس قسم کے حالات، رنج والم کے واقعات پیش آتے اور رکاوٹیں پیدا ہوتیں تو میں فوری حضرت مفتی صاحبؒ سے رجوع ہوجاتا تھا، حضرت مفتی صاحب ایک ہی جملہ جو میں ان کی زبان سے بار بار سننا پسند کرتا تھا اور اسی جملے سے میرے سارے غم ختم ہوجاتے تھے، وہ جملہ حضرت مفتی

صاحب کا یہ ہوتا تھا، ''ٹھیک ہے موسیٰ! فکر چھوڑ دو میں دعا کرتا ہوں'' پس یہی جملہ میرے لئے مرہم کا کام کرتا تھا حضرت مفتی صاحب سے یہ تعلق صرف میری ذات تک ہی محدود نہیں تھا، بلکہ میری ساری فیملی حضرت مفتی صاحب سے اسی طرح رجوع تھی، خاص طور سے میری والدہ محترمہ شروع سے ہی اپنے دین ودنیا کے تمام معاملات میں حضرت مفتی صاحب سے رائے مشورہ کر کے ہی کوئی قدم آگے بڑھاتی تھیں، گھر میں کوئی بڑا مسئلہ درپیش ہوتا تھا اور کوئی بھی غم اور خوشی کا موقع ہوتا تھا تو حضرت مفتی صاحب کی بات اور ان کا مشورہ ہمارے لئے حرف آخر بن جاتا تھا، حتیٰ کہ اگر ہمارے گھر کے افراد کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہوجاتا تھا اور اُس وقت یہ کہا جاتا کہ حضرت مفتی صاحب نے اس معاملے میں یہ رائے دی ہے اور ایسا کہا ہے تو پھر سب اس پر متفق ہوجاتے تھے، میرے ساتھ میری والدہ اسی طرح بھائی بہنوں کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کا بڑا ہی شفقت کا معاملہ رہا ہے، خاص طور سے میرے چھوٹے بھائی مکرم اور معظم کے ساتھ اپنی اولاد جیسا معاملہ رکھتے تھے، اور ان دونوں کا نام بھی اس پیار وشفقت بھرے انداز میں لیتے تھے کہ طبیعت کو ایک طرح سکون وسرور ملتا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کی سب سے اچھی خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے ماتحتوں اور متعلقین کے مزاجوں اور طبیعتوں کو اچھی طرح سمجھ کر ان کے دین کے معاملہ میں ان کی ایسی تربیت فرماتے تھے کہ وہ دین کے سانچے میں داخل ہوجاتے تھے، اور یہی کچھ ہماری فیملی کے ساتھ بھی پیش آیا۔

الغرض! حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے بے شمار احسانات مجھ پر اور میرے اہل خانہ پر رہے ہیں، اس کا بدلہ انشاءاللہ تعالیٰ آخرت میں اللہ پاک اپنے شایانِ شان عطا فرمائیں گے، حضرت مفتی صاحب کی رحلت کی خبر جس وقت کان میں پڑی ہے اس وقت سے اب تک طبیعت پر ایک کیفیت طاری ہے، بے قابو آنسو رواں دواں ہیں، گہرے تعلق اور والہانہ عقیدت کی وجہ سے وفات کے دن ہمارے بچوں نے ہم کو بے ساختہ روتے ہوئے دیکھا، کچھ وقت تک تو بچے بھی گھبرا گئے؛ لیکن بچوں میں یہ احساس پیدا کرنے کے لئے کہ اپنے مربی اور اساتذہ سے کس طرح وابستگی ہونا چاہیئے اپنے رنج والم اور غم کا خوب اظہار کیا اور آنسوؤں کو بہنے دیا۔

اللہ پاک حضرت مفتی صاحب کی محبتوں کو قبول فرمائے، خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کے جاری وساری رہنے میں ہمارا بھی حصہ شامل فرمائے۔ آمین

ہمہ جہت خدمات کا روشن عنوان

حضرت مولانا مفتی حافظ محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری ؒ

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی
استاذ ادارہ اشرف العلوم

راقم آثم کے خاندان کے سرپرست اعلیٰ اور استاذِ گرامی قدر، سینکڑوں تلامذہ کے مشفق استاذ، ہزاروں مسترشدین کے مرشد و مربی، بے حساب راہ یابوں کے راہبر، کئی ایک مدارسِ اسلامیہ کے سرپرست، متعدد ملی ورفاہی تنظیموں کے مشیر، احیاءِ سنت کی سرگرمیوں میں ہمہ وقت منہمک رہنے والی مخلص وفعّال شخصیت، ملک کی متحرک وبے مثال تنظیم جمعیۃ علماء کی آبرو، مسلک دیوبند کے سرباز محافظ، فرقِ ضالہ کے لئے شمشیر برہنہ، رہبر شریعت وطریقت، مفسر قرآن، قدآور عالم دین، خادمِ قوم وملت حضرت اقدس مفتی عبدالمغنی مظاہری رحمہ اللہ اس دنیائے فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کر گئے اور اپنے پیچھے سینکڑوں متعلقین ومحبین کو غم زدہ وسوگوار چھوڑ گئے۔

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی
تم جیسے گئے ایسے بھی جاتا نہیں کوئی

خاندانی پسِ منظر، ولادت:

حضرت مفتی صاحبؒ حیدرآباد دکن کے ایک مشہور علمی وروحانی خانوادے سے وابستہ تھے، آپؒ کے والد ماجد حضرت حافظ عبدالغنی صاحبؒ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے خاص تربیت یافتہ، معتمد علیہ اور مُجاز تھے، آپؒ کی والدۂ ماجدہ حضرت مولانا محمد ذکی قاسمی صاحبؒ کی صاحبزادی ہیں، جن کے والدین حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے عاشقِ صادق، نہایت متبع سنت وپابند دین تھے، ایسے پاکیزہ گھرانہ میں ۱۹۵۶ء میں حضرت مفتی صاحبؒ نے آنکھیں کھولیں۔

تعلیم وتربیت:

تعلیم وتعلم کی عمر کو پہونچے تو ابتدائی تعلیم کا آغاز مدرسہ فیض العلوم سعید آباد حیدرآباد سے ہوا، اسی مدرسہ سے آپؒ نے تکمیل حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی، تکمیل حفظ قرآن کے بعد حضرت محی السنۃؒ کے ہی مشورہ سے اگلی تعلیم کے لئے اشرف المدارس ہردوئی پہونچے، یہاں متوسطات کی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ عربیہ ہتھوڑا باندہ، بعدہٗ مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور کا رخ کیا، مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور میں اکابر علماء واساتذہ سے استفادہ کرتے ہوئے ۱۹۷۹ء میں درس نظامی کی تکمیل کی، پھر اسی درسگاہ سے ۱۹۸۰ء میں شعبۂ افتاء سے فراغت ہوئی۔

(خدماتِ دینیہ کا آغاز)

مدرسہ فیض العلوم:۔

رسمی تعلیمی سلسلہ سے فراغت کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی دینی اور علمی سرگرمیوں اور خدمتوں کا آغاز مدرسہ فیض العلوم سعید آباد حیدرآباد سے کیا، مدرسہ فیض العلوم میں ابتداً شعبۂ حفظ کی تدریس آپ سے متعلق رہی، بڑی جدوجہد اور محنت کے ساتھ آپؒ نے کلام اللہ شریف کی خدمت انجام دی، نظامِ تدریس کے اصول پر نہایت پابند ہونے کے ساتھ ساتھ طلباء عزیز پر بڑے رحیم وشفیق تھے، خاص طور پر نہ پڑھ سکنے والے طلباء پر خصوصی محنت فرماتے، اور انہیں مختلف انداز سے ہمت دلاتے، اس طرح آپؒ کے سہارا دینے اور ہمت وحوصلہ بڑھانے سے سینکڑوں طلباء بحمد اللہ تکمیل حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، ویسے اُس زمانے کے آپ سے پڑھنے والے ہزاروں شاگرد، طلباء کی تئیں آپؒ کی محبت وشفقت اور محنت وجانفشانی کے آج بھی شاہد ہیں، اور دل سے آپؒ کے لئے دعاء خیر کررہے ہیں، اثناء خدمت حضرت محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کا مختلف موقعوں پر مختلف جگہ تبادلہ کیا، جہاں بھی تشریف لے گئے مخلصانہ جدوجہد کے ساتھ کام میں لگے رہے؛ خاص طور پر اڈیشا جس جگہ تبادلہ ہوا وہ انتہائی بنجر علاقہ تھا، لیکن حضرت مفتی صاحبؒ نے زمانۂ شباب میں شہری زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کو قربان کرکے اُس علاقہ میں بے انتہاء محنت کی اور مدرسہ قائم کیا، جو الحمد للہ اب تک کارکرد ہے، جس سے بے حساب طلباء نے استفادہ کیا اور تاہنوز کررہے ہیں، یہ واقعہ جہاں آپؒ کی دینی خدمت کے سلسلہ میں جذبۂ خلوص کی علامت ہے وہیں حضرت ہردوئیؒ کے ساتھ سچے عشق ومحبت کی دلیل بھی ہے، بہ ہر حال کچھ عرصہ بعد پھر آپؒ کا تبادلہ مدرسہ فیض العلوم حیدرآباد میں ہوگیا، اور حسبِ سابق آپؒ مفوضہ خدمات میں مشغول ہوگئے۔

مدرسہ فیض العلوم میں تدریسی خدمت کے علاوہ مختلف مواقع پر انتظامی امور بھی آپؒ کے سپرد رہے، چنانچہ دو مرتبہ نائب ناظم کے عہدہ پر فائز رہے، جس قدر بھی مدرسہ فیض العلوم میں آپؒ کا وقت گذرا، آپؒ حضرت محی السنۃؒ کے وفادار شاگرد اور سچے عاشق وجاں نثار کی حیثیت سے کام کرتے رہے، علاقہ میں مدرسہ کو ایک بافیض ادارہ بنانے اور اس کی بہتری وترقی کے لئے ہمیشہ مخلصانہ جدوجہد جاری رکھی اور آپؒ نے حُسنِ تدریس اور حُسنِ انتظام کے انمٹ نقوش چھوڑے۔

مجلس دعوۃ الحق سے وابستہ خدمات:

حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ کی قائم کردہ تنظیم مجلس دعوۃ الحق جس کے ناظم اعلیٰ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحبؒ ہوا کرتے تھے، جس کے کام کو حضرت محی السنۃؒ نے پورے ملک میں پھیلایا، اُس کے تحت آپؒ نے ملک کے چپے چپے میں مدارس ومکاتب اسلامیہ کا جال پھیلا رکھا تھا، حضرت مفتی صاحبؒ دعوۃ الحق کے کام اور اُس کے مشن سے بھی عرصہ دراز تک نہ صرف وابستہ رہے؛ بلکہ اس تنظیم کے ناظمِ اعلیٰ بھی رہے، جس وقت آپؒ مقامی مجلس دعوۃ الحق کے ناظم تھے تو اس کی سرگرمیاں عروج پر تھیں، اصلاحِ معاشرہ ونہی منکرات کے عنوان سے مہینہ میں ایک جلسہ مدرسہ فیض العلوم کی مسجد میں منعقد ہوتا تھا، ہر ماہ اس جلسہ کے بروقت اور کامیاب انعقاد کے لئے آپؒ کی بڑی تگ ودو رہتی تھی، متعینہ تاریخ سے کافی دن قبل تیاری شروع فرمادیتے، مساجد میں اعلانات ہوتے، اشتہار چسپاں کئے جاتے، اس طرح اس جلسہ سے سینکڑوں مرد وخواتین مستفید ہوتے، اس تحریک سے کتنے بندگانِ خدا کو منکرات وبدعات سے بچ کر سنت وشریعت کے مبارک راستہ پر چلنے کی توفیق ملی ہوگی، اس کا شمار کرنا مشکل ہے۔

مجلس دعوۃ الحق ہی کے زیر اہتمام مختلف مساجد میں درس قرآن اور محلہ محلہ گھروں میں خواتین کے لئے ہفتہ واری اصلاحی پروگرام بھی آپؒ کی سرگرمیوں کا حصہ تھا۔

مدرسہ سبیل الفلاح کا قیام:-

قلبِ شہر میں واقع محلہ" چھتہ بازار" میں ایک قدیم مسجد "مسجد عثمانیہ" کے نام سے ہے، اسی مسجد کے آپؒ تاحیات خطیب باکمال رہے، مسجد کے اطراف واکناف اہل بدعت وضلال کا غلبہ رہنے کے باوجود کمالِ حکمت ومصلحت سے مسجد کا نظام چلاتے رہے، اسی مسجد میں ہر سال پابندی کے ساتھ تراویح میں قرآن پاک سنانے کا بھی معمول تھا، اسی مسجد سے متصل مختصر سی عمارت میں آپؒ نے ۱۴۱۳ھ میں مدرسہ سبیل الفلاح کی بنیاد رکھی، ابتدائی درجہ حفظ وناظرہ کی تعلیم سے کام کا آغاز فرمایا، اسی مدرسہ میں اساتذہ ومعلّمین کے لئے تصحیحِ قرآن مجید کا

شعبہ قائم کیا، جس سے بے شمار مدرسین نے استفادہ کیا، اسی مدرسہ کے دفتر میں دارالافتاء کا قیام عمل میں لایا گیا، اس شعبہ سے از ابتدائے قیام تاہنوز بے حساب بندگانِ خدا نے فائدہ اٹھایا، زوجین کے باہمی تنازعات سے لے کر میراث وجائداد کی تقسیم کے مقدمات تک سب اسی جگہ حل اور فیصل ہوتے رہے، آج بھی یہ مدرسہ الحمدللہ باتجوید قرأت کلام پاک کے حوالہ سے شہر میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے، اور طلباء کی بڑی تعداد اُس سے تاہنوز مستفید ہورہی ہے۔

مدرسہ کی ذاتی زمین کے لئے جدوجہد اور خریداری:

چھتہ بازار میں قائم یہ مدرسہ مسجد کی عمارت میں کام کررہا تھا، جگہ بھی بہت مختصر تھی، طلباء کی بڑھتی تعداد اور دیگر شعبوں کے قیام کے تعلق سے حضرت مفتی صاحبؒ مدرسہ کے لئے ایک مستقل زمین کے لئے فکرمند ہوگئے، کافی جدوجہد کے بعد شہر سے متصل علاقہ بنڈلہ گوڑہ کی ایک زمین پر آپؒ کی نگاہ پڑی، آپؒ نے اُس زمین کو مدرسہ کے لئے خرید لینے کا فیصلہ فرمالیا، اُس وقت وہ علاقہ شہر سے علیحدہ رہنے کی وجہ سے ویران جنگل کے مانند تھا، متعلقین کو تعجب ہوتا تھا کہ اس علاقہ میں کیسے کام کرپائیں گے، دوسرے اتنی بڑی زمین کی خریداری کے لئے فراہمی سرمایہ کی کیا صورت ہو پائے گی، لیکن جس ذات کے نام پر آپؒ نے یہ قدم اٹھایا تھا اُس نے دست گیری کی، دیکھتے ہی دیکھتے قلیل عرصہ میں آپؒ نے زمین سے متعلق ساری رقم ادا کردی اور پھر وہ علاقہ بھی مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے اس طرح گنجان ہوگیا کہ اس وقت وہاں قطعۂ زمین کا حاصل کرنا بھی شاید ناممکن ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کے عزم وحوصلہ اور جوانمردی نے ایک بے آب وگیاہ اور ویران سرزمین کو علمی سرسبزی وشادابی سے آب دار روحانی انوارات سے منور کرگیا۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

اس زمین پر آپؒ نے مدرسہ کے لئے دو وسیع وعریض عمارتیں اور ایک خوب صورت و بلند ترین مسجد (جس کی تزئین کاری اور انوکھا پن حضرت مفتی صاحبؒ کے ذوقِ تعمیر کا جیتا جاگتا ثبوت ہے) کی تعمیر کرائی، اور یہ مدرسہ بھی بفضل الٰہی شعبۂ حفظ اور شعبۂ عالمیت کی تعلیم کے حوالہ سے ریاست کے ممتاز مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

ملی و دینی خدمات پر ایک طائرانہ نظر:

جمعیۃ علماء ہند! قارئین جانتے ہیں کہ جمعیۃ علماء ہند ملک کی وہ عظیم اور انقلابی تحریک ہے جس کی خدمات وقربانیوں کا ایک لامحدود سلسلہ ہے، آزادی ہند کی جدوجہد میں جس کا نمایاں کردار رہا ہے، اور یہ قوم وملت کے

لئے ایک مضبوط سہارا ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کی ہر موڑ پر راہنمائی و رہبری کے لئے اس جماعت نے ہمیشہ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سامنے رکھا، جس کی قیادت وسیادت ہمیشہ وارثین انبیاء علماء کرام کے ہاتھوں میں رہی، جس کا مرکزی دفتر دہلی میں ہوتا ہے، اُس کے تحت پورے ملک کے طول وعرض میں ذیلی شاخیں کام کرتی ہیں، ہماری ریاست میں بھی جمعیۃ کا قیام عرصہ دراز سے ہے، تاہم اس کی خدمات اور کارنامے لوگوں کے درمیان متعارف نہیں تھے، لیکن جب سٹی جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کا قیام عمل میں آیا، اور اُس کے پہلے صدر حضرت مفتی صاحبؒ منتخب کئے گئے تو آپؒ نے اس کے کام اور کاز کو اپنے رفقاء وتلامذہ کے ساتھ اس طرح اُجاگر اور روشن کیا کہ سب کے سامنے اس عظیم تحریک کا تعارف ہوا، اور سٹی کے ذریعہ ریاستی جمعیۃ کا حلقۂ اثر وسیع ہوا، سٹی جمعیۃ علماء کے بینر تلے آپؒ نے علاقہ کی مختلف ضروریات کے مدنظر بے نظیر تاریخی کارنامے انجام دئے، جس کی ایک مستقل تاریخ ہے؛ مثلاً:۔

۱) شہر حیدرآباد میں اہل تشیع کی جانب سے ماہ محرم میں صحابہ کرامؓ پر تبرّا اور افتراء پردازی کا سلسلہ بڑھتا جارہا تھا، جس نے حضرت مفتی صاحبؒ کو بے چین و بے قرار کردیا، آپؒ نے طئے کرلیا کہ ہم بھی حق وفاءِ صحابہ کو ادا کرتے ہوئے اسی مہینہ میں صحابہ کرامؓ کی عظمت ورفعت کے زمزمے بلند کریں گے، چنانچہ آپؒ نے ماہِ محرم ہی میں سٹی جمعیۃ علماء کے تحت ''عظمتِ صحابہؓ واہل بیت اطہارؓ'' کے عنوان سے جلسوں کا آغاز فرمایا، اور ریاست کے چپے چپے تک اس آواز کو پہونچایا، حتی کہ (آپؒ کی جرأت ایمانی وغیرت حُبِّ صحابہؓ) اہل تشیع کے علاقوں میں بھی عظمت صحابہؓ کی گونج ہوئی۔

تیرہ وتار فضاؤں سے گذر جاتا تھا
نگہ ودل میں لئے نور سحر جاتا تھا
روشنی پھیلتی جاتی تھی جدھر جاتا تھا

۲) اسی طرح شہر میں اہل بدعت کی جانب سے نعتیہ مشاعرے منعقد ہوتے تھے، شعر وشاعری کا ذوق رکھنے والے مسلمان بڑی تعداد میں اُس میں شرکت کرتے تھے، ان مشاعروں میں نہ شاعر سیرت وسنت سے آشنا ہوتے اور نہ اُن کے اشعار توحید وسنت کا رنگ لئے ہوتے

کیوں آہ میں کچھ تاثیر نہیں
کیا عشق کا دل میں تیر نہیں
خود ہی نہیں جو نور ان کے سینوں میں
منبر سے وہ کیا برسائیں گے

حضرت مفتی صاحبؒ اس حوالہ سے بھی متفکر ہوئے کہ عوام الناس کے اس ذوق کا رخ حق اور اہل حق کی طرف کس طرح پھیرا جائے، تو آپؒ نے سٹی جمعیۃ علماء ہی کے تحت ماہ ربیع الاول میں پورے ملک سے متبع سنت ومتشرع شاعروں کو مدعو کیا اور انہیں شرعی حدود وقیود میں اپنے جذباتِ دل وواردات قلب کو پیش کرنے کا موقع فراہم کیا، پھر ایسی نورانی محفلیں منعقد ہوئیں کہ کتنے لوگ ان مشاعروں سے سیرت وسنت کے اسباق اور عشق و محبت کے کتنے انوارات حاصل کئے ہوں اللہ ہی جانتا ہے۔

علاوہ ازیں کئی ایک سیاسی سماجی اور ملّی مسائل میں امت مسلمہ کی راہنمائی کا فریضہ آپؒ نے سٹی جمعیۃ العلماء کے پلیٹ فارم سے انجام دیا۔

تحفظِ ختم نبوت:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن بلند اور ممتاز مقامات اور خصائص سے نوازا، اُن میں ایک اہم ترین واعلیٰ خصوصیت ختم نبوت ہے، جو دراصل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز ہے، اس عظیم ترین اعزاز واکرام پر ابتدائے اسلام ہی سے کچھ بدنصیبوں اور بدبختوں نے حملے کرنا شروع کر دیئے، اور ہر زمانہ کے سچے عشاقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا قلع قمع کیا، ہمارے ملک میں اس بدنصیبی وبدبختی کا حصہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ لگا، اور اس ملعون نے دعوائے نبوت کر کے تاجِ ختم نبوت پر حملہ کیا، اُسی وقت سے علماء کرام نے اس کا تعاقب کیا لیکن انگریزوں کی حمایت وتائید اور اُن کے مالی تعاون ونصرت نے اس گمراہ وناپاک تحریک کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع دیا، پھر ضلالت وگمراہی کی یہ مسموم وبا ملک بھر میں پھیل گئی اور ملک کے غریب وناخواندہ ہی نہیں؛ بلکہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد اس سے متأثر ہو کر مرتد ہونے لگی، علماء دیوبند اس فتنۂ ارتداد کے مقابلہ کے لئے میدانِ عمل میں اتر آئے، اور اس کام کو پورے ملک میں پھیلانے اور ترقی دینے کے لئے دارالعلوم دیوبند میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے باضابطہ ایک شعبہ قائم کیا، اور پھر اُس کی شاخیں ملک بھر میں قائم ہوئیں، ہماری ریاست (متحدہ تلنگانہ وآندھرا) میں بھی یہ کام دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی نگرانی میں باقاعدہ شروع ہوا، اس تحریک کے نائب صدر کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحبؒ کی ذاتِ گرامی کا ہی انتخاب ہوا، اس حوالہ سے آپؒ پورے علاقہ میں قادیانیوں کی ناپاک سرگرمیوں سے باخبر رہتے، ہر شہر گاؤں قریہ پہونچتے، ارتداد سے متأثر لوگوں کو بڑی حکمت ومصلحت اور دردمندی سے سمجھاتے اور انہیں دولتِ اسلام سے مشرف فرماتے، پھر ایسے علاقہ کے لوگوں کی (دین ودنیا دونوں کے تئیں) برابر فکر رکھتے۔

الغرض! تاجِ ختم نبوت کی حفاظت کا کام بھی اللہ پاک نے حضرت مفتی صاحبؒ سے خوب لیا، اللہ کرے

حضرت مفتی صاحبؒ کی یہ سرفروشانہ خدمات رضائے رب ومحبوب رب ﷺ کا وسیلہ بنے۔آمین

یہ تو حضرت مفتی صاحبؒ کی اُن خدمات جلیلہ کا مختصر سا بیان ہے کہ جن میں آپؒ کے شب وروز صرف ہوئے تھے، باقی دیگر ملّی ورفاہی تنظیموں سے وابستگی، کئی مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی، ہزاروں مکاتب دینیہ کی نگرانی ،فرقِ ضالہ وباطلہ کے رد کے سلسلہ میں جانفشانی ،شہر میں دینی محافل ومجالس میں بحیثیت مقرر واعظ حاضری اور بوقت تقاضہ علاقہ بھر میں اسفار کی کثرت کے حوالہ سے بھی حضرت مفتی صاحبؒ کی نمایاں بلکہ مخلصانہ کاوشیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپؒ کی زندگی تحریک وعمل سے عبارت تھی کہ دنیا میں ایسی ہستیاں خال خال ہی ملیں گیں۔

آئے گا کون راہ دکھانے کے واسطے
سینہ میں آرزو کو جگانے کے واسطے
اٹھے گا کون سوز بڑھانے کے واسطے
اک شمع جاں گداز جلانے کے واسطے

فرق باطلہ کا تعاقب:

حق کے ساتھ باطل کی معرکہ آرائی روز اول سے جاری ہے،انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں بکثرت یہ بات نظر آتی ہے کہ اُن کی حیاتِ مبارکہ کا زیادہ تر حصہ احقاق حق وابطال باطل میں گذرا،اس سلسلہ میں اُنہیں جان ومال سے لے کر عزت وآبرو تک ہر چیز کو قربان کرنا پڑا، ورثۃ الانبیاء ہونے کے ناطہ حضرات علماء کرام کے فرائض منصبی میں ایک اہم ترین فریضہ فرق باطلہ کا رد بھی رہا ہے،حضرت مفتی صاحبؒ اپنی تمام تر دینی وعلمی سرگرمیوں کے ساتھ شہر میں موجود فرق ضالہ اور اُن کی تبلیغی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھتے ،اور اُن کے مقابلہ کے لئے ہمیشہ متحرک رہتے ،اور اہل اسلام کے سامنے اُن کے باطل نظریات وافکار کا برملا اظہار فرماتے، پھر اُن کے سامنے حق کا احقاق بڑے مؤثر انداز میں کرتے ،اس طرح آپؒ کی محنتوں نے بے شمار لوگوں کو الحاد وارتداد کے فتنوں سے بچالیا، اب وہ ماشاء اللہ اہل سنت کے عقائد اور توحید ورسالت کے صحیح اسلامی عقیدہ پر پوری پختگی کے ساتھ قائم ہیں۔

اوصاف وکمالات:

تفہیم کا نرالا انداز؛ علامہ یوسف بنوریؒ کے حوالہ سے یہ بات کہیں پڑھنے کو ملی تھی کہ حق بات، حق نیت، کے ساتھ حق طریقہ سے کہی جائے تو بہر صورت مؤثر ہوتی ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کو اللہ پاک نے عوام الناس

میں گفتگو کرنے کا ایسا حکیمانہ انداز عطا فرمایا تھا کہ علماء میں اس کی نظیر کم دیکھنے کو ملی، خطابات میں عام فہم اندازِ بیان جس سے جاہل سے جاہل ان پڑھ کو بات سمجھ میں آجائے، باہمی نزاعات میں فریقین کے مابین اس طرح منصفانہ اور حکیمانہ گفتگو کرتے کہ برسوں کی نفرتیں محبتوں میں اور دیرینہ دوریاں خوشگوار تعلقات میں تبدیل ہوجاتیں، یوں نتیجۃً آپؒ کی خداداد فہم وبصیرت اور کمالِ تحمل وبردباری نے ہزاروں اجڑتے خاندانوں کو اُجڑنے اور تباہ ہونے سے بچالیا۔

یہ طرز خاص ہے کوئی کہاں سے لائے گا
جو ہم کہیں گے کسی سے کہانہ جائے گا

اہلِ قرابت کے حقوق کا خیال:

اسلامی تعلیمات کا ایک اہم شعبہ معاشرت ہے، حضرت مفتی صاحبؒ اس سلسلہ میں بھی بڑے فکر منداور متیقظ رہتے تھے، کسی کے بیمار ہونے اطلاع ملتی توفوراحرکت میں آجاتے، مناسب مشورے دیتے، اور پوری راہبری فرماتے، اوراگر حالت قابل فکر ہوتی توازخودتشریف لاتے؛ متعلقین سے فرماتے کہ فلاں دواخانہ لے جاؤ، میں بھی پہونچ رہا ہوں، ایسے نازک وقتوں میں ہم نے ہمیشہ آپؒ کوسب سے آگے آگے ہی دیکھا، کسی جگہ ہو، ہاسپٹیل پہونچتے، ڈاکٹرس سے بات کرتے، سارے معاملہ کی یکسوئی کے بعد ہی تشریف لے جاتے، اس کے علاوہ خاندان میں کسی کے پریشان ہونے کی خبر ملتی توضرورفکرفرماتے، خاندانی یاازدواجی تعلقات میں کہیں ناہمواری ہوتی تو بلاکر سمجھا بجھا کر صلح فرماتے، اخیر زمانۂ عمر میں بھی (جب کہ آپؒ خود کافی علیل تھے) اپنے بعض رشتہ داروں کے بارے میں میں نے بہت فکرمند دیکھا، مسرّت وخوشی کا موقعہ ہو یا حزن وغم کا ہرحال میں برابر شریکِ معاملہ رہتے، بہرحال گمبھیر اور مشکل مسائل میں حضرت مفتی صاحبؒ کا سراپا وجود ہم اہل خاندان کے لئے یقیناً ایک شجرۂ سایہ دار، اورعزم وہمت کے لئے سہارا اور آسرا تھا۔

منکرات پر برملا نکیر:

اللہ پاک نے امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا فریضہ بھی عائدکیا، عموماً امر بالمعروف کا کام آسان ہوتا ہے، لیکن نہی عن المنکر کے لئے علمی پختگی اور مسلکی تصلب کے ساتھ جرأت ایمانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے، حضرت محی السنہؒ کی زندگی بھر کا جہاد بھی یہی تھا، حضرت مفتی صاحبؒ آپ ہی کے تربیت یافتہ اور زیر سایہ پروردہ تھے، حضرت مفتی صاحبؒ کے اندر حضرت محی السنہؒ کے دردوسوز کا ہم نے بار بار مشاہدہ کیا، خوشی وغمی کی تقریبات سے لے کر زندگی کے عام معاملات میں غیر اسلامی رسومات (جو مسلمانوں کے معاشرہ میں پھیلی ہوتیں) اُس پر

آپؒ کی نظر ہوتی ،اور جہاں موقعہ ملتا ضرور نکیر فرماتے ،اور رسم کے مقابلہ میں سنت کی اہمیت بڑے اچھے انداز میں سمجھاتے ،اوراس معاملہ میں سنت وشریعت کے بالمقابل راہ ورسم اور شخصیت وحیثیت کی کوئی وقعت آپؒ کی نظر میں نہ ہوتی تھی۔

معاملات کی صفائی:

اسلامی تعلیمات کا ایک اہم ترین شعبہ معاملات کا ہے،یعنی مالی لین دین میں مسلمان کومحتاط اوردیانت دار رہنا چاہئے ،اور یہ کام بدون خوف خدا کے ممکن نہیں ہے،حضرت مفتی صاحبؒ چونکہ ایک زمانہ تک خود بھی مدرسہ کے بانی وناظم کی حیثیت سے رہے ہیں تو مدرسہ کے آمد وصرف کے حسابات پر کڑی نظر رکھتے ،اور براہ راست اس کی نگرانی کی کوشش فرماتے ، ۱۴۴۲ھ کا یہ رمضان جوحضرت مفتی صاحبؒ کی حیاتِ مستعار کا آخری رمضان تھا،اورآپؒ علالت کی شدت کی وجہ سے گھر پر ہی قیام فرماتے تھے،لیکن متعدد دفعہ جب راقم بغرض عیادت گھر پہونچا تو دیکھا کہ حضرت مفتی صاحبؒ مدرسہ کے محاسب کے ساتھ مکمل طور پر دفتری کام میں مصروف ہیں ،حساب وکتاب کے رجسٹر اور رسائد موجود ہیں،حیرت ہوتی تھی کہ صحیح طریقہ سے جس بندہ کو بیٹھا بھی نہیں جاتا وہ اتنے نازک کام کواپنی نگرانی ہی میں اپنے قلم سے انجام دے رہا ہے،مدرسہ کے مالی معاملات میں ان کی احتیاط وامانت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی مجاہدہ کافی ہے،اسی رمضان میں ایک دفعہ ظہر کے بعد حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ:سردی کی وجہ سے وضوتو کرنہیں سکتا،تیمم کے لئے بھی مشکل ہورہی ہے،میں نے کہا ایک اینٹ لاکر رکھ دیتا ہوں،تاکہ آپؒ بستر پر ہی بیٹھے بیٹھے تیمّم فرمالیں،کہا کہ مجھے اس سے الرجی ہوتی ہے،اُس کے بجائے آپؒ ایسا کریں کہ مدرسہ سے ایک ٹائلس لے آئیں تو اس سے تیمم میں راحت رہے گی ،اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اُس کے پیسے بھی مدرسہ میں جمع کرادینا،میں نے ہاں کرلی ،اور پھر عصر کے بعد مدرسہ کے ذمہ دار سے پوچھ کر ایک ٹائلس جوخالی رکھی تھی لے لی ،اور حضرت مفتی صاحبؒ کے گھر پہونچا،دیکھا تو بہت خوش ہوئے ،لے کر اپنے پاس قریب رکھ لیا،پھر کہا کہ اس کے پیسے جمع کرادینا،اُس کے بعد اگلے دن حاضر ہوا تو پوچھنے لگے کہ مدرسہ میں پیسے جمع کرادیا،میں نے کہا آپ بےفکر رہیں،میں جمع کرادوں گا،میرے پاس خود بھی رسید ہے،کچھ دن کے بعد پھر پوچھا،میں نے اطمینان دلایا کہ جمع کرادیا،پوچھا کتنے؟ میں نے رقم بتلائی،تب مطمئن ہوئے ، مالی معاملات میں اُن کے احتیاط ودیانت کی یہ ایک ادنیٰ سی مثال ہےجس میں ہم چھوٹوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

بیعت واسترشاد:

شریعت وطریقت کے تلازم،علم ومطالعہ میں وسعت وتعمق کے ساتھ ساتھ راہِ خدا میں ترقی کی فکر کا اہتمام

ہمارے علماء اہل حق اور علماء دیوبند کا امتیاز رہا ہے، ظاہر ہے کہ اس کے لئے مرشد کامل کی نگرانی اور اُس کی رہبری کی ضرورت ہے، اس سلسلہ میں ابتدا ہی سے حضرت مفتی صاحبؒ کو محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئیؒ جیسے شیخ کامل کی تربیت نصیب ہوئی، حضرت مفتی صاحبؒ حضرت محی السنہؒ کے عاشق صادق تھے، پوری زندگی حضرت محی السنہؒ ہی سے وابستہ رہے، حضرت محی السنہؒ نے اعتماد فرماتے ہوئے آپؒ کو اپنا مجازِ صحبت بھی بنایا، حضرت محی السنہؒ کی رحلت کے بعد حضرت ہی کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ پرنام بٹی سے رجوع ہوئے، اور سلوک کی منزلیں طئے کرتے رہے، تا آنکہ حضرت پرنامبٹی نے بھی آپؒ کو اجازت وخلافت سے نوازا، اس کے علاوہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحبؒ اور حضرت مولانا بلال صاحب مدظلہ العالی سے بھی آپؒ کو اجازت وخلافت حاصل تھی، اکابر ملت کا یہ اعتماد آپؒ کی روشن ضمیری اور صدقِ مقالی کی علامت ہے۔

سماجی خدمات کا جذبہ:

یہ اور ان جیسے بے شمار خصوصیات وکمالات کے ساتھ ساتھ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق رفاہی وسماجی خدمت انجام دینے کا بے پناہ جذبہ بھی آپؒ کے اندر پنہاں تھا، ملتِ اسلامیہ پر کوئی بھی آفت آتی (خواہ زمینی ہو یا آسمانی) حضرت مفتی صاحبؒ پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ میدانِ عمل میں اُتر جاتے، قومی حمیّت اور ملّی غیرت نے آپؒ کو مشکل حالات میں ہمیشہ قیادت وسیادت کے مقام پر ہی دیکھا، اس معاملہ میں آپؒ کی بےلوث خدمات کا کوئی بھی علم وخبر رکھنے والا شخص انکار نہیں کرسکتا، یہی وجہ ہے کہ قوم وملت کا یہ مخلص وبےلوث خادم ان ہی نوع بہ نوع خدمات میں مصروف تھا کہ کرونا وائرس کی وبا نے دنیا میں اودھم مچائی، تا آں کہ اس مہلک وبا سے ہمارا ملک بھی متأثر ہوا، لوگوں میں خوف ودہشت کا عالم برپا تھا، اپنے اپنوں کے لئے بیگانے ہوگئے تھے، مدارسِ اسلامیہ اور دیگر تمام مراکز دینیہ کی سرگرمیاں معطل تھیں، لوگ سارے کام کاج چھوڑ کر اپنی حفاظت کے لئے خانہ نشیں ہو گئے تھے، سینکڑوں نہیں ہزاروں کے تعداد میں لوگ بالخصوص دیندار طبقہ بےروزگار ہوگیا تھا، یہاں تک کہ بیشتر گھرانوں میں فاقہ کشی کی نوبت بھی آنے لگی تھی، ان ناگفتہ بہ حالات میں حضرت مفتی صاحبؒ اپنے مدرسہ ہی میں قیام پذیر رہے، مدرسہ کی براہ راست نگرانی کے ساتھ ساتھ غریب وبےسہارا اور تنگ معاش لوگوں کی فکر کرتے رہے، اور اس سلسلہ میں ہر ممکن کوشش سے دریغ نہیں فرمایا، آپؒ کی مخلصانہ فکروں سے مجبور وفاقہ کش لوگوں کے گھروں میں چولہے جلے، اِدھر ان کے گذر بسر کا انتظام ہوا۔

پھر لاک ڈاؤن کے صبر آزما حالات سے لوگ سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ حیدرآباد کا علاقہ سیلاب کی شدید

صورت حال سے دو چار ہوا، شہروں کے شہر خاص کر سلم علاقے زیر آب ہو گئے، ہزاروں جانیں تلف ہوئیں، بے شمار املاک ضائع ہوئے، اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کے لوگ بھی نہ صرف بے گھر بلکہ دوسروں کے دستِ نگر بن گئے۔

الغرض! ان بد سے بدتر حالات میں حضرت مفتی صاحبؒ کی ایمانی قوت اور انسانی ہمدردی جوش میں آ گئی، اور آپؒ نے ابتدا ہی سے بساط بھر ریلیف کے کاموں کا آغاز فرما دیا، انسانیت نوازی اور خدمتِ خلق کے عظیم کام کا آغاز اس طرح فرمایا کہ اپنے مدرسہ میں کھانا بنوا کر اپنی نگرانی میں اس کے پیاکٹس بنوا کر سیلاب سے متأثر علاقوں میں روانہ فرمایا، پھر اہل خیر واصحاب ثروت نے توجہ کی اور دل کھول کر تعاون پیش کیا، تو آپؒ کی تحریک اور اُن کے تعاون نے بے شمار گھروں کو آباد کیا، بے روزگاروں کو معاش سے وابستہ فرمایا، اہل علم ودین کے لئے اُن کی اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کے ساتھ تعاون ونُصرت کی شکلیں بنائیں، اس طرح آپؒ کی فراست و بصیرت نے جہاں اُن کی حیثیتِ عرفی کو مجروح ہونے نہیں دیا وہیں اُنہیں دینی خدمات میں یکسوئی کے ساتھ منہمک ہونے کا موقع فراہم کیا۔

مختصر یہ کہ آپؒ اس طرح کی ہر اجتماعی مصیبت وآفت کے وقت بساط بھر کوششوں سے دریغ نہیں فرماتے۔

مرض الوفات اور وفات:

سیلاب کی اس تباہ کن صورتحال میں ریلیف کے کاموں میں شبانہ روز مصروف تھے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کو کھانسی کا عارضہ لاحق ہوا، خاص طور پر جب گفتگو کرتے تو زیادہ تکلیف رہتی، لیکن اس ابتدائی مرض میں بھی آرام کا نام ونشان نہ تھا، اسی حالت میں پروگراموں، اسفار، اور دیگر ملی ورفاہی کاموں کا سلسلہ برابر جاری رہا، علاج معالجہ کا بھی اہتمام رہا، لیکن مرض مسلسل روز افزوں تھا، موجودہ حالات میں اس بیماری کے ساتھ لوگوں میں رہنا چونکہ ایک مشکل امر تھا، اس لئے رمضان سے کچھ دن قبل گھر پر ہی قیام پذیر ہو گئے، اور یہیں سے اپنے سارے کام انجام دیتے رہے، رمضان کا مہینہ شروع ہونے کو تھا تو حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے روزے اور تراویح کی فکر ستانے لگی، روزہ تو ایسی عبادت ہے کہ کوئی بھی مسلمان بلا عذر چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا، لیکن نماز تراویح کی امامت حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی بھر کا معمول تھا، اس کو لے کر بڑے فکر مند تھے، پہلے دن کی تراویح سے فارغ ہو کر میں حضرت مفتی صاحبؒ کے گھر بغرضِ عیادت پہونچا، تو پہلے ہی سے خالِ محترم حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ تشریف فرما تھے، میں دعاءِ عیادت پڑھ کر حضرت مفتی صاحبؒ کے بالکل بازو

بیٹھ گیا، قدرے توقف کے بعد بڑے درد وافسوس کے ساتھ فرمانے لگے کہ شعور آنے کے بعد سے یہ پہلا رمضان ہے کہ ہماری تراویح کا ناغہ ہورہا ہے، حضرت مولانا عبدالقوی صاحب مدظلہ نے سن کر فوراً فرمایا: فکر کی کوئی بات نہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس سب کچھ لکھا جارہا ہے، پھر اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا: من نام عن حزبه من الليل او عن شيئ منه فقرأه ما بين صلاة الفجر و صلاة الظهر، كتب له كانما قرأه من الليل یہ سن کر حضرت مفتی صاحبؒ نے مسکراتے ہوئے حضرت مولانا عبدالقوی صاحب مدظلۂ کی طرف دیکھا اور خاموش ہوگئے۔

بہرحال! رمضان کا مہینہ (جوکبھی دن ورات دینی سرگرمیوں میں صرف ہوتا تھا) کھانسی کی شدت کے ساتھ گذرا، لیکن پھر بھی صحت کافی حد تک غنیمت تھی، رمضان کے بعد علاج ومعالجہ کے لئے ماہر ڈاکٹرس سے رجوع ہوئے، اور دوسری تدبیر بھی اختیار کی گئیں، لیکن گذرتے وقت کے ساتھ ضعف وکمزوری میں بڑی تیزی سے اضافہ ہورہا تھا، اُسی کے نتیجہ میں گفتگو کرنے میں دشواری ہونے لگی، بات کرتو سکتے تھے، لیکن الفاظ صاف طریقہ سے ادا نہیں ہو پاتے تھے، یہ مرض بڑھتا ہی چلا گیا تا آنکہ بات بھی پوری طرح بند ہوگئی، اشارے ہی سے خدام ضروریات سمجھتے، پس یہی صورتحال آخر وقت تک رہی، اس پورے عرصہ بیماری میں کبھی صحت کے بحال ہونے اور روبہ عافیت ہونے سے دل خوش ہوتا اور کبھی اس قدر طبیعت بگڑتی تھی کہ مایوسی ہوجاتی، بیماری کے اس پورے عرصے میں اہل خانہ کے علاوہ خالِ محترم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلۂ پوری فکر واہتمام کے ساتھ علاج وصحت کی کوشش کرتے رہے، کوئی بھی تدبیر وسبب جو مفید صحت ہوسکتا تھا اُس سے دریغ نہیں فرمایا، لیکن اِن سب کے باوجود بہ تقدیر الٰہی ۱۸؍ اگست ۲۰۲۱ء، ۹؍ محرم الحرام ۱۴۴۳ شب چہارشنبہ بوقت ۳؍ بجے رات حضرت مفتی صاحبؒ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انا لله وانا اليه راجعون، اللّٰهم اغفر له وارحمه واعف عنه وادخله الجنة۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقالِ پُرملال کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کے تمام تر کاموں اور ذمہ داریوں کا بوجھ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلۂ کے کاندھوں پر ہے، حضرت مولانا مدظلۂ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اِن سب ذمہ داریوں کو بہ حسن وخوبی انجام دینے کے لئے اپنی بساط بھر کوششیں بھی شروع فرمادیں۔

اللہ پاک حضرت مولانا مدظلۂ کو بھرپور صحت وعافیت کے ساتھ درازیٔ عمر نصیب فرمائے اور تائید غیبی سے آپؒ کی تمام تر سرگرمیوں میں نصرت اور کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین

آہ میرے والد!

زندگی کی ساری رنگ و بہار آپ ہی کے دم سے تھی

از: مفتی عبدالرحمن محمد میاں قاسمی

فرزند حضرت مفتی صاحبؒ

یہ دنیا فنا کے داغ سے داغدار ہے، ہر جی کو موت کا مزہ چکھنا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان دنیا میں جتنی لمبی زندگی گزار لے بلا آخر ایک دن راہی عدم تو ہونا ہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ کسی اپنوں کی بیماری، تکلیف اور موت پر دکھ فطری بات ہے اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے کئی موقعوں پر رنجیدہ و مغموم ہونا ثابت ہے، مشہور صحابی سعد بن عبادہؓ سخت بیمار تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، بیماری کی شدت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں نم ہوگئیں آپ روئے، ساتھ ہی صحابہؓ بھی رونے لگے، پھر فرمایا: آنسو اور غم میں کوئی حرج نہیں ہے، عذاب اس زبان کی وجہ سے ہوتا ہے، خیالات اور الفاظ جتنے بھی بامعنیٰ اور مؤثر کیوں نہ ہو، والد محترم کی جدائی کا غم، قلم کی گرفت میں نہیں آسکتا، اور درد دل کی وضاحت ناممکن ہوجاتی ہے۔

قبلہ گاہ، ابو جی، والد، بابا اور جس نام سے بھی یاد کیا جائے تو ایک ایسی شخصیت کا روپ، اور تصویر سامنے آتی ہے جو اپنی اولاد کے لئے شفقت پیار، اور تحفظ کی سب سے بڑی علامت ہے، باپ اولاد کی تربیت سے کبھی غافل نہیں ہوسکتا، باپ اللہ کی ایک عظیم ترین نعمت ہے، خوش نصیب اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں یہ عظیم نعمت میسر ہے، باپ ایک سایہ دار درخت ہے، جس کے سایہ میں بچے شرور وفتن سے محفوظ رہتے ہیں، ہر غم اور ہر ستم سے آزاد ہوتے ہیں، باپ کے وجود پر ایک طرح کا حوصلہ ہوتا ہے۔

مجھ کو چھاؤں میں رکھا خود جلتا رہا دھوپ میں
میں نے دیکھا ہے ایک فرشتہ باپ کے روپ میں

اُف خدایا! آج سے چند دن قبل 8/محرم الحرام 1443ھ مطابق 18 اگست 2021 بروز چہارشنبہ قریب پونے تین بجے صبح میں عظیم سائے، اور اہم ترین نعمت سے محروم ہوگیا۔ جب مجھ عاجز کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا، پاؤں تلے زمین نکل گئی، یہ وہ رات تھی جب میرے والد محترم اس فانی دنیا سے رخصت فرما کر مالک حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون

کہہ رہی ہے نوع انسانی سے یہ صبح ازل
باپ کے رشتے کا کوئی بھی نہیں نعم البدل

وہ زندگی جہاں بہاریں ہی بہاریں تھی، وہاں ایک ایسی خزاں نے ڈھیر ڈالا کہ خوشیاں ہمیشہ کے لئے روٹھ گئی۔ انسان اپنی زندگی میں وہ دن کبھی نہیں بھول سکتا جب کوئی محبت کرنے والا اور قریبی زندگی سے جدا ہوجائے، والد کا رشتہ ماں کے بعد تمام انسانی رشتوں میں مقدس اور اعلیٰ اور قریبی رشتہ سمجھا جاتا ہے، باپ ایک ایسا درخت ہے جو آگ اور دھوپ کو خود برداشت کرتا ہے، لیکن اپنی اولاد کو سخت ترین گرمیوں میں بھی ٹھنڈک اور راحت فراہم کرتا ہے، میرے والد ماجد کا شمار بھی ایسے ہی بلند، باہمت، اور عظیم ہستیوں میں ہوتا تھا جنہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک اولاد کی تربیت، اہل خاندان کی سرپرستی، قوم وملت کی خدمت، مدارس کی نگرانی، اصلاح معاشرہ کی فکریں اور مختلف تنظیموں اور تحریکو ں سے وابستہ ہوکر غریبوں بیواؤں اور ضرورت مندوں کی مدد اور خدمت کے لئے اپنے آپ کو گویا وقف کردیا تھا، میرے والد ماجد علیہ الرحمہ اپنی ۶۵ رسالہ عمر کا بڑا حصہ قوم وملت کی ترقی فلاح وبہبود، قومی، ملی، مذہبی کاموں میں گزار دیئے، تعلیمی فراغت سے لیکر وفات تک مسلسل مصروف عمل رہے۔

ذیل میں والد ماجدؒ کی کچھ خصوصیات اور عمدہ صفات کا ذکر ہے جو ہم سب کے لئے قابل عمل ہے۔

۱) حضرت والد ماجد کی ذات گرامی کو اللہ جل شانہٗ نے ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت بنادیا تھا جسے جامع المحاسن سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، شرافت ونجابت، تقویٰ وطہارت جیسی صفات اللہ نے آپ میں سمودی تھی۔

۲) میرے والد ماجد کا ایک خاص وصف جرات وبے باکی تھی، جسے حق سمجھتے تھے اسے برسرعام دوٹوک انداز میں بیان کرتے تھے، اور اس معاملے میں دوسروں کا بھی ساتھ دیتے تھے، والد صاحب کے یہاں دین کے معاملہ میں کوئی مداہنت نہیں تھی، دین وشریعت اور قوم وملت کا مفاد جہاں نظر آتا بلا خوف لومۃ لائم چلے جاتے تھے، دل صاف تھا، ذاتی منفعت سے کوسوں دور رہتے تھے، اس لئے ملی کاموں میں ہر جماعت اور مسلک کی دعوت پر لبیک کہتے تھے، جب کہ اُن سے فکری، مسلکی اختلاف رہتا تھا؛ لیکن اس کے باوجود اگر ملنے

میں، بات چیت کرنے میں قوم وملت کا کوئی مسئلہ حل ہوسکتا ہے تو فوری چلے جاتے تھے، جس کی وجہ سے بعض مرتبہ نافہم عوام وخواص کو تکلیف بھی ہوئی؛ لیکن والد ماجد کو اگر اس میں حق سمجھ میں آتا تو تائید ونصرت کے لئے پہونچ جاتے تھے۔

۳) والد ماجد کا ایک وصف سادگی اور انکساری تھی، والد صاحب کی زندگی میں تکلف وتصنع کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مزاج اور فطرت میں نظافت ونزاکت بھی تھی، عمدہ اور معیاری چیزوں کے استعمال کا بالکل بھی شوق نہیں تھا کپڑوں وغیرہ میں سادگی کو پسند کرتے تھے، مزاجاً کھانے پینے کا بھی شوق بہت کم تھا، ہاں ابتداء سے وقت پر کھانے اور تازہ غذاؤں کے استعمال کا اہتمام کرتے تھے البتہ زندگی کے آخری چند سال بہت مشقتوں اور قربانیوں کے ساتھ گزارے خاص طور سے کھانے پینے کی فکر اور اس کا اہتمام بالکل ہی ختم ہوگیا تھا، مختلف مصروفیات کی وجہ سے وقت پر کھانے کا نظام بھی متاثر رہا جو مل جائے، جتنا مل جائے، جس وقت مل جائے کھا لیتے تھے، بلکہ دیکھنے والوں نے یہ بھی بتایا کہ جب کسی سفر سے واپس مدرسہ تشریف لاتے عموماً رات میں واپسی ہوتی تھی تو مطبخ میں جو کچھ مل جاتا ٹھنڈا ہی سہی کھا لیتے اور اگر کچھ نہ ملے تو بسکٹ پانی پر اکتفا کر لیتے تھے۔

۴) حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ دینی معاملات میں بڑے پابند تھے، پاکی وصفائی کا بہت خیال رکھتے تھے، نمازیں صف اول میں ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے، مدرسہ میں حساب کتاب کے معاملہ میں بھی بہت چوکنا رہتے تھے، بے جا اور فضول خرچیوں سے حتیٰ الامکان احتیاط کرتے تھے، اپنے ماتحت اداروں میں ضرورت کے بقدر ہی مالیہ کا ستعمال کرتے تھے، اپنے لئے بھی کوئی معیاری دفتر اور عمدہ سہولتوں کی بالکل خواہش نہیں تھی بلکہ حال حال تک بھی بنیادی سہولتوں اور ابتدائی ضرورتوں سے بھی عاری تھا جس کا اظہار دیکھنے والوں نے بھی کیا خاص طور سے حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند نے بھی ایک دو مرتبہ قیام کر کے انہی احساسات کا اظہار کیا، مدرسہ سے تنخواہ اور اجرات کے معاملہ میں بہت محتاط تھے ابتداء میں چونکہ مدرسہ کا دعوۃ الحق سے الحاق تھا اور حضرت محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ ناظم تھے، تو اس وقت میرے والد ماجدؒ نائب ناظم تھے حضرت شاہ صاحب نے دس ہزار روپیئے تنخواہ مقرر فرمائی تھی، اور دو ہزار روپیئے گھر کے لئے (چونکہ فیض العلوم سے نکلنے کے بعد والد صاحب نے اپنے لئے ایک مکان قرض لے کر تعمیر کر لیا تھا تو حضرت ہردوئیؒ نے ہر ماہ اس قرض کی ادائیگی کے لئے دو ہزار روپیئے الگ سے طئے کئے تھے) اس حساب سے جملہ بارہ ہزار روپیئے مشاہرہ تھا لیکن پھر جب دعوۃ الحق سے الحاق ختم ہوا اور والد ماجد مدرسہ کے ناظم بن گئے تو سابقہ مشاہرہ (جس کو حضرت والا ہردوئی نے

طئے کیا تھا) علیٰ حالہ باقی رکھا اور وصال تک بھی یہی مشاہرہ رہا، حالانکہ اساتذہ اکرام وعملہ عظام کے مشاہرات میں سالانہ ترقی ہوتی لیکن اپنے لئے کوئی ترقی نہیں، اسی مشاہرہ پر زندگی بھر خدمات انجام دیتے رہے، وصال کے بعد جب حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہٗ نے (جن کو میرے والد نے اپنی زندگی ہی میں مدرسہ کی مکمل ذمہ داری سونپ دی تھی اور با اختیار قائم مقام ناظم بنادیا تھا) جب رجسٹرات کا جائزہ لیا اور حساب وکتاب کا معائنہ کیا تو منشی صاحب نے بتایا کہ مدرسہ حضرت مفتی صاحب کو رقم باقی ہے، کیونکہ کئی ماہ سے حضرت مفتی صاحب نے اپنا مشاہرہ نہیں لیا خاص طور سے لاک ڈاؤن کے ایام میں، یہ کہہ کر نہیں لیتے تھے کہ پہلے اساتذہ وغیرہ کی تنخواہیں نکل جائے، اور بیماری کے آخری ایام میں مسلسل چھ ماہ گھر پر ہی تھے، اس دوران بھی مشاہرہ نہیں لیا، محاسب صاحب نے اصرار کیا تو کہا کہ میں مدرسہ ہی نہیں آرہا ہوں تو مشاہرہ کیسے لوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ گھر پر رہ کر بھی مدرسہ کا کام کر رہیں ہے، مدرسہ کی فکریں کر رہیں ہے تو تنخواہ بھی لینا چاہیئے، بہر حال! محاسب صاحب کے اصرار پر نصف مشاہرہ لینے پر رضامند ہوئے صرف رضامندی کا اظہار کیا لیا وہ بھی نہیں، وفات سے دو ماہ قبل مدرسہ کے اراکین ٹرسٹ کے سامنے جب یہ بات آئی کہ حضرت مفتی صاحب مشاہرہ نہیں لے رہے ہیں اور لینا طئے بھی کیا ہے تو نصف مشاہرہ طئے کیا ہے، تو اراکین نے متفقہ طور پر حضرت مفتی صاحب سے یہ کہا کہ صحت کے زمانہ میں آپ نے پوری زندگی مدرسہ میں گزار دی حتیٰ کہ لاک ڈاؤن میں بھی جب سب لوگ گھروں میں تھے آپ اس وقت بھی صحت اور کھانے پینے کی پرواہ کئے بغیر مدرسہ میں پڑے رہے، پھر کیا بیماری کے زمانہ میں مدرسہ آپ کی اتنی رعایت نہیں کرسکتا، اس لئے سب نے متفقہ طور پر بہ اصرار یہ کہا کہ آپ پوری تنخواہ حاصل کریں، اس کا بھی فیصلہ ہوا لیکن لیا یہ بھی نہیں۔

۵) میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ کسی نہ کسی کام میں اپنے آپ کو ہمہ تن مصروف رکھتے تھے، ہم نے اپنی زندگی میں کبھی ان کو خالی، فارغ اور فرصت میں نہیں دیکھا ان کا مزاج ہی نہیں تھا کہ خالی اور فارغ رہے حتیٰ کہ اگر کوئی کام کی شکل سامنے نہ ہوتی تو نئی نئی شکلیں بنا کے اس میں مصروف رہتے تھے، اپنے گھر کی شادی بیاہ کی تقریبات اور خوشی کے مواقع پر بہت کم اور ضرورت کے حد تک ہی شریک رہتے تھے، عیدین کے موقعہ پر بھی یہی حال رہتا تھا، عید کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی والدہ محترمہ کے گھر تشریف لاتے وہیں ساتھ میں کھانا کھاتے، پھر اپنے گھر آتے اور یہاں کچھ وقت بچوں کے ساتھ گزار کے فوری مدرسہ پہونچ جاتے تھے اور وہیں آنے والے متعلقین وغیرہ سے ملاقات کرتے اور یوں عید کے دن کا اکثر حصہ بھی مدرسہ میں ہی گزرتا تھا، ہمارے عم محترم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی

صاحب فارغ ہو کے آنے کے بعد سے بیمار ہونے تک مسلسل راحت و آرام کی پرواہ کئے بغیر دینی، ملی، قومی، رفاہی، سماجی کاموں میں مصروف رہے بلکہ طالب علمی کے زمانہ میں بھی جب چھٹیوں میں گھر تشریف لاتے تھے تو رمضان میں تراویح سنانے کے لئے دوسرے علاقوں کو جانا پڑتا تھا، جہاں جاتے تھے وہاں کے لوگوں سے تعلق قائم کر کے ان کے بچوں کو مدرسہ فیض العلوم میں شریک کروایا اس طرح تھوڑی سی محنت اور توجہ کے نتیجہ میں آج کئی علاقوں میں ان کی وجہ سے علماء اور حفاظ کی ایک بڑی تعداد تیار ہوئی اور اپنے اپنے علاقوں میں اللہ پاک ان حضرات سے اپنے دین کی بڑی خدمات لے رہا ہے۔

۶) حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ مزاجاً، صاف دل وصاف گو رہنے کی وجہ سے بڑوں میں بڑے اور چھوٹوں میں چھوٹے اور بچوں میں بچے بن کر رہتے تھے جس کی بنا پر بڑے چھوٹے سب بے تکلف ان سے اپنی بات کرتے اور رائے مشورے لینے میں بغیر تکلف ان کے پاس حاضر ہو جاتے، کوئی رائے مشورہ لینے آتا تو اس کو پورے اہتمام کے ساتھ وقت دیتے اور بہتر سے بہتر مشورہ دینے کی کوشش کرتے تھے، نوجون علماء کرام کی ہمیشہ ہمت افزائی کیا کرتے تھے قوم وملت کے کاموں میں ان کی ذہن سازی کر کے ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، کوئی بھی عامی یا نوجوان عالم اپنے اندر بڑے جذبات اور اونچے عزائم لے کر آتا تو پوری توجہ سے اس کو سنتے تھے، اگر وہ کام نامناسب ہوتا تب بھی اس کے سامنے نفی یا نکیر کر کے اس کو پست ہمت نہیں کرتے تھے، بلکہ حکمت اور مصلحت سے اس کو کوئی دوسرا مشورہ دے کر آگے بڑھانے کی کوشش کرتے تھے۔

۷) میرے والد ماجد علیہ الرحمہ کے اندر قوت فیصلہ اور رائے مشوروں میں اللہ نے بلا کی تاثیر رکھی تھے، ان کے اندر عمدہ فیصلے کرنے اور درست رائے مشورہ دینے کی خداداد صلاحیت تھی جب بھی کوئی رائے مشورہ لینے آتا تو حالات، مزاج، اور شخصیت کو سامنے رکھ کر اس کے عین مطابق رائے مشورہ دینے کی کوشش کرتے، کئی ایک مدارس کے سرپرست تھے، اور وہاں کے بڑے بڑے مسائل کو بہت آسانی کے ساتھ حل کر دیا کرتے تھے کئی تنظیموں اور تحریکوں سے بھی وابستہ تھے اور اس کے اجلاسوں میں پورے اہتمام سے شریک ہوتے تھے اور اپنی رائے مشورے سے اس کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے تھے، خاص طور سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے اجلاسوں اور پرگراموں میں پورے اہتمام اور جوش جذبہ کے ساتھ شرکت کرتے تھے پوری زندگی تحفظ ختم نبوت کے کام کو اپنے تمام کاموں سے مقدم رکھتے، اس عنوان سے جہاں جانا پڑا بلا خوف وخطر گئے جیسا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار حضرات کہتے ہیں کہ ''ہم نے حضرت مفتی صاحب سے اس کام کے لئے جب بھی وقت

مانگا آپ نے کبھی انکار نہیں کیا، اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ قادیانیوں کی بعض شرارتوں کی وجہ سے اکثر دیہاتوں اور گاؤں کو اچانک جانا پڑتا تھا ایسے اچانک موقعوں پر بھی حضرت مفتی صاحب ہماری گزارش پر تیار ہوجاتے تھے، اگران کی کوئی دوسری مصروفیت رہتی تب بھی اس کو آگے پیچھے کر کے اس کام کے لئے وقت نکالتے تھے" والد صاحب کے اسی جذبے اور اس کام کی فکر اور جہد مسلسل کی وجہ سے ذمہ داران مجلس تحفظ ختم نبوت نے یہ اعتراف کیا ہے کہ جماعت کو حضرت مفتی صاحب نے جو تعاون اور وقت دیا ہے اتنا کوئی اور نہیں دیا، یہ محض اللہ پاک کا فضل ہے کہ اس نے والد ماجد سے تحفظ ختم نبوت جیسا اہم کام لیا، ہماری ریاست میں اس کام کے سب سے پہلے محرک حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ابتداء میں والد صاحب ہی رہے ہیں، اور تحفظ ختم نبوت کا کام اور اس کی سرگرمیوں کو ریاست بھر میں بہت پہلے ہی شروع کر دیا تھا پھر بعد میں باضابطہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے ذریعہ سے کام کو مزید پھیلایا گیا۔

۸) حیدرآباد میں جمعیۃ علماء کا تعارف اور اس کا استحکام والد ماجد علیہ الرحمہ کا ایک اہم کارنامہ ہے جو آب زر سے لکھا جانے کے قابل ہے جب سے جمعیۃ سے وابستہ ہوئے اسی وقت سے مسلسل اسی فکروں میں رہا کرتے تھے کہ کس طرح جمعیۃ کے کام کو مضبوط کیا جائے چناں چہ دیکھتے دیکھتے شہر کے چپہ چپہ میں جمعیۃ کی شاخوں کو قائم کیا، گلی گلی جمعیۃ کا پرچم لہرادیا، اور اس کے ذریعہ سے مختلف دینی، رفاہی خدمات انجام دیتے رہے، خاص طور سے عظمت صحابہؓ کی مہم کو جس انداز میں چلایا وہ واقعی قابل تعریف خدمت ہے، جس وقت یہ مہم شروع کی جارہی تھی اس وقت غیر تو غیر اپنے بھی مخالفت کررہیں تھے اور کہنے والوں نے یہاں تک بھی کہا تھا کہ مفتی صاحب بغیر کسی ظاہری طاقت کے بہت بڑی ہمت کا کام شروع کررہیں ہے، جو کہ موجودہ حالات اور ماحول میں مناسب نہیں ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب نے اللہ کا نام لیکر اس کام کو شروع کیا اور شہر کے کونے کونے میں عظمت صحابہؓ کے جلسے کروائے جن فضاؤں میں صحابہؓ کے دشمن ان کی تنقیص کرتے تھے ان کی برائیاں بیان کرتے تھے انہی فضاؤں میں صحابہؓ کی عظمت اور تقدس کو بیان کیا جانے لگا، پھر ہمتیں بڑھتی گئی، ایمان کو جلا ملتی گئی، اور دیکھتے دیکھتے اس مہم کے اثرات ظاہر ہونے لگے اور اہل ایمان کی رگوں میں صحابہؓ کی عظمت اور ان کی محبت کا خون مزید دوڑنے لگا، اور روافض کے حلقوں میں ایک ہلچل اور کہرام پیدا ہوگیا، جس کا اظہار ان بدبختوں نے بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کے ذریعہ سے کیا، پھر بعد میں جو حالات پیدا ہوئے اس سے ان کی بوکھلاہٹ مزید آشکار ہوگئی، اسی طرح لاک ڈاؤن میں اور سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں میرے والد نے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات انجام دیں جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

۹) حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ گزشتہ تیس پینتیس سال سے دار القضاء والافتاء سے بھی وابستہ تھے، شخصی طور پر دلچسپی سے اس کام کو انجام دیتے تھے پھر بعد میں جمعیۃ علماء سے وابستہ ہونے کے بعد اس کام کو محکمہ شرعیہ سے جوڑ دیا تھا، سینکڑوں مسائل انہوں نے حل کئے، اللہ پاک نے ایسی صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ بعض گنجلک اور نا قابل حل اختلافات اور پیچیدہ مسائل کو چٹکیوں میں حل کر دیا کرتے تھے، زیادہ تر جو مسائل آتے تھے ان میں زوجین کے درمیان نزاعات، خاندانی مسائل، میراث کے جھگڑے وغیرہ ہم نے دیکھا کہ آنے والے فریقین میں مختلف قسم کے جذبات واحساسات، مزاجوں میں سختی، دین سے دوری، جہالت کی وجہ سے ادب واحترام سے عاری لوگ مجلس میں آتے تھے، فیصلہ سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے یا اپنے حق میں نہ ہونے کی وجہ سے بعض مرتبہ سخت جملے سننا پڑتا تھا، بعض مرتبہ گالیاں بھی سننی پڑیں؛ لیکن والد ماجد پورے صبر واستقامت سے ان کے مسائل کو سنتے تھے ان کے ساتھ گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے 6 / 8 گھنٹے اس طرح کی مجلسوں میں بیٹھتے تھے درمیان میں کہیں جانا ہوتا کسی پروگرام میں تو کاروائی شروع کرا کے جاتے تھے پھر واپس آکر اس میں شریک ہوجاتے تھے، والد صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ ہر اختلاف باہمی رضامندی سے حل ہوجائے خاص طور سے زوجین کے درمیان حتیٰ الامکان جوڑنے کی کوشش کرتے تھے، بعض مرتبہ زوجین اور ان کے افراد خاندان علاحدگی کا فیصلہ کر کے آتے تھے لیکن والد صاحب کی حکمت عملی، اور ذہن سازی کی وجہ سے یہ رشتے دوبارہ قائم ہوجاتے تھے، سخت اختلافات کے ساتھ آتے تھے، لیکن راضی بہ رضا خوشی خوشی واپس ہوتے تھے، اس طرح کئی رشتے ٹوٹنے سے بچ گئے اور آج الحمد اللہ ایک آباد خاندان کی شکل میں مصروف زندگی ہے، اسی طرح وراثت کے مسائل میں بھی کئی خواندانوں کو جو میراث کے قائل نہیں تھے یا حق میراث دبائے ہوئے تھے اور اپنوں کو محروم کئے ہوئے تھے، ایسے لوگوں کو بھی والد ماجد نے اپنی فراست سے وراثت کے مسائل پر عمل کروایا، اور یہ لوگ راضی بہ رضا اپنی جائیدادوں کو شرعی طریقہ پر تقسیم کیا، اس کام کے تعلق سے ہمیشہ فکرمند رہتے تھے کہ لوگ اپنے عائلی مسائل شرعی دار القضاؤں میں حل کروائیں، اس کام کے تعلق سے والد ماجد کی فکروں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے ابھی بیماری کے ایام میں کمزوری کا یہ عالم تھا کہ بغیر سہارے نہ اٹھنا آتا تھا نہ چلنا اور بات چیت بند تھی، اشارات وکنایات سے کام لیا کرتے تھے ایسے وقت میں ایک فریقین کو گھر بلا کر ایک مقدمہ حل کروایا۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء

۱۰) میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن سے بڑی محبت اور دلچسپی تھی، کتاب اللہ سے جذباتی عقیدت ومحبت رکھتے تھے، جید حافظ قرآن تھے، انداز تلاوت بڑا دلکش اور پر اثر تھا ہر سال پابندی کے ساتھ تراویح میں

قرآن سنانے کا معمول تھا غالباً حافظ بننے کے بعد سے ہر سال اس کا اہتمام رہا، البتہ زندگی کے آخری رمضان میں بیماری اورضعف کی وجہ سے نہیں سنا پائے جس کا افسوس وفات تک رہا، اس آخری رمضان میں تراویح تو نہیں سنا سکے البتہ اپنے ایک خاص شاگرد رشید مولانا قاری عبدالباری صاحب استاذ ادارہ اشرف العلوم کی تلاوت سے پورے قرآن کی سماعت فرمائی ،قرآن کی خدمت کا اس قدر شوق تھا کہ مدرسہ میں روزانہ اپنے دفتر میں طلباء کو بلا کران کا سبق یا پارہ سبق سننے اوراسی طرح امتحان وغیر کی مصروفیت میں رہتے تھے، آخری وقت بیماری کی وجہ سے مستقل گھر پر ہی تھے تو گھر کے بچوں کو قرآن پڑھانے ، سننے کا معمول تھا، خاص طور سے اپنے بھتیجے عزیزم عبدالغنی طلحہ ابن حافظ عبدالمحصی کلیم صاحب جواس وقت حفظ کررہیں ہے اُنہیں بلا بلا کر قرآن سنتے تھے۔

۱۱) میرے والد ماجد کے جملہ اوصاف میں سب سے اعلیٰ اور پسندیدہ صفت جو ہم سب کے لئے بے حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ اپنے دل میں کسی سے کوئی میل بغض کینہ کپٹ نہیں رکھتے تھے حالانکہ مزاج میں تیزی غالب تھی ،اکثر غصہ جلد آجاتا تھا، بعض مرتبہ انتظامی امور میں اپنے ماتحتوں کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کر دیا کرتے تھے، خلاف مزاج یا خلاف اصول کوئی کام ہوجاتا تھا تو فوری غصہ کا اظہار فرمادیتے تھے، لیکن پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کے ساتھ اکرام واعزاز کا معاملہ بھی کردیتے تھے خود سے بات چیت کر کے مسئلے کو ختم کردیتے تھے بڑے تو بڑے اگر وہ ادنیٰ طالب علم بھی ہوتا تو اسکے ساتھ بھی یہی کرتے تھے فوری معاملہ ختم کر کے اس کے ساتھ محبت کا اظہار کردیتے تھے، یقیناً یہ اہم خوبی سب کے لئے نمونہ ہے۔

۱۲) میرے والد ماجد رحمۃ اللہ کے ایصال ثواب کے لئے جہاں ان کے بے شمار تلامذہ، محبین متعلقین ہیں وہیں ان کا اپنا قائم کردہ ادارہ مدرسہ سبیل الفلاح بھی ہے، جس کو انہوں نے شبانہ روز محنتوں پر خلوص قربانیوں کے ذریعہ سے قائم کیا، اس مدرسہ کی ترقی اور کامیابی کے لئے گویا پوری زندگی کھپادی تھی اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا پروگراموں اوراسفار کے علاوہ مستقل آپ مدرسہ ہی میں قیام فرماتے تھے،ضرورت کے حدتک مدرسہ سے جاتے پھرفوری مدرسہ آجاتے تھے اسی انتھک محنتوں اور قربانیوں کے صدقہ میں اللہ نے بہت کم وقت میں اس ادارہ کو خوب ترقیوں سے نوازے ابتداء میں اس کا قیام مسجد عثمانیہ لکڑ کوٹ میں ہوا، معیاری تعلیم وتربیت کی وجہ سے الحمد اللہ ایک بڑی تعداد طلباء کی رجوع ہونے لگی ،جگہ کی ناکافی کی وجہ سے والد محترم نے چندرائن گٹہ بنڈلہ گوڑہ میں ایک زمین خریدی، جس وقت زمین لی جارہی تھی وہ علاقہ شہر سے دوراور غیر آباد تھا لوگوں نے کہا بھی تھا کہ اتنی سنسان اور غیر آباد جگہ پر کیسے کام کریں گے، لیکن والد کی دوراندیشی کہئے یا کرامت کہ وہی جگہ دیکھتے دیکھتے ایک گنجان آبادی کی شکل اختیار کرگئی اور۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۱۳۸ پر)

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی مظاہریؒ

حیات وخدمات

کاوش قلم: قاضی حافظ شیخ محمد شبیر فیضیؔ

جنرل سکریٹری دینی تعلیمی بورڈ گریٹر حیدرآباد

راقم الحروف جس وقت مدرسہ فیض العلوم میں داخل ہوئے، سن ۱۹۹۱ء میں حضرت مفتی صاحبؒ احقر کے درجۂ حفظ کے استاد تھے، اور مدرسہ فیض العلوم (سعید آباد) کے صدر مدرس بھی تھے، مدرسہ فیض العلوم کے تعلیمی امور مفتی صاحبؒ ہی کی زیر نگرانی انجام پاتے تھے، اس وقت مدرسہ میں حفظ کے ۳ر شعبے تھے، مگر سب سے مقبول درجہ آپؒ ہی کا تھا، چونکہ آپ کا انداز تدریس نہایت مشفقانہ ومحبانہ تھا، طلبہ کے اسباق، آموختہ وغیرہ کا ازخود حساب رکھتے تھے، باضابطہ خود ہی روز نامچہ اندراج کرتے، اور جو طلبہ ذہین ہوتے ان پر بھی خصوصی توجہ رکھتے، الحمدللہ آج ہزاروں کی تعداد میں آپؒ کے شاگرد چہار دانگِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں، جن میں بہت سے بڑے علماء کرام بھی سرفہرست ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی یہی شفقت ومحبت عاجز کو بھی میسر تھی اور اسی دوران آپؒ سے اچھی شناسائی بھی ہوگئی تھی، جمعرات اور اتوار کو ہونے والے ہفتہ واری بیانات میں مفتی صاحب کی بھی تقریریں ہوا کرتی تھیں، اس عاجز کو مفتی صاحب سے املاء نویسی ومشق کتابت، رجسٹر کی کتابت جیسی خدمتوں کا بھی موقع بھی ملا۔

مدرسہ سبیل الفلاح کا قیام

۱۹۹۳ء میں حضرت مفتی صاحبؒ نے مدرسہ سبیل الفلاح کا قیام عمل میں لایا، پہلے مدرسہ کا نام ''مدرسۃ الفلاح لتحفیظ القرآن الکریم'' تھا، چھتہ بازار کی مسجد کے صحن میں اس مدرسہ کا آغاز ہوا تھا، بعد میں ۱۹۹۶ء میں مدرسہ سبیل الفلاح کے نام سے دارالاقامہ کا قیام عمل میں لایا گیا، ۱۹۹۷ء میں مجلس دعوۃ الحق سے ملحق کیا گیا، اور آپ کا تبادلہ مدرسہ فیض العلوم سے مدرسہ سبیل الفلاح لکڑ کوٹ چھتہ بازار ہوگیا، چونکہ مدرسہ کرائے کی عمارت میں تھا، تو مدرسہ کے لیے زمین کی خریدی کے لیے تگ ودو کرتے رہے، ۲۰۰۰ء میں بنڈلہ گوڑہ کے علاقے میں

تین ہزار گز کی جگہ مدرسہ کے لیے خریدی گئی، اور مدرسہ میں مسجد محی السنہ کے نام سے شاندار مسجد تعمیر کی، اور یہ بھی مفتی صاحبؒ کا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ تین ماہ کی قلیل مدت میں اس وقت بڑے ہمت وحوصلہ کے ساتھ 15 لاکھ روپے کی ایک بڑی رقم زمین کی خریدی کے لیے شہر حیدرآباد میں رہتے ہوئے آپ نے جمع کی، ان دنوں مفتی صاحبؒ دن ورات مدرسہ کے تعاون کے سلسلہ میں بڑے فکرمند رہتے تھے، اسی دوران آپؒ نے مدرسہ میں ہی تقریباً دو ماہ تک قیام کیا تھا۔

دارالافتاء والقضا کی خدمت

جس وقت مفتی صاحب فارغ ہوکر آئے تھے اس وقت مدرسہ فیض العلوم میں کوئی مفتی نہیں تھے، اسی وقت سے مفتی صاحبؒ مسلمانوں کے خانگی مسائل کو حل کرتے تھے، جب مدرسہ سبیل الفلاح قائم ہوا تو وہاں پر بھی آپ نے اس سلسلے کو باقی رکھا، شہر اور اضلاع کے لوگ مفتی صاحبؒ کے پاس فتاویٰ ارسال کرتے تھے، جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کے معاون کی حیثیت سے حضرت مفتی لقمان صاحب تعلیمی (استاذ حدیث ادارہ اشرف العلوم) نے تقریباً ۲۴ رسال خدمت انجام دی اور بدستور اب بھی دارالافتاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں، شہر حیدرآباد کے کئی معزز خاندان ایسے ہیں جن کے درمیان صلح صفائی کروا کے مفتی صاحبؒ نے آپسی ناچاقیوں کا خاتمہ کردیا تھا۔

فریضۂ حج کے متعلق شعور بیداری

اس زمانے میں لوگ آج کی طرح کثرت سے لاکھوں کی تعداد میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے نہیں جایا کرتے تھے، اس وقت عوام میں حج کی فرضیت کے متعلق شعور بیدار کرانے، اور دلچسپی دلانے کے لیے، مدرسہ فیض العلوم اور مسجد معراج میں جلسے کروا کر عوام الناس تک اس پیغام کو پہنچاتے تھے۔

مفتی صاحبؒ کے سفر حج

مفتی صاحبؒ نے اپنی زندگی میں تین حج ادا کیے:

۱) 1993 میں پہلا حج ادا کیا۔ ۲) 2002 میں دوسرا حج ادا کیا۔ ۳) 2018 میں تیسرا اور آخری حج آپ نے ادا کیا۔

عمرہ کے آپ نے متعدد سفر فرمائے، تقریباً ایک ایک ماہ قیام ہوتا، اور رمضان المبارک بھی آپ نے حرمین شریفین میں گزارے ہیں۔

عوام وخواص سے ملاقات

مفتی صاحبؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ ہر کسی کو ایک نظر سے دیکھتے، کسی کے ساتھ خصوصی یا عمومی معاملہ نہیں کرتے بلکہ میانہ روی اختیار کرتے، مفتی صاحبؒ ہر کسی کے لیے اپنا وقت فارغ کر دیتے تھے، جب چاہے کوئی بھی ملاقات کرسکتا تھا، جب چاہے کوئی بھی فون کرسکتا تھا، کوئی آپ کے یہاں آنا چاہتا، اگر کسی مصروفیت میں نہ ہوتے تو فوراً مفتی صاحبؒ ملاقات فرمالیتے تھے، آپ کی یہی سادگی بہت سارے لوگوں کو بے حد پسند تھی۔

مفتی صاحبؒ اور افراد سازی کی فکر

مفتی صاحبؒ کا سفر جب بھی کسی ادارہ یا مدرسہ کا ہوتا تو وہاں کے بچوں کو برکۃً کچھ پڑھا بھی دیتے، جن جن علاقوں میں مفتی صاحب کا جانا ہوتا مثلاً اڑیسہ، کاماریڈی وغیرہ تو وہاں سے بچوں کو شہر لاکر فیض العلوم میں داخلہ دلواتے، اور آپ نے ۳۰؍سال تک وقار آباد اننت گری میں تراویح پڑھائی تو وہاں کے بھی کئی بچوں کو مدرسہ فیض العلوم لاکر داخل کروایا، لکڑ کوٹ چھتہ بازار میں جب امامت کرتے تھے تو وہاں کے بچوں کو بھی فیض العلوم میں لاکر پڑھائے، مفتی صاحبؒ کا ایک مشن تھا کہ مفتی صاحب جہاں جاتے تھے، جو بچے مل جاتے تھے، فیض العلوم میں شریک کرتے تھے، چنانچہ ایسے ہی آج سینکڑوں بچے موجود ہیں جو مفتی صاحب کی محنتوں اور شفقتوں کا ثمرہ ہے۔

مفتی صاحبؒ کا شاگردوں کے ساتھ برتاؤ

مفتی صاحبؒ اپنے شاگردوں سے اپنی اولاد کی طرح محبت کرتے تھے، مدرسہ فیض العلوم میں یہ نظام تھا کہ وہاں پر جن طلبہ کا حفظ ہوتا، ان کو دور دراز علاقوں میں تراویح کے لیے بھیجتے تھے، بندہ کا ۱۹۹۷ء میں حفظ مکمل ہوا تھا، احقر کو تراویح پڑھانے کے لیے بھینسہ سے بیس کیلومیٹر آگے ایک منڈل میں تراویح پڑھانے کے لیے بھیجا گیا، میرے ساتھ میرے ایک ساتھی تھے، ابرار اللہ غوری (نلگنڈہ)، دونوں کو بھیجا گیا بہت دور ہونے کی وجہ سے گاؤں والوں نے بہت اکرام کیا وہاں کے اکرام کو دیکھ کر مفتی صاحبؒ کو ہم نے خط لکھا، کہ آپ کے حکم پر میں یہاں آیا ہوں، میری اور گاؤں والوں کی خواہش ہے کہ تکمیل قرآن کے موقع پر آپ تشریف لائیں اور بیان کریں، چنانچہ مفتی صاحب بڑی ہمت کر کے اجلاس میں آمد پر راضی ہو گئے، بہرحال مفتی صاحبؒ اور حضرت مولانا خواجہ کلیم الدین صاحب مدظلہما دونوں حضرات حیدرآباد سے امیسیڈر کار میں بھینسہ تشریف لائے، پھر آپ حضرات کا خطاب ہوا، اور بھینسہ ہی کے مدرسے میں قیام فرما کر پھر حیدرآباد کے لئے واپس ہو گئے۔

مفتی صاحبؒ سے احقر کا تعلق

مفتی صاحبؒ سے احقر کا تعلق بہت قریبی تھا، میرے علاوہ مفتی صاحب کے مجھ سے پرانے اور نئے شاگرد بھی تھے، مفتی صاحبؒ کے پاس میں مستقل آتا جاتا رہتا تھا، کسی دن مفتی صاحبؒ سے اگر ملاقات نہ ہوتی تو مفتی صاحبؒ کا فون آجاتا کہ کیا بات ہے آپ نہیں آئے؟، سفر میں جانے سے پہلے مفتی صاحبؒ سے مل کر جاتا کہ فلاں جگہ جا رہا ہوں، واپسی پر سب سے پہلے مفتی صاحبؒ سے ملاقات کرتا تھا، مدرسہ کا کام ہو یا گھریلو کوئی بات ہو تو مفتی صاحبؒ مجھ سے بھی اس تعلق سے مشورہ کرتے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے، مجھے اپنی ذاتی مسئلوں اور دیگر باتوں میں بھی اپنی قیمتی و مفید مشوروں سے ضرور نوازتے، بہر حال مفتی صاحبؒ کی خورد نوازی تھا کہ مجھ سے مشورہ بھی کر لیتے تھے، مفتی صاحبؒ فرماتے تھے چاہے کسی سے محبت ہو یا نفرت، ہمیشہ درجۂ اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتے، چونکہ مفتی صاحب کا بھی یہی طرہ امتیاز تھا اور مفتی صاحب کا یہ عمل قابل تقلید بھی ہے۔

اکابرین ملت سے آپؒ کا تعلق

حضرت مفتی صاحبؒ کو اکابر علماء خصوصاً مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر سے بہت محبت تھی، ان حضرات سے آپ کے بے تکلف تعلقات تھے، اسی وجہ سے ان حضرات کے اسفار شہر حیدرآباد بھی ہوا کرتے تھے، اور اسی بہانے سے عوام الناس کے لئے استفادہ کی راہ ہموار ہو جایا کرتی تھی، بسا اوقات اگر کسی ضلع یا دیہات کا سفر پیش آجاتا تو ان حضرات کو ان کی قلت وقت کے باوجود منا لیتے اور اپنے ساتھ لے چلتے۔

شیعوں سے مفتی صاحبؒ کا بغض

شیعوں سے مفتی صاحبؒ کو بس اللہ کے لیے ہی نفرت تھی، چونکہ شیعوں کے علاقے یہ چھتہ بازار لکڑ کوٹ، نور خاں بازار، دبیر پورہ، دار الشفاء وغیرہ قریب ہی تھے، تو اس وقت مفتی صاحب جب اپنی اسکوٹر پر گھر سے آتے تھے تو، شیعوں کی بستی سے ہوتے ہوئے آتے تھے، تو بڑے بے چین اور بہت فکر مند رہتے تھے، کیونکہ یہاں کی فضاء اور ماحول صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین کی گستاخیوں سے پوری طرح مکدر ہو گئی تھی، صحابہؓ اور امہات المؤمنین کی گستاخی کی وجہ سے، تڑپ جاتے تھے کہ کچھ حل ہونا چاہیے، کچھ کرنا چاہیے۔

چنانچہ جس وقت ۲۰۰۷ء میں آپ سٹی جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد کے صدر بنائے گئے تو ۲۰۰۸ء کے پہلے ماہ محرم میں ہی مفتی صاحبؒ نے سٹی جمعیت کے تحت بہترین کام انجام دیئے، ۲۰۰۸ء جنوری کے مہینے میں عظمت صحابہؓ کے جلسوں کو منعقد کیا، اور اس وقت کا مرکزی جلسہ مغل پورہ پلے گراؤنڈ میں منعقد ہوا، دوسرا جلسہ

بھی وہیں منعقد ہوا، چنچل گوڑہ گراؤنڈ میں بھی کئی جلسے کئے، عیدگاہ بلالی ہا کی گراؤنڈ میں جلسوں کا سلسلہ جاری رکھا، پھر عظمت صحابہؓ و مدح صحابہؓ کے عنوان سے مشاعرے بھی کروائے، ان جلسوں کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے صحابہؓ کی محبت کو عام کیا جائے، اور فرقہ شیعیت سے متاثر افراد تک صحیح معلومات فراہم کی جاسکیں، اس سلسلے میں بھی مفتی صاحب کے بہت بڑے کارنامے رہے۔

ایک عظیم کارنامہ

حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی مسلسل جدو جہد سے بھر پور تھی، ہر طرح کے خدمات چاہے رفاہی ہو کہ سماجی، ملی ہو کہ دینی، ہر شعبہ میں پیش پیش رہا کرتے تھے، مجبور و پریشان لوگوں کے تعلق سے ہمیشہ فکرمند رہتے اور ان کی ہر ممکنہ مدد کرتے۔

آپؒ کی زندگی کے آخری ایام میں آپ کا عظیم کارنامہ یہ تھا کہ جس وقت پورا عالم کرونا وائرس کی لپیٹ میں جھلس رہا تھا، روزمرہ کے حالات و مشغولیات بند ہو کر رہ گئی تھیں، اور ہر طرح کے کاموں پر روک لگادی گئی تھی اور ایسا لاک ڈاؤن کا نفاذ کیا گیا کہ بلاوجہ اور بس ضرورتاً نکلنا بھی بہت دشوار ہوگیا تھا، اور ایسے حالات میں جو لوگ اپنے وطن سے دور، حصول تعلیم یا تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے، ملک گیر لاک ڈاؤن کے وجہ سے اپنی اپنی جگہوں پر پھنس کر ہی رہ گئے، خصوصاً آندھرا و تلنگانہ کے وہ طلبہ جو دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور وغیرہ میں پھنس کے رہ گئے تھے، اور ان طلباء کا اپنے گھروں کو صحیح سلامت پہنچنا بہت ناممکن تھا، ایسے موقعہ پر مفتی صاحبؒ چونکہ اپنی ریاست کے طلبہ کے لئے کافی فکرمند تھے اور ہر ممکنہ کوشش میں تھے کے طلبہ کے آنے کی کوئی شکل نکل آئے، بہرحال احباب اقتدار و اہل خیر حضرات سے مسلسل مشاورتوں اور محنتوں کے بعد طلبہ کے لئے اپنے وطن واپس آنے کی صورت نکال لی گئی، اس سلسلہ میں مسلم سیاسی قائدین دیگر فعال و متحرک حلقۂ جات جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد و اہل خیر حضرات کی جانب سے خصوصی مدد و تعاون کے ذریعہ یہ کام بحمداللہ پایہ تکمیل کو پہونچا، اور خدائے کریم کے شکر سے یہ طلبہ اپنے اپنے مقامات تک بخیر و عافیت پر پہنچ گئے۔

بہرحال حضرت مفتی صاحب کے حیات اور عظیم تر کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے، جن سب کا احاطہ کسی ایک مضمون کے تحت بالکل دشوار ہے، بالآخر خدائے عزوجل نے مفتی صاحبؒ کو اس دنیائے فانی سے نکال کر لافانی زندگی کی طرف منتقل فرمادیا۔

اللہ سے بس یہی دعا ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے خدمات کو قبول فرمائے، انہیں اجر عظیم عطا فرمائے، اور اپنے نیک و محبوب بندوں میں شامل فرمائے، آمین ثم آمین

کچھ یادیں کچھ باتیں

بروفات استاذ الاساتذہ حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب رحمہ اللہ

از: مولانا احمد عبدالباری سفیان
منتظم مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد

ہر مدرسہ میں اپنی اپنی کچھ اصطلاحات مدرسہ کے ذمہ داروں وغیرہ کے تعارف کے لئے ہوتی ہیں، ایسے ہی ہمارے بچپن میں مادرِ علمی مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم باقر باغ، سعید آباد، حیدرآباد میں مدرسہ کے کئی ذمہ دار حضرات ان ہی بعض ایسے الفاظ (عرفی ناموں) سے موسوم تھے۔

جیسے ناظم صاحب کہا جائے تو حضرت مولانا شاہ محمد ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور قاری صاحبؒ کہا جائے تو حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حاجی صاحب کہا جائے تو بانی مدرسہ حضرت حاجی عبدالستار صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور بڑے مولوی صاحب کہا جائے تو نائب ناظمِ مدرسہ حافظ محمد عبدالغنی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور چھوٹے مولوی صاحب کہا جائے تو جناب عبدالحمید صاحب سلاخ پوری نور اللہ مرقدہٗ اور نئے مولوی صاحب کہا جائے تو جناب اللطیف صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حافظ صاحب کہا جائے تو حضرت الاستاذ حافظ محمد اسحاق صاحب مدظلہ نائب ناظم مدرسہ ہذا، اور مولانا کہا جائے تو حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب شفاہ اللہ وعفاہ، اور مفتی صاحب کہا جائے تو وہ ہمارے بڑے مولوی صاحب (سابق نائب ناظم مدرسہ فیض العلوم اور سابقہ صدر معلمہ مدرسہ نسوان فیض العلوم) کے بڑے صاحب زادے میرے مشفق ومربی استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ ہی مراد لیے جاتے تھے۔

حضرت والا حضرت محی السنہؒ کے مجازِ صحبت اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد بلال حسین صاحب تھانوی مدظلہ اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ کے خلیفہ سینکڑوں افراد کے مصلح ومرشد اور سینکڑوں حفاظ وعلماء کے مشفق ومربی استاذ اور کئی مدارس ومکاتب کے نگراں وسرپرست، مدرسہ سبیل الفلاح

کے ناظم، مسجد عثمانیہ لکڑ کوٹ، چھتہ بازار کے خطیب، اور کئی مساجد کے مدرسِ قرآن وحدیث، جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد کے صدر، مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ و آندھرا کے نائب صدر تھے۔ ۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/اگست ۲۰۲۱ء بروز چہارشنبہ ۳/ بجے شب طویل علالت کے بعد دارِ فانی سے دار البقاء کی جانب رحلت فرماگئے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مرحوم اور دیگر تمام اوپر تحریر کردہ حضرات اکابر رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ نے اپنی زندگی کے ہر گوشے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو دل میں جگہ دے رکھی تھی اور اپنے جملہ اعمال سے اس کی اتباع کر کے دکھلایا جیسا کہ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پُتلے — نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر — انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے — انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں — پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں، تو جلوت کا مزہ آئے — اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے تمام دوستوں کو خصوصاً اہل علم دوستوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

الحمد للہ حضرت مفتی صاحبؒ کو بچپن سے خوب دیکھنے، سننے کا موقع ملا، مدرسہ فیض العلوم کے مکان میں قیام کے وقت ہمیں ان کا جوار نصیب ہوا، حضرت مفتی صاحبؒ ۱۹۸۰ء تا ۲۰۰۸ء جملہ ۲۸/سال اپنے پیر ومرشد حضرت محی السنہؒ کے زیر نگرانی و سرپرستی مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کے تحت اولاً مدرسہ فیض العلوم میں مدرس مقرر ہوئے، تحفیظ القرآن الکریم کے کامیاب مدرس تھے، اور اپنی انتظامی صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت والا کا اُڑیشا تبادلہ بھی ہوا اور پھر مدرسہ ہذا ہی میں بلوا لیے گئے اور مدرسہ ہذا کے صدر المدرسین اور اسی طرح معین نائب ناظم منتخب کئے گئے اور مدرسہ کی مسجد کے خطیب اور مدرسِ تفسیر القرآن الکریم بھی تھے، پھر مدرسہ فیض العلوم سے مدرسہ سبیل الفلاح بھی حضرت محی السنہؒ کے زمانہ میں تبادلہ ہوا، مجھے حضرت مفتی صاحبؒ کے زمانۂ صدر مدرسی میں مدرسہ ہذا میں ناظرہ قرآن مجید پڑھنے کا موقع ملا، اُس زمانے میں روزانہ ترانہ کے معمولات کرواتے تھے اور چھٹی سے قبل نماز کی عملی مشق اُس وقت کے تمام ہی اساتذہ کرام کی معاونت سے بڑی ہی دلجمعی کے ساتھ کرواتے تھے اُس وقت اور آج بھی بہت سے طلبہ کرام کے نام اُن کے والدین ایسے

رکھتے ہیں اور اُسی نام سے وہ مشہور بھی ہوجاتے تھے اور مشہور ہوتے ہیں جو اسلامی وشرعی اعتبار سے غیر موضوع اور نامناسب ہوتے تھے اور اس زمانہ میں بھی ایسا ہوتا ہے اُن طلبہ کے اولیاء وسرپرستوں کو توجہ دلا کر اُن کے ناموں کی اصلاح اکثر کرواتے تھے جیسے حضرت مفتی صاحبؒ مدرسہ ہذا کے قیام کے دوران مجھے ہمارے یہ تین ساتھیوں کے ناموں کی تبدیلی واصلاح کروانا بہت اچھا یاد ہے، ایک ساتھی جن کا نام سید عزیز تھا عزیز کے لفظ سے پہلے عبدیت کا ہونا ممدوح ہے حضرت مفتی صاحب نے اس نام کی اصلاح کرواکر سید عبدالعزیز اُن کا نام درست فرمادیئے تھے، ایک اور ساتھی جن کا نام فیروز خان تھا، فیروز نام فارسی زبان کا ہے اس لئے عربی زبان میں عبدیت سے جڑا ہوا اُن کا محمد عبدالعزیز خان تبدیل کروادیے تھے، ایک اور ہمارے ساتھ محمد خسرو کے نام سے جانے جاتے تھے اُن کا یہ نام بھی فارسی زبان میں ہے اِن کا نام بھی عبدیت سے جوڑ کر محمد عبداللہ طے کروادیئے تھے، نیز ان طلبہ کے سرپرستوں سے اس کی قانوناً اصلاح کے سلسلہ میں ترغیب دلواتے تھے۔

مدرسے کی خدمات کے ساتھ ساتھ مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد سے وابستگی لائق تقلید وتحسین ہے، ۱۴۱۴ھ م ۱۹۹۳ء سے قبل دعوۃ الحق کا کام حضرت محی السنہؒ کے خلیفہ حضرت علیم الدین ہاشمی صاحبؒ کی فکروں سے ہوتا تھا، اس کام کو مزید تقویت پہونچانے یکم ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹؍ستمبر ۱۹۹۳ء کو ۱۹؍ارکانِ عاملہ کو طے کیا گیا جس میں حسبِ سابق حضرت علیم الدین ہاشمی صاحبؒ کو ناظم برقرار رکھا گیا اور مفتی صاحبؒ کو نائب ناظم کی خدمات کے لئے ناظم صاحب نے منتخب کیا جن کی ارکان نے توثیق کی، اس طرح مفتی صاحبؒ دعوۃ الحق کی فکروں سے ایسے جڑے رہے اور اپنے رفقاء وارکان کے ساتھ دعوۃ الحق کے کام کو پروان چڑھاتے رہے اور حضرت محی السنہؒ کی دعاؤں اور توجہات کی برکت سے ماہِ نومبر ۱۹۹۳ء ماہانہ اجتماعِ عام (جلسہ اصلاحِ معاشرہ ونہی عن المنکرات) مسجد النور مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم میں ہر شمسی مہینہ کے آخری اتوار کو بعد نمازِ ظہر ہونا طئے پایا جو الحمدللہ اب تک استقامت کے ساتھ مدرسہ ہذا میں جاری ہے جس سے بفضلہٖ تعالیٰ عوام وخواص اور خواتین مستفید ہوتے رہتے ہیں اس اجتماع کا انعقاد اور اُس کا تسلسل بھی مذکورہ ۱۹؍ارکانِ عاملہ اور اُس وقت سے آج تک جملہ ارکان کے لئے باعثِ نجات اور باعثِ رفع درجات ہے۔

پھر ۱۸؍شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ م ۱۹؍ڈسمبر ۱۹۹۷ء بروز جمعہ بعد مغرب بصدارت حضرت محی السنہؒ مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد کے اراکین کی نشست منعقد ہوئی جس میں حضرت علیم الدین ہاشمیؒ کے ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے آنمحترم کی زیر سرپرستی اُن کی جگہ حضرت مفتی صاحبؒ کو ناظم اور نائب ناظم کی جگہ محترم حضرت سید سلیم اللہ غوری صاحب مدظلہ کو تجویز کیا گیا، اس طرح حضرت مفتی صاحبؒ ۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

م ۱۴؍نومبر ۱۹۹۹ء تک مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد کے ناظم رہے پھر ۱۵؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ م ۱۴؍اگست ۲۰۰۳ء کو حضرت مفتی صاحبؒ کو دوبارہ ناظم اور ۲؍نائبین حضرت مولانا احمد عبید الرحمٰن اطہر صاحب مدظلہٗ حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ تجویز کیا گیا، ۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۳ء حضرت مولانا احمد عبید الرحمٰن صاحب مدظلہٗ ناظم رہے، اور حضرت مفتی صاحبؒ رکنِ شوریٰ کی حیثیت سے اس کام سے جُڑے رہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ ماہِ اگست ۲۰۰۳ء تا مارچ ۲۰۰۸ء تک ناظم مقامی مجلس دعوۃ الحق رہے، ۲۰۰۸ء میں مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد سے مستعفی ہوگئے اور صدر سٹی جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد منتخب ہوئے، اور اس سے وابستگی اور تعلق کے کئی یادگار نقوش چھوڑ گئے جن میں سے خاص طور پر جلسہائے عظمتِ صحابہؓ واہلِ بیتِ اطہار کا محلہ واری سطح پر انعقاد ہے جس کے ذریعہ صحابہؓ کی شان وعظمت کے الحمد للہ گھر گھر محلہ محلہ آج بھی تذکرے ہو رہے ہیں جو حضرت مفتی صاحبؒ اور تمام اراکین کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

حضرت محی السنہؒ کی دینی کام کرنے والے احباب کو ایک خاص نصیحت ہے، فرماتے تھے کہ دین کے کام میں رفیق بنیں فریق نہ بنیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ ہم خدامِ دینِ متین کو اس پر عمل کرنا اچھی طرح سکھلا گئے ہیں مقامی مجلس دعوۃ الحق سے علاحدہ ہوگئے تھے لیکن جب کبھی مجلس ہذا کے ذریعہ ہونے والے کسی بھی اجتماع میں مدعو کیا جاتا لبیک کہتے اور ہم سب کو مستفید فرماتے تھے۔

اہل اللہ سے محبت کرنا اور اُن کی اہانت سے بہت زیادہ احتراز کرنا یہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ نے ہم سب کو عملاً اچھی طرح سکھلا دیا ہے، جیسا کہ یہ بات جانشینِ محی السنہؒ حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی کے تحریر کردہ مراسلہ بہ سلسلہ تعزیتِ مسنونہ بروفات مفتی صاحبؒ بنام محترمہ ومعظّمہ چچی صاحبہ مدظلہا سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت والا دامت برکاتہم تحریر فرما رہے ہیں کہ ''عزیزم مفتی عبد المغنی رحمہ اللہ حضرت والا ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد اور اُن کے تربیت یافتہ بہت خدمت گذار فعال اور متحرک تھے، مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اصلاحی تعلق بھی رکھتے تھے، اپنے حالات کی اطلاع اور مشورہ بھی لیتے رہتے تھے''۔

اور آج کل عوام وخواص کا بہت ہی بُرا حال ہوتا جارہا ہے کہ کسی کو اہل اللہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اُن سے استفادہ سے کتراتے ہیں اور اُن کی اہانت وغیبت نوکِ زبان پر رہتی ہے اس سے بچنا اور احتراز کرنا ہمارے اپنے اللہ والے بننے میں بہت مددگار ہے۔

اس سلسلہ میں کتابچہ ابتدائی معمولات برائے متوسلین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ میں ایک اہم بات تحریر ہے، اہل اللہ کی اہانت سے بہت زیادہ احتراز رکھیں کہ۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۱۴۰ پر)

یاد سے تیری دلِ درد آشنا معمور ہے!

حضرت مفتی محمد عبد المغنی صاحب مظاہریؒ

مولانا عبد الرشید طلحہ نعمانی قاسمی

استاذ ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

بدھ کا دن تھا اور اگست کی ۱۸/ تاریخ، رات کے کوئی ساڑھے تین بج رہے ہوں گے کہ یہ روح فرسا خبر سوشل میڈیا کے ذریعہ موصول ہوئی اور ہزار ہا ہزار لوگوں کو رنجور و حزیں کر گئی کہ رہبر قوم وملت، فقیہ دکن حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب مظاہریؒ طویل علالت کے بعد ابھی کچھ دیر قبل انتقال فرما گئے۔ بے اختیار زبان سے نکلا: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! اللھم ارحمہ واغفر لہ وادخلہ فسیح جنّاتکَ یا ارحم الراحمین

آہ! کیسی باوقار شخصیت اٹھ گئی، کتنا عظیم رہبر رخصت ہوا، کیسا متبحر عالم چل بسا اور فکر وبصیرت، زہد و قناعت، خلوص ومحبت کا پیکرِ خاکی راہئ ملک عدم ہوا۔ دل ودماغ خیالات کی آماج گاہ ہیں، طرح طرح کے خیالات آتے ہیں، گزر جاتے ہیں، کبھی سوچتا ہوں کہ والدۂ ماجدہ، اہل خاندان اور اعزہ واقارب کا کیا حال ہوا ہوگا کہ ان کا لخت جگر، سرپرست اعلی اور غم وتکلیف کا مداوا ان سے جدا ہوگیا، ریاست بھر میں پھیلے ہوئے ان کے ہزارہا شاگردوں اور سیکڑوں ارادت مندوں پر کیا گزری ہوگی کہ ان کا عدیم المثال استاذ اور محبوب شیخ عالمِ آخرت کی طرف منتقل ہوگیا، مدرسہ سبیل الفلاح کے در و دیوار کس درجہ ماتم کناں ہوں گے کہ ان کا بانی و مہتمم راہئ ملک بقا ہوگیا، مسجد عثمانیہ کا ذرہ ذرہ مصروف گریہ وبکا ہوگا کہ اُسے نصف صدی تک اللہ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک تذکرے سے منور اور معطر کرنے والا خطیب وواعظ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

یہ حقیقت ہے کہ حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمات کا دائرہ ہمت جہت اور وسیع ہے، آپ بہ یک وقت دینی، ملی، تعلیمی، سماجی اور اصلاحی میدانوں میں مصروفِ تگ وتاز رہے، اور حالات کے تناظر میں جب جہاں جیسی ضرورت محسوس کی اپنی تمام تر توانائیاں اس میں صرف کردیں، چناں چہ جب قادیانیت و شکیلیت کی وبا پھیلی تو آپ بیدار و متحرک نظر آئے، پوری قوت کے ساتھ باطل کا تعاقب کیا، وسائل کی قلت کے باوجود مختلف قریوں اور دیہاتوں کے متعدد اسفار کیے، اور اپنے تلامذہ کو اس کے استیصال پر لگا دیا، جب حیدرآباد واطراف میں رافضیت وناصبیت نے بال و پر نکالنے شروع کیے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموس پر حملے ہونے لگے تو جمعیۃ علما کے پلیٹ فارم سے شہر بھر میں جلسہ ہائے عظمت صحابہؓ کے ذریعہ عوام الناس میں دینی شعور اجاگر کیا، اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رفعتِ شان اور بلندی مقام کا بہ بانگ دہل اعلان فرمایا اور گذشتہ سال جب حیدرآباد میں خوف ناک سیلاب نے تباہی مچائی اور انسانی زندگی کو تہس نہس کر کے رکھ دیا؛ جس کے نتیجے میں متعدد سلم اور مسلم اکثریتی علاقے غرق آب ہو گئے، تب بھی ناسازیٔ طبع اور مسلسل کھانسی کی شکایت کے باوجود پوری مستعدی کے ساتھ بلا تفریق مذہب وملت آپ ریلیف کا سامان بھیجتے اور متاثرین کی خدمت کرتے رہے، گویا زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہوں ؎

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

المختصر: ملت کی فلاح و بہبود اور اسلام کی حفاظت و سربلندی کے لئے انتہائی درجے کی فکرمندی اور بے چینی آپ کی شخصیت کا لازمی عنصر اور دینی وملی مسائل کے لیے غیر معمولی کوشش وجدوجہد آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

نقش اولیں:

بچپن وکم سنی میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو پہلی مرتبہ کب اور کہاں دیکھا' ٹھیک سے یاد نہیں۔ ہاں! مگر باضابطہ قریب سے دیکھنے کا ایک واقعہ میرے تحت الشعور میں آج تک محفوظ ہے، سن 2004 ماہ جون کی کوئی تاریخ تھی کہ فجر سے قبل جد مکرم حضرت مولوی عبدالحمید صاحبؒ کا سانحۂ وفات پیش آیا، والد ماجد، عم محترم اور دیگر اقارب اس جان کاہ حادثے کی اطلاع دینے اور تجہیز وتکفین کا انتظام کرنے میں سرگرم ہو گئے۔ اس اثناء میں حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمہ اللہ کو بہ ذریعہ فون اس کی اطلاع دی گئی، مفتی صاحب نے خبر سن کر نہ صرف تعزیتی کلمات کہے؛ بل کہ گھنٹے بھر میں امباسٹر کار خود چلاتے ہوئے بہ نفس نفیس گھر (سپوٹا باغ) تشریف لائے، اور والد صاحب و چچا جان کے ہم راز اول تا آخر تغسیل وتکفین کے جملہ فرائض انجام دیے۔

بعد ازاں گھر والوں کو صبر و ثبات کی تلقین کی اور نماز جنازہ کے لیے مدرسہ فیض العلوم کی تجویز رکھی، چناں چہ مشورے کے بعد مفتی صاحب کی تجویز کے مطابق وہیں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

غور کیجیے کہ اپنے پاس خدمت انجام دینے والے ایک سابق مدرس کے ساتھ خلوص و اپنائیت اور ہم دردی و محبت کا یہ برتاؤ کہ اطلاع ملتے ہی فوری طور پر گھر تشریف لائے، تمام امور سنت و شریعت کے مطابق بہ ذات خود انجام دیے اور جملہ اہل خانہ کو صبر و تسلی دی۔ اس قسم کی مثالیں آج کے زمانے میں نایاب نہ سہی کم یاب ضرور ہیں۔

غالباً حضرت مفتی صاحبؒ سے یہ پہلی شناسائی تھی، پھر اس کے بعد تو دور و نزدیک سے متعدد مرتبہ دیکھنے، نیاز مندانہ حاضری دینے اور ہم راہ قرب و جوار کا سفر کرنے کے کئی مواقع ملے۔ یہ ناچیز اور کم سواد حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ سے باقاعدہ شرف تلمذ تو نہیں رکھتا؛ مگر چوں کہ حضرت مفتی صاحب مدت العمر مادر علمی ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد کے سرپرست اعلی رہے؛ اس لیے زمانۂ طالب علمی کے دوران ان گنت بار اور پچھلے آٹھ سالہ دورانیے میں یہیں تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے تعلیمی سال کے آغاز یا سالانہ جلسے وغیرہ کے موقع پر سال بھر میں کم از کم ایک دو بار ضرور آپ کے خطبات و مواعظ سے استفادے کا موقع ملا۔ ضابطے کے اعتبار سے حضرت مفتی صاحبؒ پر لکھنے کا حق اُنھی خوش نصیب لوگوں کو ہونا چاہیے جو بہ راہ راست آپ کے چشمۂ علم و فضل سے سیراب ہوتے، آپ کے ساتھ تنظیمی امور میں شب و روز مصروف کار رہتے اور آپ کی دکان معرفت سے دوائے دل مہیا کرتے رہے۔ راقم السطور تو مفتی صاحبؒ کے کفش برداروں اور آپ کے دینی و روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونے والوں کی صفِ نعال میں شامل ہو جائے تو بھی بڑی سعادت ہے، ویسے مثل مشہور ہے: مئے خانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے۔

کچھ یادیں، کچھ باتیں:

۱) تحفظ شریعت ٹرسٹ اور عصر حاضر پورٹل کے زیر اہتمام رئیس المحدثین نمبر، حیات و خدمات: حضرت اقدس مفتی سعید احمد پالن پوریؒ کی تقریب رونمائی (منعقدہ: ۱۱ر کتوبر ۲۰۲۰ء مطابق ۲۲ رصفر المظفر ۴۲ھ، بہ مقام جامعہ اسلامیہ دار العلوم رحمانیہ حیدرآباد) کی تیاریاں عروج پر تھیں، اس درمیان شہر بھر سے اکابر کو مدعو کرنے کا پروگرام تشکیل دیا گیا، برادر مکرم حافظ عبد المقتدر عمرانؔ نے اجلاس سے ایک ہفتہ قبل حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فون پر رابطہ کیا اور تشریف آوری و اظہار خیال کی درخواست کی، مفتی صاحبؒ نے تاریخ معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ اس دن پہلے سے میرا سفر طے ہے؛ مگر چوں کہ حضرت مفتی سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے یہ پروگرام ہو رہا ہے؛ اس لیے سعادت سمجھ کر میں ضرور حاضر ہونے کی کوشش کروں گا،

پھر چوں کہ کھانسی کا عارضہ مستقل ہے بریں بنا اظہار خیال سے معذرت ہے۔

عین پروگرام کے دن یاد دہانی کے لیے مفتی صاحب سے دوبارہ ربط کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا پیشگی طے شدہ نظام مختصر کرلیا ہے، آپ حضرات کی تقریب میں ضرور شرکت ہوگی اور طبیعت ساتھ دے گی تو کچھ تاثرات بھی پیش کروں گا، چنانچہ حسب اعلان پروگرام کا آغاز ہوا، درمیانِ اجلاس حضرت مفتی صاحبؒ رونق افروز محفل ہوئے اور نہ صرف پروگرام کے وقار واعتبار میں اضافہ کیا؛ بل کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر مختصر؛ مگر جامع روشنی ڈالی باوجودے کہ کھانسی کا عارضہ گفتگو میں مانع بنتا رہا؛ مگر آپ عزم وہمت کا کوہ گراں بنے رہے اور عقیدت ومحبت کے ساتھ مفتی صاحب کا ذکر خیر فرماتے رہے، یہاں تک کہ اپنی بات مکمل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس ایک واقعے سے مفتی صاحبؒ کی خردنوازی، چھوٹوں پر شفقت اور اکابر واسلاف کے تئیں عقیدت ومحبت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۲) اسی نوع کا ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں! تین چار سال قبل کی بات ہوگی کہ ایک مرتبہ تحفظ سنت میڈیا حیدرآباد کے خصوصی مشورے میں ارکان مشاورت کی فہمائش پر یہ طے پایا کہ تنظیم کے استحکام کے لیے شہر کے اکابر علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے اور ان سے دعاؤں کی درخواست کے ساتھ ممکنہ تعاون کی گزارش بھی کی جائے، اس مقصد کے تحت ایک فہرست تیار کی گئی اور ملاقاتوں کی ترتیب بنائی گئی۔ اس ضمن میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے بھی وقت طلب کیا گیا، مفتی صاحب نے خندہ پیشانی سے نہ صرف ہمارا مدعا سنا؛ بل کہ تفصیلی بات چیت کے لیے اگلے دو تین دن کے بعد کا وقت بھی مرحمت فرمایا، طے شدہ وقت پر اراکین مشاورت کا ایک مختصر سا قافلہ مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ حاضر ہوگیا، مفتی صاحب تشریف فرما تھے، مقصدِ آمد سے مطلع کیا گیا اور تفصیلی بات چیت ہوئی، مفتی صاحب نے ہماری گفتگو بہ غور سنی، کام کی حوصلہ افزائی فرمائی، ممکنہ تعاون کا تیقن دیا اور ارشاد فرمایا: خدمتِ دین کی راہ میں مشقتیں تو آتی ہیں، انہیں انگیز کرنا اور مخالف حالات کا مقابلہ کرنا ہی مردمیداں کی اصل ذمہ داری؛ بل کہ اس کے ہمت وحوصلے کا امتحان ہے، آپ حضرات کام کیجیے، اور اسباب ووسائل کی قلت کے سبب ہرگز پیچھے مت ہٹیے، ان شاء اللہ حق تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی، کچھ اور نصیحت بھی فرمائی، پھر راقم السطور سے مخاطب ہوکر کہا: کیا اِن دنوں حیدرآباد کے لیے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کی آمد کا کوئی نظام بن رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی تو شاید مشکل ہے، البتہ حضرت والا فرمارہے تھے کہ یہاں حیدرآباد سے تقاضے بہت زیادہ ہیں، کئی دعوت نامے آئے ہوئے ہیں؛ جس کے لیے کم از کم دو تین دن درکار ہیں اور میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے، اس لیے سبھی سے معذرت کررہا ہوں۔

مزید کچھ دیر گفتگو کے بعد دریافت کیا کہ آپ لوگ یہاں پہلی مرتبہ آرہے ہیں یا اس سے قبل بھی آنا ہوا تھا؟ اکثریت نے کہا کہ پہلی دفعہ آرہے ہیں۔ فرمایا کہ چلو چل کر مدرسہ دیکھ لو! بالخصوص شعبۂ حفظ کے نوتعمیر شدہ ہال کا تذکرہ فرمایا۔ ہم لوگ سمجھے کہ کسی خادم یا طالب علم کے ذریعہ مدرسہ کا معاینہ کروادیں گے؛ جو خود کسی اعزاز سے کم نہیں ہے مگر حضرت والا نے از راہ عنایت خود ہی زحمت فرمائی اور بہ نفس نفیس پورے مدرسے کا مشاہدہ کروایا اور خود ہی رک رک کر تعارف کرواتے اور ہمیں حیرت و استعجاب میں ڈالتے رہے۔ واپسی پر ہم تمام ساتھی (جو حضرت مفتی صاحبؒ کے تلامذہ ہیں) مفتی صاحب کی اس بے تکلف گفتگو، عنایت و توجہ اور خوش اخلاقی وخندہ روئی سے بے حد متاثر ہوئے۔ ملتے کہاں ہیں ایسے شگفتہ مزاج لوگ۔

۳) حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم راہ دو تین مرتبہ سفر کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ 24 مارچ 2017ء کو آرمور شہر ضلع نظام آباد (تلنگانہ) میں ''ایمان سوز فتنے اور مکاتبِ قرآنیہ کی اہمیت وضرورت'' کے زیر عنوان مجلس تحفظ ختم نبوت آرمور کا عظیم الشان اجلاس حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا، مہمان خصوصی کی حیثیت سے مرشدی و مربی حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم العالیہ حیدرآباد تشریف لا چکے تھے۔

احقر نے مفتی صاحبؒ سے حضرت والا مہتمم صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ بہ حیثیت خادم رفاقت کی درخواست کی، جو آپ نے کار میں زیادہ گنجائش نہ ہونے کے باوجود بہ خوشی منظور فرمالی۔ حیدرآباد سے آرمور تک تقریباً دوسو کلومیٹر کا سفر درپیش تھا، چار پانچ گھنٹوں کا یہ سفر مفتی صاحبؒ کی خوش طبعی اور شگفتہ مزاجی کے سبب محسوس ہی نہیں ہوا، جہاں کوئی تاریخی مقام آتا مفتی صاحب اس کی روداد سناتے اور ہم سب لوگ ہمہ تن گوش ہوجاتے، کبھی کوئی بات حضرت والا مہتمم صاحب دریافت کرتے اور مفتی صاحب اس کی تفصیل بتلاتے۔

ایک عزیز کے گھر عشائیہ کا پروگرام تھا، دسترخوان پر حضرت مفتی صاحبؒ نے مہتمم صاحب سے فرمایا کہ آپ کے مرید عبدالرحمن محمد میاں نے اپنی والدہ سے کہا کہ حضرت مہتمم صاحب تشریف لارہے ہیں؛ اس لیے آپ کو بھی آرمور چلنا ہے، دیہات میں عورتیں صحیح ڈھنگ سے کھانا بنانا نہیں جانتیں، اس سے حضرت کو پریشانی ہوسکتی ہے۔ حضرت مہتمم صاحب نے سنا تو فرمایا کہ مجھ اکیلے آدمی کے لیے پورے گھرانے کو زحمت ہوگئی۔ مفتی صاحب نے کہا کہ زحمت نہیں، یہ تو سعادت کی بات ہے۔

خیر پروگرام ہوا اور بے حد کام یاب پروگرام ہوا، جس کے فوری بعد رات ہی میں حیدرآباد کے لیے روانگی عمل میں آئی، اور فجر سے کچھ پہلے ایرپورٹ پر حضرت مہتمم صاحب کو رخصت کرکے ہم لوگ گھر واپس ہوئے۔

کمالات و امتیازات:

حضرت مفتی صاحب کی زندگی کے کئی گوشے تھے۔آپ بہ یک وقت اچھے منتظم، کام یاب مدرس، بے مثال خطیب، تجربہ کار مفتی اور بے لوث قائد تھے۔انھی خصوصیات کی وجہ سے ہر مجلس میں آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور رونق محفل بنایا جاتا تھا۔حضرت مفتی صاحب کی ایک بہت بڑی لائق تقلید خوبی یہ تھی کہ آپ لوگوں سے خوش گوار روابط رکھتے اور سب کا دل رکھا کرتے۔نستعلیق بن کر بڑائی جتانے کے بجائے دوستانہ ماحول میں چھوٹوں کو آگے بڑھاتے، انہیں کام کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے اور خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔آپ غلطیوں کو درگزر کرنے اور خامیوں کو نظر انداز کرنے کا مزاج رکھتے تھے، کسی بھی چھوٹے کی بڑی بات یا گستاخی و شوخی کا برا نہیں مانتے تھے، آپ کے ہاں ہر کسی کو آزادانہ اظہار خیال کا حق حاصل تھا اور ہر شخص بلا تکلف اپنا مدعا بیان کرسکتا تھا۔استاذ محترم حضرت مولانا نور عالم خلیل امینیؒ کے بہ قول: بہت سے ''بڑے'' خاصے زود رنج ہوتے ہیں، اور ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر تعلق کی امانت واپس کر دیتے ہیں یا کم از کم پہلے جیسا تعلق، اہل تعلق سے نہیں رکھتے۔مفتی صاحب اس حوالے سے فراخ دل اور کشادہ ظرف واقع ہوئے تھے کہ اگر کوئی ان سے تعلق ختم کرنے کا انداز اختیار کر لیتا تب بھی وہ اس سے اپنا تعلق استوار رکھتے، اگر کوئی ان سے بہت دنوں بعد ملتا تب بھی وہ اسی محبت سے اس سے ملتے جس محبت سے وہ پہلے سے اس سے ملتے آئے تھے، ان کی کسی گفتگو یا ادا سے ناراضی کا اظہار نہ ہوتا تھا۔

آپ کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپ ہنگامی حالات کے علاوہ عام دنوں میں بھی اپنا دست تعاون دراز رکھتے اور خاموشی کے ساتھ موقع بہ موقع محتاجوں اور ضرورت مندوں کا تعاون کیا کرتے یا اہل خیر حضرات کو متوجہ فرماتے تھے، حضرت مولانا ارشد علی صاحب قاسمی (سکریٹری مجلس تحفظ ختم نبوت) نے حضرت مفتی صاحبؒ کے تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آپؒ کے حوالے سے بڑا عجیب واقعہ ذکر فرمایا جس کو سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ خیر خواہی، دل جوئی، ہم دردی اور سخاوت کا کیسا عظیم جذبہ تھا جو اللہ نے آپ میں ودیعت فرمایا تھا۔مولانا قاسمی نے کہا:

مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے ریاست تلنگانہ کے ایک قادیانیت زدہ علاقے میں مسجد تعمیر کی گئی اور لگ بھگ پندرہ سال سے مجلس کی جانب سے وہاں دینی و دعوتی فکریں جاری ہیں۔حضرت مفتی صاحب کا اس علاقہ سے بڑا رابطہ تھا، مسلسل دعوت کے نتیجے میں وقتاً فوقتاً وہاں کے لوگ قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتے، حضرت مفتی صاحب اس مناسبت سے وہاں تشریف لے جاتے، انہیں کلمہ پڑھاتے اور ان کی

ضروریات کی تکمیل فرماتے ۔(اس علاقے کے بیسیوں قادیانی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں ۔)ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اس دیہات کے رہنے والے مفتی صاحب سے کسی چیز کا بہ اصرار وتکرار مطالبہ کرنے لگے؛ مگر مفتی صاحب نے کسی مصلحت کے پیش نظر اسے قبول نہیں فرمایا، جس کے بعد ان دیہاتیوں نے حضرت مفتی صاحب کی شان میں بہت بے ادبی اور گستاخی کی اور دیہاتی لب و لہجے میں وہ سب کچھ کہا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ان سب کے باوجود مفتی صاحب خاموش بیٹھے رہے، نہ خود کچھ کہا اور نہ کسی کو کہنے دیا، کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ بڑی مشکلوں سے اسلام میں واپس آئے ہیں ابھی ان کو دین اور دین کی حقیقت ہی نہیں معلوم، یہ مسلمان اور عالم دین کی عزت کرنا کیا جانیں؛لہذا انہیں معذور سمجھنا چاہیے۔اس طرح وہ بات آئی گئی ہوگئی۔

اس واقعے کے کچھ ماہ بعد رمضان المبارک آیا تو چوں کہ مفتی صاحب کا ہر سال کا معمول تھا کہ اس دیہات کے تمام تائب شدہ لوگوں کے لیے رمضان میں راشن فراہمی کا انتظام کرتے تھے،اس مرتبہ بھی رمضان آتے ہی مفتی صاحب اس فکر میں لگ گئے۔ میں (مولانا ارشد علی صاحب قاسمی) نے مفتی صاحب سے عرض کیا : کیا اس سال بھی آپ وہاں راشن بھیجیں گے؟ تو مفتی صاحب نے کہا کہ ہاں! کیوں نہیں!! میں نے کہا: آپ کو وہ دن یاد نہیں!انہوں نے آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟

مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں،کیا ہم ایسے واقعات کو ذہن میں رکھ کر ان کی خدمت کرنا چھوڑ دیں،کیا ہم اُنہی کا اکرام کریں، جو ہماری تعظیم کرتے ہوں۔اس کے بعد فرمایا: یہ تو سنت ہے کہ تکلیف دینے والوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا جائے۔ چناں چہ اس واقعے کے بعد بھی گزشتہ رمضان تک مفتی صاحب کا معمول تھا کہ اس دیہات کے تمام تائب شدہ لوگوں کے لیے راشن کا انتظام کیا کرتے تھے اور جب عیدالاضحیٰ کا موقع آتا تو دو بڑے جانور اس علاقے کے لیے بھیجتے تھے۔

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

سادگی ،تواضع اور بے نفسی آپ کی زندگی کا لازمی عنصر تھی، آپ کے خورد ونوش ،رفتار وگفتار، لباس و پوشاک اور سارے طریق زندگی میں سادگی تھی، جو کھلا دیجئے کھا لیتے، جہاں بٹھا دیجئے بیٹھ جاتے۔سفر ہو یا حضر آپ کے طرز عمل میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی؛ اسی لیے آپ کے ماتحت کام کرنے والوں، سفر میں ساتھ رہنے والوں یا وعظ وغیرہ کے لیے مدعو کرنے والوں کو، آپ سے کسی طرح کی کوئی وحشت نہ ہوتی تھی۔ایک خاص طرز

زندگی اور قواعد وضوابط کے رنگ میں رنگی ہوئی بود وباش ہوسکتا ہے کہ بہت مفید اور بہت سے مسائل میں کارآمد ہو؛لیکن بہت سے ناقابل حل مسائل کی بنیاد بھی ہوتی ہے،جن سے مفتی صاحب نے منزہ زندگی گزاری۔

کہا جاتا ہے کہ ایثار وقربانی ایک حسین وخوبصورت اخلاقی خوبی ہے،اس خوبصورت اخلاقی صفت کی بنیاد دل کی تونگری ہے؛جس کو حدیث نبوی میں غنی النفس سے تعبیر کیا گیا ہے،ایثار وقربانی جب انسانی جبلت بن جاتی ہے تو اس کرہ ارضی پر عجیب وغریب ناقابل فراموش کارنامے وقوع پذیر ہوتے ہیں،مفتی صاحب رحمہ اللہ کی ایک اہم اور نمایاں صفت یہی ایثار وقربانی ہے،آپ اکابر ومعاصرین کے علاوہ خردوں کے ساتھ بھی ایثار وقربانی کے ساتھ پیش آتے اور محبت وکرم گستری کا معاملہ فرماتے ۔حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ نے مفتی صاحب کے ایثار کے حوالے سے خود اپنے ساتھ پیش آمدہ واقعہ سنایا جس کی تفصیل یہ ہے:

ایک مرتبہ اونگول میں ''فتنۂ شکیل بن حنیف'' کے موضوع پر پروگرام طے ہوا،جس میں میری شرکت ضروری تھی لیکن وہاں کچھ شر پسند عناصر (جنہیں اس پروگرام سے اختلاف تھا) نے پولس افسر کو یہ اطلاع دے دی کہ فلاں صاحب پر کیس درج ہے،اگر وہ یہاں بیان کے لئے آئیں گے تو فتنہ ہوگا،اس لئے یہ پروگرام منسوح ہونا چاہیئے،جب مجھے اس سازش کی اطلاع ملی تو میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے عرض کیا کہ اگر میں جاؤں گا تو معاملہ گڑبڑ ہوجائے گا،اور اگر نہیں جاؤں گا تو پروگرام منسوخ ہوسکتا ہے اور موضوع نہایت حساس واہم ہے، جس سے علماء کو باخبر کرنا بھی ضروری ہے،لہذا آپ تشریف لے جائیں۔چناں چہ مفتی صاحب نے ہنگامی طور پر سفر کا پروگرام بنایا اور اونگول کے لئے روانہ ہوگئے۔اس طرح کے متعدد واقعات ہیں کہ میں نے جب بھی مفتی صاحب سے درخواست کی،مفتی صاحبؒ نے قبول فرمائی،اور دین کے تقاضوں پر اپنے آرام کو تج دیا۔

آخری سفر:

مفتی صاحبؒ کے وصال کی خبر سوشل میڈیا کے ذریعہ ملک وبیرون ملک ہر جگہ پھیل چکی تھی اور نماز جنازہ سے پہلے پہلے خلق خدا کے قافلے کشاں کشاں ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ سعید آباد حیدرآباد کی طرف رواں دواں تھے،ادارے کا وسیع وعریض میدان عوام وخواص کی بڑی تعداد سے بھرا ہوا تھا،ہجوم کا یہ عالم تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا،مسجد اشرف کی زیریں اور بالائی منزل میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی،مفتی صاحب رحمہ اللہ کے برادر مکرم مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ نے باچشم نم نماز جنازہ پڑھائی اور پھر احاطۂ ادارہ سے اس عاشق صادق کا جنازہ اس شان سے اٹھا کہ کیفیت دیدنی تھی،ہر مسلک،ہر طبقہ،ہر پیشہ اور ہر عمر کے لوگ مفتی صاحب کو ان کی آخری آرام گاہ تک پہونچانے کے لیے موجود تھے۔جگہ جگہ عوام نے عقیدتوں کے

پھول نچھاور کیے اور بڑی گاڑی کی سہولت کے باوجود پیدل لمبی مسافت طے کرکے جنازہ کو اپنے کندھوں پر قبرستان پہونچایا اور زبان حال وقال سے یہ کہتے ہوئے آسودۂ خاک کیا۔

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئ
وہ شمع ہے نہ گرمئ پروانہ آج ہے
شبنم کی آنکھ تر ہے گلوں کی قبا ہے چاک
گلشن میں ماتمِ دلِ دیوانہ آج ہے

(بقیہ صفحہ:۱۹۶ سے)

خلاصۂ تحریر:

حضرت مفتی صاحبؒ ملت کا ایک قیمتی سرمایہ اور مخلص و سچے رہبر و قائد تھے، مفتی صاحبؒ ایک ایسا سائبان تھے جو اپنے سایۂ عاطفت وشفقت سے سب پر چھائے ہوئے تھے، جس کی چھاؤں میں کئی ایک تحریکیں اور تنظیمیں کام کررہی تھی، بے شمار مدارس ومکاتب کا نظام چل رہا تھا، اَن گنت تلامذہ وشاگردوں نے زانوئے تلمذ تہہ کرکے اخذ واستفادہ کیا تھا، اور کتنے ہی مریدین ومسترشدین فیضانِ معرفت کے جام سے سیراب وفیض یاب ہوئے تھے، اور بہت سارے غریب گھرانے چین وسکون سے پل رہے تھے؛ لیکن جوں ہی موعودِ اجل کی تلوار نے اس سائبان پر وار کیا تو پھر سب پر یتیمی کے بادل منڈلانے لگے، محرومی کی چادر نے ڈھانک لیا، اور غم واندوہ کی گھٹا چھا گئی۔

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

اللہ تعالیٰ مفتی صاحبؒ کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کے دینی خدمات کو تا قیامت جاری وساری رہنے کے اسباب پیدا فرمائے اور ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

اے رونق ہائے محفل ما

بہ قلم: مولانا مفتی مبشر احمد فیضی قاسمی
استاذ مدرسۃ الفرقان سکندر آباد

ادھر مسلسل چند مہینوں سے ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر اساتذہ اور قابلِ فخر فرزندان دنیا سے رختِ سفر باندھ کر رہ روان آخرت میں شامل ہورہے ہیں نیز اپنے شاگردوں اور مریدوں کو غم گین وحزیں چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ رہے ہیں۔

ابھی ہم ان صبر آزما حالات سے گزر ہی رہے تھے اور ہماری آنکھوں کے آنسو خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہ خبر وحشت اثر گردش کرنے لگی کہ رہبر قوم وملت حضرت الاستاذ مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہریؒ بہت زیادہ علیل ہیں، ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کردیا ہے اور صحت بہ تدریج گرتی ہی جارہی ہے، سن کر دل رنجور و حزیں تھا اور مفتی صاحب کی صحت کے لیے دعا گو بھی؛ البتہ وفات سے دو یوم قبل استاذِ محترم مولانا عبدالقادر فرید صاحب سے یہ خبر ملی کہ الحمدللہ مفتی صاحب کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہورہا ہے جس سے قلبی اطمینان اور دلی خوشی ہوئی؛ مگر یہ کسے پتہ تھا کہ اس خوشی کی عمر دو دن سے زیادہ نہیں ہے اور اس کے بعد دائمی حزن وملال مقدر بننے والا ہے، بالآخر وہی ہوا جس کا دھڑکا تھا کہ ۸ /محرم الحرام مطابق ۱۸ / اگست ۲۰۲۱ تین بجے شب حضرت مفتی صاحبؒ دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرگیے، اور اپنے پیچھے ہزاروں شاگردوں اور بے شمار عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

ہم متعلقین وتلامذہ مفتی صاحب کی یاد میں مدتوں اشک بار ودل فگار رہیں گے، آپ کا حادثہ وفات نہ صرف آپ کے خانوادے کے لیے؛ بلکہ سبھی دینی، علمی اور ملی حلقوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

حضرت الاستاذؒ اپنی بعض امتیازی خصوصیات کی بنا پر ریاست میں نہایت عظمت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے، بڑے چھوٹوں کے ساتھ یکساں مشفقانہ انداز، بے تکلفی، خوش مزاجی اور کبھی کبھی محبت آمیز غصہ کا

اظہار جیسی منفرد خوبیاں اب شاید یکجا طور پر دیکھنے کو نہ مل سکیں گی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دینی وعلمی محفلیں اجڑتی جارہی ہیں، اوراس وقت ملت اسلامیہ ایک زبردست خلا کا شکار ہے، علمی وعملی انحطاط کے اس دور میں جبکہ جانے والا اپنا کوئی بدل چھوڑ کر نہیں جاتا، حضرت مفتی صاحب کی وفات ایسا عظیم حادثہ ہے جس پر اظہار کرب والم کے سارے الفاظ بے معنیٰ معلوم ہوتے ہیں، یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ کے نیک بندے اپنے انوار وبرکات سمیت جس تیزی سے اس دنیا سے رخصت ہورہے ہیں یہ جگہ ظلمات سے بھر رہی ہے شیاطین اس خلا کو پُر کررہے ہیں، یوں لگتا ہے کہ یہ کمینی دنیا اپنے انجام کو پہونچنا چاہتی ہے۔

مفتی صاحب بہ حیثیت ناظم مدرسہ

مختلف مدارس میں عرصہ دراز تک مفتی صاحب سے درس وتدریس اور انتظام وانصرام جیسے امور متعلق رہے، آپ کی عین خواہش ہوتی کہ مدرسہ کا ہر بچہ علم میں بھی مثالی ہواور تہذیب وشائستگی کا پیکر بھی، اس لیے بچوں کی مختلف پیرائے سے تربیت فرماتے۔ عموماً عصر کے بعد مجلس ہوتی، بیان مختصراور واقعی ماقلّ ودلّ کا مصداق ہوتا ظرافت آمیز انداز میں طلبہ کی ذہنی وفکری تربیت فرماتے، طلبہ سے سوالات پوچھتے، علم وعمل کے گہرے نکتے بتاتے، کامیاب زندگی گزارنے کے آداب وطریقو ں پر روشنی ڈالتے، سنتوں کی پابندی کی تنبیہ کرتے، صحابۂ کرامؓ واسلاف واکابر کے واقعات سناتے، اس کے پس منظر میں نصیحتیں کرتے، روتے بھی رُلاتے بھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موقع موقع سے بتائی ہوئی دعائیں یاد کراتے۔ مولانا کی دل آویز شخصیت، بزرگی وعظمت اور پدرانہ شفقت ومحبت کی وجہ سے یہ باتیں بچوں کے دلوں میں سیدھے اتر جاتیں۔

مفتی صاحبؒ کا ایک بڑا نایاب وصف محنتی اساتذہ وکارکنان کی حوصلہ افزائی کرنا تھا، طلبہ کو اساتذہ کی قدر کرنے، ان سے خوب استفادہ کرنے پر ابھارتے، اسی طرح خود بچوں کے سامنے اساتذہ کی تعریف اور مختلف طریقوں سے حوصلہ افزائی کرتے جس سے اساتذہ اور زیادہ محنت وتندہی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے۔

اوصافِ حمیدہ

استاذِ محترم حضرت مفتی صاحبؒ تواضع وانکساری، حلم وبردباری، اخلاص وبے لوثی، زہدواستغناء، اتباعِ سنت اورورع وتقویٰ میں اسلاف کی سچی یادگار تھے، آپ کو دیکھ کر سلفِ صالحین کی یادتازہ ہوجاتی تھی، چہرے پر معصومیت، درازقد، باوقار سراپا، گفتگو میں نرمی، برتاؤ میں شائستگی، عالمانہ متانت اور خوش طبعی ومحبت کی ادادلوں کو موہ لیتی تھی۔

حضرت مفتی صاحبؒ سے راقم الحروف کا تعلق

حضرتؒ نے جنوری ۲۰۰۷ میں میرے بڑے بھائی کے انتقال کے وقت (جو مدرسہ سبیل الفلاح میں زیر تعلیم تھے) تعزیتی خطاب میں فرمایا تھا کہ آج سے میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور تم بلا تکلف مجھے اپنی پریشانی بتا سکتے ہو، اس وقت سے موت تک اس وعدے کو پورا کرتے رہے، اپنی خاص شفقت وعنایت سے نوازتے رہے، حفظِ قرآن سے فراغت کے بعد ترک تعلیم کا ارادہ کر کے سال گزار چکا تھا، جب حضرتؒ کو معلوم ہوا تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ،فوراً بلوایا اور ادارہ اشرف العلوم میں داخل کروا دیا، دوران میں بھی حالات سے تنگ ہو کر بذریعہ خط ترک تعلیم کا ارادہ ظاہر کیا تو مفتی صاحبؒ ہمت وحوصلہ کے الفاظ قلمبند فرماتے رہے، جس سے حوصلہ پا کر مزید پڑھنے کا شوق پروان چڑھتا گیا، بالآخر ام المدارس میں داخلے کے بعد فراغت کی سعادت حاصل ہوئی، یہ مفتی صاحبؒ کی دعاؤں اور محنت وکوشش کا نتیجہ تھا، ورنہ اس وقت سارے احباب تعلیم منقطع کرنے کی رائے رکھتے تھے۔

ایسے وقت میں حضرت مفتی صاحبؒ نے حوصلہ دیا اور آپ ہی کی توجہات مہمیز کا کام کرتی رہیں، جب بھی ملاقات ہوتی تھی چہرے پر ہمیشہ نور، آنکھوں میں محبت، لہجے میں مٹھاس، نہایت درجہ خوشی کے ساتھ اطمینان بخش ملاقات کرتے تھے، گھر کی ساری کیفیت معلوم کرتے تھے، گفتگو کے درمیان ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنے بڑے بھائی سے گفت وشنید کر رہا ہوں، اب وہ انداز گفتگو، وہ چہرے کی مسکراہٹ اور محبت وہمدردی کو کہاں تلاش کروں، بہرحال ان کی جدائی اک ناگزیر حقیقت بن کر ہمارے سامنے ہے، اس کو تسلیم کرنا اور صبر کا دامن تھامے رکھنا ہی شریعت کا تقاضا ہے، مرحوم اپنے محبوب حقیقی کے پاس چلے گئے۔ نفس اور شیطان کے مکر سے مامون ہو گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

آہ حضرت مفتی محمد عبد المغنی صاحب نور اللہ مرقدہ

ازقلم: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

استاذ ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

محرم الحرام ۱٤٤۳ھ کی ۸ تاریخ تھی، دن چہار شنبہ تھا، حسب معمول راقم السطور فجر کی نماز کے لیے اپنی قیام گاہ سے مسجد کی جانب تیز گامی سے بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک خبر ملی کہ" جنوب ہند کے ممتاز عالم دین، بلند پایہ خطیب، اور نامور شخصیت، بانی و ناظم مدرسہ سبیل الفلاح، جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے صدر، مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب صدر، کئی ایک مدارس و مراکز اور انجمنوں کے سرپرست، رہبر ملت قائد جمعیت حضرت مفتی عبد المغنی صاحب نے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالہ کردی اور مالک حقیقی سے جاملے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

یہ خبر بظاہر بڑی مختصر سی ہے؛ لیکن حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے متعلقین ومتوسلین، محبین و منتسبین اور تلامذہ کے لیے بجلی گرنے سے کم نہ تھی، کچھ وقفے کے لیے راقم السطور دم بہ خود رہ گیا۔

کیوں نہ ہو کل تک ہم آپ کے لئے مدظلہم کہتے اور سنتے تھے، کبھی ہماری آنکھیں آپ کو عالمانہ وقار، مستعدی اور چستی کے ساتھ خدمت دین میں مصروف دیکھا کرتی تھیں تو کبھی آپ کو علمی و دینی اصلاحی و تربیتی ملی و سماجی محفلوں کی زینت بنتے دیکھتی تھیں، کبھی آپ جمعیت علماء کے تحت خدمت خلق کے عنوان سے پورے جنوب تلنگانہ وآندھرا پردیش، کرناٹک ومہاراشٹر، اور تمل ناڈو میں اپنی خدمات کے تحت مصروف رہتے دکھائی دیتے تو کبھی محکمہ شرعیہ کے بینر تلے خانگی مسائل وگھریلو نااتفاقیوں کو دور کرکے خاندانوں کو جوڑ دیتے تھے۔

بہر حال! چار و ناچار ایک دن ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، یہاں کوئی ابدیت کا پروانہ لئے نہیں آیا، یہاں ہر وجود کو عدم ہے، تو ہر بقا کو فنا ہے، ہر عروج کو زوال ہے، تو ہر زندگی کو موت ہے۔

جو انسان جس قدر اس تلخ حقیقت سے آشنائی کرکے اپنی منزل اصلی کو سنوارنے میں مصروف رہتا ہے وہی دراصل کامیاب، بامراد اور فائز المرام ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس حقیقت سے آشنائی کر لی تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ نے دنیوی زندگی کو بقدر ضرورت آباد کیا، بقیہ اپنی عمر کا ایک طویل حصہ اسی مقصد زیست کی تکمیل میں کھپا دیا، شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فائز المرام شخص کے موت و زیست کی جو کیفیت بیان کی تھی وہ بالکل سامنے نظر آ رہی تھی۔

یاد کن وقتِ زادنِ تو کہ ہمہ خنداں و تو گریاں
وچناں زیست کہ وقتِ مردنِ تو ہمہ گریاں و تو خنداں

ترجمہ: کچھ یاد ہے جب تو پیدا ہوا تھا سب لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور تو رو رہا تھا۔
زندگی کو تو اس طرح گذار جب تو دنیا سے جا رہا ہو تو سب لوگ رو رہے ہوں اور تو ہنس رہا ہو۔

تبھی تو آج ہر کوئی نالاں و حیراں تھا، علمی حلقوں میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی تھی، عوام و خواص بلکہ ہر وہ شخص جس کا مفتی صاحبؒ سے ادنیٰ تعلق تھا وہ غم و اندوہ کی کیفیت میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا، ہر کوئی ایک دوسرے کو دلاسہ دے رہا تھا، ہر لب خاموش، ہر آنکھ نم نظر آ رہی تھی۔

بالیقین یہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مقصد حیات کی فکر پیہم اور سعی آخرت کا نتیجہ تھا کہ آپ کا چہرہ چمک رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کڑے سفر کا تھکا مسافر محو خواب ہے، دنیا کی الجھنوں سے نجات پا کر اپنے محبوب کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

مرض الوفات میں قریب رہنے والے افراد گواہی دیں گے کہ وفات سے قبل علالت اور نقاہت کے سبب چہرہ اس قدر متغیر ہو گیا تھا کہ دیکھنے والے کو رحم آ جائے، جب وصال کا وقت قریب ہوا تو چہرہ بالکل روشن اور خوبصورت ہو گیا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ محبوب نے اپنے باصفا بندہ کو اپنی بارگاہ میں بلانے کے لئے یہ کہہ دیا ہو کہ سج سنور کر مجھ سے ملاقات کرنا کہ جیسے:

دل کو سکون روح کو آرام آگیا
موت آگئی کہ دوست کا پیغام آگیا

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو قدرت نے گوناگوں صفات و خصوصیات سے نوازا تھا، وہ ایک وسیع النظر عالم، صاحب نسبت شیخ، اور فعال و متحرک رہنما تھے، کئی ایک ذمہ داریوں کے باوجود ملی و سماجی کاموں میں بڑے چاق و چوبند رہتے تھے، ایسی جامع صفات اور نوع بنوع خصوصیتوں کی حامل شخصیت سے اس قحط الرجال میں ملت اسلامیہ کا محروم ہو جانا ایک زبردست خسارہ ہے۔

آج مدرسہ سبیل الفلاح کی چہار دیواری اور اسکا ذرہ ذرہ اپنے بانی کو تلاش کرتا ہوگا، آج مسجد محی السنہؒ اپنے معمار کو ڈھونڈ رہی ہوگی، آج ہزاروں اجڑ کر بس جانے والے گھر اپنے خیر خواہ کو یاد کرتے ہونگے، آج کتنے قادیانیت سے تائب شدہ مسلمان اپنے محسن کو روتے ہوں گے، وہ کمزور بیوائیں اور ناتواں بوڑھی عورتیں جن کی روٹی اور کپڑے کی ذمہ داری مفتی صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، آج آنسو بہا رہے ہوں گے، وہ مصیبت زدگان، وہ متاثرین سیلاب جن کی مفتی صاحب نے ڈھارس بندھائی تھی آج نہ جانے ان کے امید کے چراغ کو گل ہوتے دیکھ کر ان کے دل پر کیا بیتی ہوگی، سینکڑوں علماء وحفاظ، کئی ایک مراکز و مدراس اور اس کے منتظمین اپنے مشیر اور سرپرست کی جدائی پر کس الم اور دکھ سے گذر رہے ہوں گے؟۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

اکیلا ہوں مگر آباد کر دیتا ہوں ویرانہ
بہت روئے گی میرے بعد میری شامِ تنہائی

مگر ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ ہونی کو کون ٹال سکتا ہے؟ ہم اس امر ربی پر راضی برضا ہیں اور ہزار غم کے باوجود وہی کہتے ہیں جو نبی رحمت ﷺ نے حضرت ابراہیم کی جدائی پر کہا تھا۔ إن العين لتدمع والقلب ليحزن، ولا نقول إلا ما يرضى ربنا، وإنا بفراقك يا إبراهيم لمحزونون

جان کر من جملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی میں شاید لوگوں کو آپ کی مقبولیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکا تھا مگر آپ کے جنازہ میں عوام اور خواص کی امنڈی بھیڑ اور سوشل میڈیا پر ہو رہے ماتم سے یہ حقیقت تو بہرحال سامنے آگئی کہ لوگوں کے جگر مفتی صاحب کی جدائی سے چھلنی اور آنکھیں اشک بار ہیں، بعد نماز ظہر دو بج کر بیس منٹ پر ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ کے احاطے میں نماز جنازہ ادا کی گئی، کرونا کے اس دور میں بھی اطراف وجوانب اور شہر و دیہات سے ایک اندازے کے مطابق پندرہ ہزار سے زائد مجمع شریک نماز تھا، ترجمانِ اہل سنت خطیب دکن حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہم نے نماز جنازہ پڑھائی اور مجمع نے بے تکان اپنے کاندھوں پر جنازہ اٹھائے ساڑھے تین کلومیٹر کا فاصلہ طئے کیا۔ اس طرح یہ عظیم دردمند انسان اپنے پیچھے ہزاروں کو بلکتا چھوڑ کر آسودہ رحمت ہوا ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

مثلِ والد

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحبؒ

از: حافظ سید مبشر قادری، شارجہ

اللہ پاک نے علماء کو انبیاء کا وارث بنایا ہے، وراثت کا تعلق علم سے ہے، تعلیم و تعلم سے ہے، درس و تدریس اس کا خاصہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بابُ العِلمِ قَبلَ القَولِ وَ العَمَلِ کی ابتداء میں فرمایا کہ اِنَّ العُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الاَنبِیَاءِ، وَرّثُوا العِلمَ۔۔۔۔۔۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدمتِ تدریس شفقتِ پدری سے فرماتے تھے۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استاذ کی شکل میں ایک باپ تھے جو بے انتہاء محبت اور بے لوث محنت سے اپنے بچوں کو علم کے نور سے بہرہ ور فرما رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ اُعَلِّمُکُمْ، میں تمہارے لئے مثل والد ہوں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔

میرے استاذ، مربی، شیخ طریقت، روحانی والد، فقیہِ وقت، حضرت العلام مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں وارثین انبیاء میں سے تھے جو والد کے قائم مقام بن کر اپنے شاگردوں کو تعلیم سے آراستہ فرماتے تھے۔ ہر شاگرد کو اپنا بچہ سمجھتے تھے۔ آپؒ تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ پدری شفقت سے طلبہ کے دلوں کی عمیق گہرائیوں سے تاریکی اور ظلمت نکال کر علم کے نور سے متعارف کراتے تھے۔
میرے والد محترم سن ۲۰۰۶ میں اس دنیا سے دار فانی کی طرف کوچ کر گئے، میری کم عمری میں اس المناک واقعہ نے مجھے تنہا کر دیا تھا، میں ٹوٹ چکا تھا، مستقبل بے لگام نظر آرہا تھا، والد صاحبؒ کے تجہیز و تکفین کی ترتیب چل رہی تھی، میرے استاذ حضرت مفتی صاحبؒ، (اللہ ان کو جزائے خیر دے) ہمارے گھر تشریف لائے مجھے گلے سے لگایا، میں زاروقطار رو رہا تھا، مفتی صاحب نے مجھ سے کہا ”والد صاحب چلے گئے تو کیا ہوا میاں!

میں ہوں نا''۔اس وقت میرے لئے یہ صرف ایک جملہ نہیں تھا بلکہ مستقبل کی لگام تھی،وہ جملہ ایک ڈھال تھا جس سے زندگی کی ہر مصیبت کو روکا جا سکتا تھا۔مفتی صاحب کا وہ جملہ صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ انما انا لکم مثل الوالد کا جیتا جاگتا ثبوت تھا اور شفقت پدری کی انوکھی مثال تھی،حقیقت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے اس کو مقال سے حال بنایا پھر مرتے دم تک اس کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر امانت داری کے ساتھ نبھاتے ہوئے اس عاجز پر احسان عظیم فرمایا۔

وہ ایام میں کیسے بھول سکتا ہوں کہ مدرسے سے جب بھی کسی دن غیر حاضر ہو جاتا تو اس شام مفتی صاحب میرے گھر تشریف لے آتے اور مجھے واپس مدرسہ لے جاتے ۔یہاں تک کہ اگر کسی طالب علم کا مدرسے میں داخلہ انتظامی امور کی وجہ سے موقوف رہتا تو مفتی صاحب اس طالب علم کو مدرسہ میں داخلہ ملنے تک اپنے گھر میں رکھتے اور قیام وطعام کا انتظام فرماتے تھے۔مفتی صاحبؒ کا یہ اخلاص الفاظ کی بندشوں سے ماوراء ہے،اس اخلاص کی گہرائی کا تصور بھی مجھ جیسے طالب علم کی پہنچ سے بالاتر ہے۔

سن ۲۰۱۸ میں اس عاجز کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج کی سعادت نصیب ہوئی ،سفر میں روانگی کے وقت حضرت مفتی صاحبؒ سے ملاقات ہوئی،مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ''میاں دعائیں قبول ہونے کا وقت ابھی سے شروع ہے،خوب دعائیں مانگو''۔

اللہ تعالیٰ نے بس میں بیٹھتے ہی میرے دل میں یہ خیال ڈالا اور میں نے دعا کی۔''یا اللہ میری والدہ میرے ساتھ ہیں، والد صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے، یا اللہ آپ کے لئے کیا مشکل ہے کہ میرے استاذ محترم حضرت مفتی صاحبؒ کو رفیق سفر بنادے''۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے عمرے میں بھی دعا کی۔

دو چار دن کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کے فرزند ارجمند مفتی عبدالرحمن محمد میاں صاحب، دام اقبالہ، کا فون آیا کہ مفتی صاحبؒ سفر حج کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔میں رب ذوالجلال کے دربار عالی میں شکر بجالاتے ہوئے سجدہ میں گر پڑا۔اللہ تیری شان کبریائی کہ اس حقیر فقیر کی درخواست کو تو نے قبولیت سے نوازا۔حالانکہ اس سال سفر حج حضرت مولانا عبدالقوی صاحب مدظلہ العالی کا طے تھا۔کسی وجہ سے اُن کا سفر ملتوی ہوا اور ان کی جگہ مفتی صاحبؒ سفر حج پر تشریف لائے۔

سفر کی رفاقت نے مفتی صاحب کو اور زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع دیا،عقیدت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا،مفتی صاحب کی برکت سے بے شمار اکابرین سے ملاقات کا شرف ملا۔جب بھی سوچتا ہوں تو ہر پل اس سفر کا ذہن میں مستحضر ہوتا ہے۔اللہ! میں تیری کون کونسی نعمتوں کا شکر ادا کروں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب بھی زندگی کے ایام گردش میں آتے ، حالات سنگین ہوتے نظر آتے ، آزمائش کی آندھیوں کا رخ میری زندگی کی طرف ہوتا تو سب سے پہلے میں حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات گرامی کو فون کرتا اور کہتا کہ مفتی صاحب مجھے آپ کی خدمت میں بلا لیجئے میں آپ کی خدمت میں آجانا چاہ رہا ہوں۔ ہر بار مفتی صاحبؒ کا جواب ہوتا کہ میاں وہیں رہ کر کام کرو۔ جب تک اللہ پاک وہاں رکھے اطمینان سے رہو، خود سے آنے کا ارداہ نہ کرو۔

فرماتے کہ ہماری دلی تمنا ہے کہ ہر شاگرد تم جیسا خوش نصیب ہو کہ اس کے پاس دنیا بھر کے طلبہ کسب فیض کرتے ہیں اور علم قرآن سے آراستہ ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو اس بات سے بے حد خوشی ہوتی کہ یہاں شارجہ میں ہمارے پاس ہندوستان سمیت مختلف ممالک (امریکہ، سری لنکا ، بنگلا دیش، پاکستان ساوتھ افریقہ، یوکے وغیرہ) کے طلبہ پڑھتے ہیں اور ان میں سے کئی طلبہ احقر کی نگرانی میں حفظ کلام پاک کی تکمیل کر چکے ہیں۔ مفتی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ان سب کے ثواب کا ایک وافر حصہ ہم سب کو مل رہا ہے اس بات کی مجھے بہت خوشی ہے۔

مفتی صاحبؒ سے والہانہ تعلق کا ایک اہم سبب آپؒ کی سادگی اور بے تکلفی تھی۔ میرے چھوٹے بھائی کو اللہ نے نرینہ اولاد سے مالا مال کیا، میں نے حضرت مفتی صاحبؒ کو فون کیا اور درخواست کی کہ حضرت دعا اور تحنیک کے لئے آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے سعادتمندی کا باعث ہے۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ ’’ٹھیک ہے میں ضرور جاؤں گا‘‘۔ مفتی صاحب وہاں پہنچے دعاؤں سے نوازا۔ اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ حضرت مفتی صاحب اسی وقت سفر سے تشریف لائے تھے۔ تھکاوٹ کے باوجود آپؒ وہاں تشریف لے گئے۔ اس طرح کے بے شمار احسانات مفتی صاحبؒ کے مجھ پر ہیں۔ بس اللہ مفتی صاحب کو جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مفتی صاحب کے جانے کے بعد میں اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کر رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت بھی اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا حضرت کے انتقال کے وقت سے اب تک ہو رہا ہے۔ قضاء وقدر پر ایمان ہمارا عقیدہ ہے، دل ہمارے مغموم ہیں آنکھیں نمدیدہ لیکن ہم وہی کہیں گے اور کریں گے جس کا اللہ نے حکم دیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

اللہ ہمیں مفتی صاحبؒ کی نصیحتوں پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ اب جو اکابرین ہمارے باحیات ہیں، اللہ ان سب کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کا سایہ عافیت کے ساتھ تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

میرے مشفق و مربی سیدی و مرشدی و مولائی

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محب و معتقد شاگرد محمد عنایت علی نلگنڈہ

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب ؒ بروز بدھ ۸ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ 18 اگسٹ 2021ء بوقت تہجد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے انا للہ و انا الیہ راجعون اللہ حضرت والا کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

میرے سرپرست مجھے پہلے اشرف العلوم میں داخلہ دلوانے کے لئے لے گئے تھے اس وقت میری کم عمری کی وجہ سے مولانا محمد عبدالقوی صاحب نے فرمایا ہمارے بڑے بھائی کے مدرسہ میں داخلہ کروادیں پھر مدرسہ سبیل الفلاح لاکر داخلہ کرادیا گیا، ناظرہ سے الحمد اللہ 20 پارے مکمل ہوئے لیکن گھر کے حالات کی وجہ سے مدرسہ ھٰذا سے نکلنا پڑا، اس دوران جو لمحات مدرسہ ھٰذا میں گزرے وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کا ڈر ہر طالبِ علم کو تھا اور رہتا تھا لیکن حضرت کی محبت ہر طالبِ علم کو ایسے کھینچتی تھی جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچتی ہے کوئی بھی قریب جاکر بیٹھ جاتا، خدمت کر کے واپس آجاتا، میرا تعلق ان سے تب بڑھا جب میں ہفتہ واری انجمن جو انجمن اصلاح البیان کے نام سے مدرسہ ھٰذا میں تھی، میرے استاذ محترم حافظ وسیم الحق دانش صاحب جن کی محنت، محبت فکر و جستجو سے میں نعتیہ کلام ہر جمعرات کو پڑھا کرتا تھا، ایک مرتبہ اتفاق سے مولانا انیس احمد آزاد قاسمی بلگرامی دامت برکاتہم کا بیان تھا اس سے قبل نعت پڑھنے کے لئے مجھے مدعو کیا گیا تو نعت کے اشعار یہ تھے۔

ہر چیز یہاں نور کے سانچے میں ڈھلی ہے
اے شوق ذرا دیکھ یہی شہرِ نبی ﷺ ہے

جب یہ اشعار حضرت مولانا نے سنے تو بہت خوش ہوئے اور مجھے اپنے سینے لگا کر دعائیں دیں، (اور فرمایا بالکل تازہ کلام آپ نے پڑھا اور میری یہ نعت کی کتاب ابھی طبع ہوئی ہے اس میں سے آپ نے یہ نعت پڑھی، آواز بھی دل کو چھوتی ہوئی گزر گئی اور الفاظ بھی اچھے سے ادا کئے اس کے بعد مہمان خانہ بلا کر 100 روپیہ انعام دیے اور مجھے اپنے بیاگ سے نئی طبع کی ہوئی کتاب نکال کر ہدیہ فرمائی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء)

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دل میں میرے لئے جگہ بن گئی، جو میرے لئے باعث سعادت کی بات تھی، جہاں کہیں شہر میں جلسے ہوتے عظمتِ صحابہؓ کانفرنس و سیرت و مشاعرہ ہر جگہ لے کر جاتے اور اپنے ساتھ رکھتے، میرا پورا نام محمد عنایت علی ہے؛ لیکن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مجھے (عنایت باقری) کے لقب سے یاد فرماتے، اور کہتے کہاں ہے جناب! کہاں رہ گئے؟ نکلنا ہے ابھی چلنا ہے نا... ساتھ میں،

میرا حفظ کچھ ساتھیوں کے ساتھ شروع فرمایا اور میرے لئے شرط تھی پارہ ۳۰ اور پنج سورہ مکمل کرنے کے بعد حفظ میں ڈالیں گے خصوصاً ایک استاذ حافظ نصیر الدین صاحب فیضی کا انتخاب فرمایا، شرط کے مطابق حفظ شروع ہو گیا، حضرتِ والاؒ کے داماد حافظ عبدالکریم صاحب فیضی کے پاس ۲/ پارے حفظ کیا ہی تھا کہ پھر درجات تقسیم ہوئے، حضرت مفتی صاحبؒ کے چوتھے بھائی حافظ عبدالحئی صاحب کے پاس ۳ تا ۹ پارہ مکمل ہوئے، پھر مولوی عبدالرحمٰن پٹیل صاحب کے پاس ۱۰ سے حفظ پڑھتا رہا۔ مفتی صاحبؒ کی مہربانیاں ختم نہ ہوئی مدرسہ سے نکل جانے کے بعد بھی بڑا اکرام اور شفقت محبت کا معاملہ فرماتے رہے، کبھی نلگنڈہ تشریف لاتے تو یاد فرماتے ملاقات کرنے پر حالات دریافت فرما کر مصروفیت پوچھتے ...ایک ملاقات کے دوران ''9 منٹ میں 9 قرآن پڑھنے کا ثواب'' کتاب کے طباعت کے سلسلہ میں بات ہوئی تو بہت خوش ہوئے حضرت کی بہت قدیم تصنیف تھی کتاب کو دیکھ کر فرمایا: واہ بھائی! بہت اچھے ہماری کتاب آپ کے پاس موجود ہے۔ پھر کافی دنوں تک ملاقات نہ ہو سکی، ہمیں کیا پتہ کہ اللہ سے ملاقات کا وقت قریب آ رہا ہے کیوں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی جسمانی و روحانی طبیعت کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا بیمار ہیں یا ہو گئے۔ پھر عیادت کے لئے ۳ مرتبہ حضرت سے ملاقات ہوئی ،فرمایا: آپ کا ایک کام نہیں کر سکا جو ہماری بات ہوئی تھی کتاب کے طباعت کے سلسلہ میں، اللہ اللہ حضرتِ والا کا کیا ہی خوب حافظہ ہے، جو ایسی حالت میں بھی کچھ کام باقی ہے اس کو یاد کیا۔ میں آنسو بھر لایا اور دل ہی دل میں ملامت کرنے لگا۔ اب تو دعا کے محتاج ہو گئے تھے لیکن کچھ کام کو اپنے لئے باقی اور امانت کے سمجھ کر معذرت فرما رہے ہیں، قربان جاؤں ان کی بے پناہ محبت پر ان کی خدمتوں اور ان کی مصلحتوں اور مشوروں پر اللہ حضرتِ والا کی مغفرت فرمائے، جنت میں ان کا پڑوس ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین

زندگانی تھی تری ماہتاب سے تابندہ تر!

جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے زیر اہتمام منعقدہ اجلاس میں پیش کردہ تاثرات کے اقتباسات

ترتیب: حافظ محمد عمر نظام آبادی

متعلم: دعوہ اسلامک اکیڈمی حیدرآباد

روزِ اول ہی سے یہ خدائی دستور اور کائناتی نظام چلا آ رہا ہے کہ جو شخص بھی اس گلشنِ فانی میں آنکھیں کھولتا ہے اس کا اس دنیا سے چلا جانا ایک یقینی امر ہے، کسی کو یہاں بقا نہیں، اسی قانونِ ازلی کے مطابق ۸ محرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸ اگست ۲۰۲۱ء کو رہبرِ قوم و ملت، قائدِ جمعیت حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحبؒ مظاہری اپنی حیاتِ مستعار کے قیمتی لمحات دین و شریعت اور ملک و ملت کی خدمت کے لیے وقف کر کے ہزاروں شاگردوں اور سیکڑوں عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون

یقیناً مفتی صاحبؒ کی رحلت ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک عظیم خسارہ اور بڑا سانحہ ہے، اور آپ کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا اس عہدِ زوال اور دورِ قحط الرجال میں عنقاء ہے؛ کیوں کہ مفتی صاحب کی دل آویز شخصیت ملت کے لئے شجر سایہ دار اور متاعِ گراں مایہ تھی، اور آپ اپنی متنوع دینی و ملی، سیاسی و سماجی خدمات کی وجہ سے عوام و خواص میں ہر دل عزیز تھے، اور آپ کی خدمات میں تنوع کا عالم یہ تھا کہ کبھی وہ سٹی جمعیت علماء گریٹر حیدرآباد کے پلیٹ فارم سے ملت کو درپیش سیاسی مسائل حل کرتے نظر آتے، کبھی محکمہ شرعیہ کے ذریعہ سماجی مسائل و خانگی رنجشوں کا فیصلہ کرتے دکھائی دیتے، اور کبھی حریمِ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہمہ وقت کوشاں اور تقدسِ صحابہ کو بیان کرنے کے لئے ہر آن مستعد رہتے؛ مختصر یہ کہ دین متین کے اس سچے خادم نے خدمات سے بھری زندگی گزار کر حقیقی سکون اور اصلی راحت پانے کے لئے داعئ اجل کو لبیک کہا؛ آپ کی رحلت سے ایسا محسوس ہونے لگا کہ علم و عمل کی ایک روشن شمع ہمیشہ کے لئے گل ہو گئی، اور بزرگانِ دین اور اسلاف و اکابر

کی پاکیزہ روایات کا امین و پاسبان منہ موڑ گیا۔

جان کر من جملہ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

مجلسِ تحفظ ختم نبوت:

ناموسِ رسالت کا تحفظ آپ کی زندگی کا مشن رہا پھر جب مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی تو اس کے نائب صدر منتخب کیئے گئے اور کل ۲۱ سال تک اس عہدے پر فائز رہے، جب جب اور جہاں جہاں ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جانا پڑا ہر وقت تیار رہے کبھی پیچھے نہیں ہٹے؛ حتیٰ کہ دیہاتوں میں جا جا کر قادیانیت سے متأثر لوگوں کو سمجھاتے، غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے حقائق سے آگاہ کرتے، عقائد کی اصلاح کرتے، توبہ کرا کے مسلمان بناتے تھے؛ یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحبؒ کی تدفین کے وقت ایک شخص نے مرشدی و سیدی حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم سے کان میں کہا: "ہم سات گھرانے کے لوگ آئے ہیں جو قادیانیت کا شکار ہو گئے تھے مفتی صاحبؒ نے ہمیں اس دلدل سے نکال کر توبہ کرائی اور ایمان کی دولت سے مشرف کیا تھا"

یہ مفتی صاحبؒ کی بے لوث خدمت ہی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے، اور اس کے علاوہ بھی بے شمار خدمات ہیں جو آپ نے تحفظِ ختمِ نبوت کے حوالہ سے سرانجام دیں۔

تقدسِ صحابہ کرامؓ:

مفتی صاحبؒ کو صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیت سے عشق کے درجہ میں محبت تھی، بڑے ہی عظمت کے ساتھ ان کا نام لیتے، اور محرم کا پورا مہینہ شہر میں مختلف مقامات اور الگ الگ جگہوں پر جلسے اور پروگرام منعقد کرتے، نوجوانوں کو جوڑتے، اور صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدین اور حضرات حسنینؓ اور امیر معاویہؓ کے فضائل و مناقب پر خوب سیر حاصل گفتگو فرماتے، شیعیت کا رد بھی خوب کرتے، اہلِ بیت کی توقیر میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے، اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا، اور بڑی روانی سے بالکل صاف صاف بیان کرتے، اور سامعین کو زبان حال سے یہ کہنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

آپ کی سحر البیان، آپ کا طرز خطاب
جو بھی سنتا آپ کو، کہتا تھا وہ هل من مزید

بے لوث خدمت!

حضرت مفتی صاحبؒ جو کام کرتے تھے وہ بے لوث کیا کرتے تھے کہیں کسی کام کے پیچھے صلہ، ستائش، تمنا

اور اس کے بعد کسی شکریہ کے امید تو بہت دور کی بات کہیں اسکا وہم وخیال بھی محسوس نہیں ہوا۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی مختصر زندگی میں بہت سی دینی خدمات سرانجام دی؛ عزم و ہمت کے کوہِ گراں مایہ تھے، حالات کیسے بھی ہوں، موافق ہو یا نا مساعد، کسی بھی قسم کے مسائل ہوں، کبھی مفتی صاحبؒ پیچھے ہٹا نہیں کرتے تھے، جس بات کو سونچ لیتے اس کے لئے آگے ہی بڑھتے چلے جاتے۔

اوصاف وخصوصیات:

حضرت مفتی صاحبؒ ایک مثالی شخصیت تھے، آپ کے قابلِ ذکر اوصاف کا تذکرہ اخلاف واصاغر کے لئے مشعل راہ ہے؛ چنانچہ آپ کی شخصیت تواضع وانکساری، خوش مزاجی وخودنوازی، تقوی و پرہیزگاری، اتباعِ سنت اور شستہ وشگفتہ اخلاق کی حامل تھی، استقلال واستقامت، عزم بالجزم، توازن واعتدال اور ملت کے مسائل کے لئے شب وروز متفکر وسرگرداں رہنا آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی، اپنی متانت وسنجیدگی، میانہ روی وحسن انتظام سے ہر طبقے کو متأثر کردیا تھا، انقلابی فکر اور صحیح سمت میں صحیح اور فوری اقدام کرنے کی جرأت رکھتے تھے، ملت کے سیاسی مسائل کو حل کرنے کے لئے جہاں تک پہنچنا ممکن ہو پہنچنے سے گریز نہیں کرتے تھے، بایں ہمہ سادگی اس درجہ تھی کہ آپ نے جدید ترین دور میں رہتے ہوئے تن آسانی وراحت طلبی کے تمام اسباب میسر ہونے کے باوجود مؤمنانہ اور صابرانہ زندگی گزاری، مادیت کے موجوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھا، حرص و ہوس کے صحرا میں قناعت و دیانت پر ثابت قدم رہے، اور نئی تہذیب کے بیاباں میں پرانے چراغ جلائے، صرف یہی نہیں؛ بلکہ چھوٹوں کو لے کر کام کرنا اور آگے بڑھانا آپ کا خصوصی امتیاز تھا اور جب بھی خوانگی وملی خدمات میں جو رنجشیں پیش آتی تو اس پر شکایت اور تکلیف کا اظہار تو فرماتے؛ لیکن کبھی اپنے طرزِ عمل میں بدلاؤ نہیں لاتے، اور تعلقات میں کوئی فرق نہ آنے دیتے اور برابر مخلصانہ کام کرتے رہتے، ہر ایک سے دل صاف رکھتے تھے، مردم گری اور رجال سازی میں بھی بے نظیر تھے مختصر یہ کہ

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نظر دل نواز

اتباعِ سنت کا اہتمام اور ذوق!

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ پوری دلسوزی کے ساتھ دیہاتوں کا رخ کرکے صحیح عقائد سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے اور اشیاء ضروریہ کی فراہمی ان کی ضرورتوں کی تکمیل کرتے، ہر رمضان میں خاص طور پر تعاون کرتے؛ لیکن ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک علاقے کے لوگوں نے آپ سے کچھ مطالبہ کیا؛ لیکن کسی مصلحت کی

بنا پر آپ نے ان کے مطالبہ کو پورا کرنا مناسب نہیں سمجھا تو نفی میں جواب دے دیا تو وہاں کے لوگوں نے آپ کی بدتمیزی کی، برا بھلا کہا، دیہاتی اپنے اصلی رنگ میں اتر آئے، پھر آپ وہاں سے واپس آ گئے؛ لیکن جوں ہی رمضان المبارک قریب آیا تو آپ نے ان کے تعاون کی تیاری اور فکر کی تو مولانا ارشد علی قاسمی صاحب نے تعجب سے پوچھا: کیا اس مرتبہ بھی آپ ان کا تعاون کریں گے؟ تو مفتی صاحبؒ نے جواب دیا کہ "یہی تو موقع ہوتا ہے اور یہی سنت نبوی بھی کہ برا سلوک کرنے والوں سے بھلا سلوک کرے" اتباع سنت کا کیا اہتمام اور کتنا ذوق تھا! گویا ؎

انسانیت کے دشت کو حیران کر گیا
کہنا پڑے گا واقعی احسان کر گیا
لوگوں کے کام آئے تفریق کے بغیر
انسانیت یہی ہے وہ اعلان کر گیا

آپ کی مقبولیت اور جنازہ کا منظر:

مفتی صاحبؒ ایک مردِ جفاکش اور پختہ عزم وارادہ کے انسان تھے، ان کی پوری زندگی لوگوں کی خدمت اور جہد مسلسل سے عبارت تھی، اتحادِ ملت کے لئے کوشاں رہنے والے اور بے باکی وجرأت کے ساتھ ملت کی خدمت انجام دینے میں بے مثال تھے، فعال روشن ضمیر، اہلِ نظر، صاحبِ بصیرت وصاحبِ نسبت عالمِ دین تھے جن کی مخلصانہ خدمات کا دائرہ ہر میدانِ عمل کو محیط تھا۔

وہ بے باک عالم تھے تو بے داغ ملی قائد بھی
زینتِ محراب و منبر تھے تو رونقِ محفل بھی

یہی وجہ ہے کہ عوام وخواص میں غیر معمولی مقبولیت ومرجعیت آپ کو حاصل تھی، جس کا اندازہ آپ کے جنازہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اتنی کثیر تعداد نے شرکت کی کہ ہر طرف سروں کا سمندر نظر آ رہا تھا۔

یہ حضرت کا دیکھو سفر آخری ہے
جنازہ نے ان کے گواہی یہ دی ہے
کہ ملت کی خاطر جو دن رات کاٹے
اسے رو کے دنیا نے رخصت کیا ہے

(بقیہ صفحہ: ۱۸۱ پر)

آہ! میرے استاذ محترم!

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمہ اللہ

از: مولانا بلال ہنگولی

ریاستِ تلنگانہ و آندھراپردیش کی مشہور و معروف شخصیت میرے استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمہ اللہ ناظم مدرسہ سبیل الفلاح وصدرسٹی جمیعۃ علماء گریٹر حیدرآباد چندروز قبل اس دارِ فانی سے کوچ فرما کر اپنے مالکِ حقیقی سے جاملے مفتی صاحبؒ کی زندگی ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے مفتی صاحب ایک ہمہ گیر ہمہ جہت شخصیت اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، باذوق انتہائی ذہین اور ایک مضبوط حافظہ وصحت کے حامل تھے، مفتی صاحب جہاں علمی حلقہ سے وابستہ تھے وہیں سیاسی سماجی رفاہی وغیرہ تنظیموں سے بھی منسلک تھے، مفتی صاحب نے جہاں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں نمایاں کردار ادا کیا وہیں پر دین کی سربلندی اور عامۃ الناس کے فائدہ کے پیش نظر اپنے مسلک ومشرب پر قائم رہتے ہوئے ہر ایک سے ربط وتعلق باقی رکھا، گھل مل کر کام کیا اور مفتی صاحب کی سادگی وسادہ مزاجی خوش اخلاقی ونرم طبیعت کی وجہ سے دیگر مسالک کے افراد نے بھی جڑ کر کام کیا جس کا ثبوت جنازہ کے منظر کی ایک جھلک ہے کہ جس میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے شرکت کی۔

مفتی صاحبؒ نے حفظ کی تعلیم فیض العلوم سے مکمل کی، بعدہٗ ہردوئی، گنگوہ میں آگے کی تعلیم حاصل کی اور فراغت مظاہر العلوم سہارنپور سے ہوئی، بعد فراغت ابتداءً فیض العلوم ہی میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر حضرت شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ کے حکم سے اڈیشا میں دعوۃ الحق کی ایک نئی قائم شدہ شاخ میں تبادلہ ہوا مفتی صاحب کی محنت ولگن کا نتیجہ وثمرہ کہ تین سال کی مدت میں تین سو سے زائد طلبہ نے شمولیت اختیار کرلی تھی، اطراف واکناف میں اجتماعات کا نظام لوگوں میں مسائل کے شعور بیداری کی مہم وغیرہ خدمات انجام دیں پھر حضرت ہردوئی ہی کے حکم سے فیض العلوم تبادلہ ہوا۔

قرآن کے ساتھ ایک خاص قسم کا شغف تھا ہر روز ایک پارہ کا معمول تھا، بعد حفظِ فراغت کبھی تراویح کا ناغہ نہیں ہوا لیکن امسال علالت کی وجہ سے نہ سنانے پر بار بار افسردگی کا اظہار فرماتے رہے، ہر سال تراویح کے اختتام پر لوگوں کو اکٹھا کرتے اور کسی بااثر شخصیت سے بیان کرواتے، چھوٹوں پر بہت زیادہ شفیق اور بڑوں کا بہت احترام کیا کرتے تھے، مفتی صاحب کا ایک خاص وصف مشکل مسائل کو انتہائی آسانی سے سلجھاتے چاہے وہ عائلی مسائل ہوں یا کوئی اَور، مدرسہ سبیل الفلاح میں شام پانچ بجے سے رات دس بجے تک دارالقضاء میں لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے وقت دیتے، مفتی صاحب کے برادرزادے استاذِ محترم مفتی عبدالملک انس صاحب قاسمی نے بتایا کہ ایک مسئلہ بڑا پیچیدہ تھا جو تین ماہ سے حل ہی نہیں ہو پا رہا تھا مفتی صاحب نے پندرہ بیس منٹ میں اس کو حل کر دیا۔

مزاج انتہائی سادہ ہر ایک سے ہم عمر کی طرح بات کرتے اور کہیں کہیں چھوٹا بن کر بھی کام کرتے تھے جمعیۃ علماء کے انتظامی مسائل میں کبھی حالات پیچیدہ ہوتے تو آسانی سے اس کو حل کر دیتے کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے وقت کا ضیاع بالکل پسند نہیں تھا، ہمیشہ متحرک و فعال رہتے ماتحتوں کو ہمت دلانے کا ایک خاص مزاج تھا صاحب الرائے شخصیت تھے، جب بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا اچھی طرح جواب دیتے جس سے سائل مطمئن ہو جاتا تشنگی میں سیرابی کا کام کیا کرتے تھے،

جمعیۃ علماء کے تحت عظمتِ صحابہؓ کانفرنس کا انعقاد مفتی صاحب کا سب سے نمایاں کام رہا ہے دکن میں شیعیت کے غلبہ کی وجہ سے بالخصوص حیدرآباد چھتہ بازار جہاں مفتی صاحب کا مدرسہ ہے یکم محرم الحرام سے عظمتِ صحابہؓ کے عنوان سے جلسوں کا آغاز کرتے، مفتی صاحبؒ نے بڑی عرق ریزی و جانفشانی کیساتھ جمعیۃ علماء کے کام کو حیدرآباد میں آگے بڑھایا، مفتی صاحبؒ بہت سے مدارس کے ذمہ دار تھے، مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد کے بانی و ناظم تھے، مجلسِ علمیہ کے رکن اساسی تھے، تحفظِ ختمِ نبوت کے نائب صدر اور ماقبل صدر بھی رہ چکے تھے، سٹی جمیعۃ علماء حیدرآباد کے صدر تھے، ان سب کے علاوہ اکابرین کی خصوصی توجہات حاصل تھی، بزرگانِ دین سے خلافت ملی ہوئی تھی، جس کا علم بعد انتقال ہوا۔ بہرحال مفتی صاحب کی رحلت امت کا عظیم نقصان ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو نعم البدل عطا فرمائے، مغفرتِ کاملہ فرمائے، حسنات کو قبول سیئات کو درگذر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

باب دوم

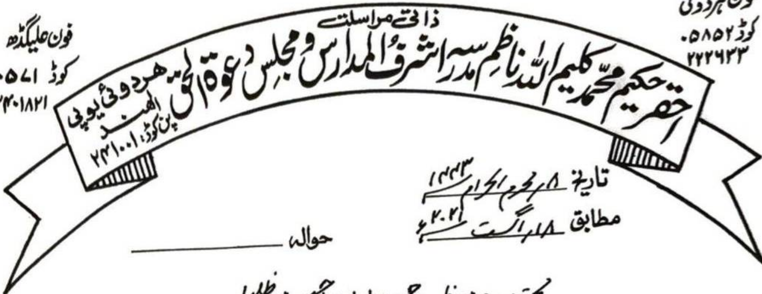
تاثرات و مکتوباتِ تعزیت

تعزیتی مکتوب

از: حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ و جانشین حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

باسمہ تعالیٰ



ذاتی مراسلت

احقر حکیم محمد کلیم اللہ ناظم مدرسہ اشرف المدارس و مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی الہند پن کوڈ ۲۴۱۰۰۱

فون علیگڈھ کوڈ ۰۵۷۱ ۲۴۰۱۸۲۱

فون ہردوئی کوڈ ۰۵۸۵۲ ۲۲۲۶۲۳

تاریخ ۸ر محرم الحرام ۱۴۴۳

مطابق ۱۸ر اگست ۲۰۲۱ء

حوالہ ________

محترمہ و معظمہ چچی جان صاحبہ مدظلہا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مفتی عبدالمغنی رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصہ سے علیل تھے طبیعت کے متعلق اطلاع ملتی رہی اور ان کیلئے مسلسل دعاء کی توفیق ہو رہی تھی آج علی الصباح ان کی رحلت کی اطلاع ملی دلی صدمہ ہوا اناللہ وانا الیہ راجعون بہرحال ان کا وقت پورا ہو گیا وہ دنیا سے چلے گئے اب ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ باجل مسمّٰی فلتصبر ولتحتسب پر نظر و عمل ہو وہ حضرت والا ہردوئی نوراللہ مرقدہ کے شاگرد ان کے تربیت یافتہ بہت خدمت گذار خصال اور متحرک تھے مجھ سے بہت محبت کرتے تھے اصلاحی تعلق بھی رکھتے تھے اپنے حالات کی اطلاع اور مشورہ بھی لیتے رہتے تھے ان کی حیات میں التزاماً ان کی ترقی اور کامیابی کیلئے دعاء کرتا تھا اب ان کی مغفرت اور رفع درجات کیلئے دعاء کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائیں مغفرت فرماکر درجات بلند فرمائیں آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائیں

آپ کیلئے اور آپ کی اولاد کیلئے خصوصاً عزیزم مخلصم مولوی عبدالقدیر سلمہٗ کیلئے التزاماً دعاء کرتا ہوں سب گھر والوں سے میری طرف سے تعزیت مسنونہ سب کیلئے دل سے دعاء کرتا ہوں

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر جو انہوں نے اپنی حیات میں کہا ہے وہ تحریر ہے

لوگ کہتے ہیں مظہر مر گیا اور مظہر در حقیقت گھر گیا

والدہ انس سلمہٗ بھی سلام اور تعزیت مسنونہ پیش کر رہی ہیں

والسلام

شریکِ غم

کلیم اللہ

تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا مفتی سعید احمد پرنام بٹی مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

No. 41/23, Mulla Street,
PERNAMBUT - 635 810.
Vellore District (T.N.)
Ph : 04171 - 230066

بندہ سعید احمد غفرلہ
پرنام بٹ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محبی ومکرمی مولانا محمد عبد القوی صاحب زاد مجدکم و برادران و فرزندان مفتی صاحب رح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

در شنبہ ۸ رمحرم ۱۴۴۳ھ کی نماز فجر کے بعد یہ معلوم ہوکر بے حد صدمہ ہوا کہ محبی ومحترمی حضرت مولانا مفتی عبد الغنی صاحب داغ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمہ جہت شخصیت اور متنوع علمی، دینی، ملی واصلاحی خدمات رکھنے والے بافیض عالم دین تھے، انہوں نے علم دین کے فروغ اور مخلوق خدا کو فیض رسانی کے لئے کئی محاذوں پر بڑا کام کیا، نت نئے فتنوں کی سرکوبی اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں انکی قابل تحسین خدمات تھیں، اللہ رب العزت مفتی صاحب کی جملہ خدمات کو قبول فرمائے، انہیں اپنے جوار خاص جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور انکے جملہ پسماندگان، متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

والسلام
سعید احمد غفرلہ
۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ

تاثراتی کلمات

از: حضرت مولانا زکریا صاحب سنبھلی مدظلہ العالی

استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریباً پچاس سال قبل ۱۹۷۰ء کے بعد کی بات ہے کہ جب میں باندہ میں حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی ؒ کے مدرسہ میں پڑھاتا تھا، پہلے حیدر آباد کے ایک طالب علم (مولانا) احمد عبد اللہ طیب نام کے مدرسہ میں آئے، نہایت شریف، سنجیدہ، پڑھنے والے، پھر ایک اور طالب علم پتلے دبلے حیدر آباد ہی کے آئے، وہ نہایت تیز طرار، چلنے کے بجائے ہمیشہ دوڑنے والے لیکن پڑھنے والے، نہایت شریف، درجہ میں سوال کرتے تو بہت ہی اچھا اور معقول سوال کرتے تھے، مطالعہ کا رواج وہاں تقریباً نہیں تھا؛ لیکن یہ دونوں طالب علم مطالعہ بھی کر کے آتے تھے، دوسرے کا نام مولوی محمد عبد المغنی تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ دور کے ہونے کی وجہ سے اِن دونوں پر حضرت باندوی ؒ کی عنایات بھی بہت تھیں، اور مجھے بھی ان سے انسیت تھی، جس کی وجہ سے یہ دونوں مجھ سے بہت قریب ہو گئے تھے۔ عبد المغنی بعد میں مولانا مفتی عبد المغنی صاحب بنے، جتنے دن وہاں رہے نہایت سعادت مندی کے ساتھ، درجہ کی پابندی، مطالعہ کی پابندی، مسجد میں حاضری کی پابندی اور حضرت باندویؒ کے قرب کی وجہ سے جو اور ذمہ داریاں ان کے اوپر ہو گئی تھیں، ان کی بھی پابندی کرتے تھے، اپنے درجہ میں ممتاز طالب علم تھے، بہت محنت سے پڑھتے تھے، اور تعلیم کے علاوہ اور جو دینی کام تھے ان میں بھرپور حصہ لیتے تھے، اسی زمانہ میں جمعرات میں رات کو طلبہ میں تقریروں کی مشق کا سلسلہ شروع ہوا، غالباً یہ بھی اس میں حصہ لیا کرتے تھے، طالب علمی کے زمانہ میں طلبہ میں جو کمیاں ہوتی ہیں، وہ ان میں بالکل نہیں تھیں، مزاج میں جیسا میں ابھی عرض کیا پُھرتی تھی، حضرت باندویؒ کو کسی کام کے لئے جاتے دیکھتے تو یہ دوڑ کر جاتے تھے، چلنا نہیں جانتے تھے، اس وجہ سے یہ نمایاں اور ممتاز نظر آیا کرتے تھے، ان کی یہی صفات مظاہر علوم سہارن پور میں بھی رنگ لائیں، اور پڑھنے والوں میں اچھے اور ممتاز طالب علم رہے، اچھے اور

ممتاز طالب علم ہی کو دارالافتاء میں داخلہ ملتا ہے، انہوں نے بھی دارالافتاء میں داخلہ لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مفتی بھی ہو گئے ہیں ۔ پھر جب میں ہتورا باندہ سے لکھنو چلا آیا تو مجھے ندوہ میں مکان بھی مل گیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اساتذہ کے لئے مکانات کا انتظام بھی ہوتا تھا، وہاں مجھے بھی ایک اچھا سا مکان ملا، مولانا عبدالمغنی صاحبؒ کا تعلق خاندانی طور پر حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ سے تھا، یہ کبھی کبھی ہردوئی آتے جاتے تو لکھنو میں میرے یہاں بھی آیا کرتے تھے، تھوڑی ہی دیر کا قیام ہوتا تھا لیکن وہ میرے ہی پاس ہوتا تھا، کھانا ہوتا تو میرے ہی یہاں ہوتا تھا، یہ میرے ان کے تعلق کی بات تھی جو انہوں نے باندہ میں میرے ساتھ رکھا تھا، یا میں نے ان کے ساتھ رکھا تھا، باتیں خالص دینی اور علمی ہوا کرتی تھیں، مزاج کی تیزی و برق رفتاری یہ بھی ان کے دینی، علمی سفر میں معاون ہوئی، اور ذی استعداد مفتی تھے، کاموں کو اوڑھ لیتے اور اپنی ذمہ داری میں لے لیتے۔

ہندوستان کے جن شہروں کا نام بچپن سے سنا تھا، اور جن کی ایک درجہ کی محبوبیت دل میں بیٹھی ہوئی تھی ان شہروں میں اپنی اسلامی تہذیب کی وجہ سے سب سے نمایاں شہر حیدرآباد تھا، دل میں شوق تھا کہ کبھی حیدرآباد کی زیارت نصیب ہو جائے، ہمارے مفتی محمد عبدالمغنی صاحبؒ اس شرف کا ذریعہ بنے، انہوں نے اپنے بھائی حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب کے مدرسہ کے بچوں میں بات کرنے کے لئے ہمیں بلایا، اور یہ ہمارا حیدرآباد کا پہلا سفر اور اُن کے خاندان سے پہلا تعلق تھا، جو الحمدللہ ابھی تک باقی ہے، حیدرآباد آکر معلوم ہوا کہ یہ خاندان تو بہت ہی قابل قدر اور پیروی کے لائق ہے، چونکہ اُن کے والد صاحب بہت ہی اللہ والے آدمی تھے، قریب ہی کے کسی اور علاقہ کے رہنے والے زمین دار تھے، اپنے اور اپنے اہل وعیال کے دین کو بچانے کے لئے اپنے علاقہ کو چھوڑ کر اور زمینیں بیچ کر حیدرآباد آگئے تھے، اوران کا حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ ہردوئی سے ایک طویل تعلق رہا تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی پوری زندگی میں حضرت ہی کے اثرات کو نمایاں رکھتے تھے، اولاد میں بھی سب میں حضرت ہردوئیؒ کے اثرات تھے، الحمدللہ یہ سب بھائی دین کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، اور بالکل ایسے لگتا تھا کہ جیسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے دین کے کاموں کے لئے ان کا اجتبا اور انتخاب کرلیا، سب بھائی حافظ ہوں، عالم ہوں، غیر عالم ہوں کسی نہ کسی طرح دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں، ہمارے مفتی صاحبؒ ــــ اللہ ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائے ــــ یہ بھائیوں میں سب سے بڑے بھی تھے اور فعال بھی بہت تھے، انہوں نے جگہ جگہ مکتب و مدرسہ قائم کر رکھا تھا، یہ بات ہم نے اسی خاندان میں دیکھی کہ خاندان کے افراد ان کے اعزاء سب کو ایک ساتھ جوڑے رکھنے کی کیسی صلاحیت ان میں ہے، اور سب کو دین کی خاطر جوڑے رکھے تھے، چھوٹے اپنے بڑوں کے نہایت مطیع وفرمانبردار ہوتے تھے، اور الحمدللہ اب بھی ہیں، اور

بڑے اپنے چھوٹوں پر آخری درجہ کے شفیق اور محبت کرنے والے تھے، مفتی صاحبؒ نے جہاں قدم رکھا وہاں مکتب قائم کردیا، اور بعض شہروں میں مدارس کا چلانا تو مشکل ہے، مسجدوں میں مکاتب کا چلانا نسبتاً آسان ہوتا ہے، میرے نزدیک تو ہمیشہ سے مکاتب کی افادیت بہت زیادہ ہے، ایک بات عرض کرتا ہوں" مکاتب میں پڑھنے والے بچے مسلمان بن کر نکلتے ہیں اور مدارس میں پڑھنے والے مولانا بن کر نکلتے ہیں،" مفتی عبدالمغنی صاحبؒ جگہ جگہ مکاتب قائم کئے، معلوم ہوا کہ شہر ہی نہیں، شہر کے باہر بھی ان کے مکاتب اور مدارس ہیں، جیسا کہ میں نے عرض کیا مفتی صاحبؒ کے مزاج میں الحمدللہ تیزی تھی، بھاگ بھاگ کر کام کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ان کاموں میں بھی ان سے اسی طرح خدمت لی، دین کا جو کام بھی ایسا ملا جس میں شرکت کی جاسکتی تھی حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے طریقہ پر انہوں نے اس کام میں شرکت کی، وہ جماعت سے بھی تعلق رکھتے تھے اور جمعیۃ العلماء سے بھی تعلق تھا، حیدرآباد میں الحمدللہ دینی کام کرنے والی تنظیمیں بہت ہیں، اس میں بھی وہ کام کرتے تھے، لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے کا جیسا ملکہ ان کے اندر تھا کم لوگوں میں ہوتا ہے، لیکن وہ اپنی ان باتوں کو زیادہ نمایاں نہیں کرتے تھے، باوجود اس بات کے کہ وہ صاحب علم وفضل اور مفتی ہوگئے تھے، میرے ساتھ ہمیشہ وہی تعلق رکھا جو ایک تلمیذ وشاگرد کو اپنے استاذ سے ہوتا ہے، میں ہر چند چاہتا تھا کہ وہ بے تکلف ہوں، لیکن وہ بے تکلف نہیں ہوتے تھے، اور پھر انہوں نے کئی کام کئے ہیں، دین کے بڑے بڑے کام کئے، جیسا کہ میں نے عرض کیا پورا خاندان پورا گھرانہ دینی کاموں میں لگا ہوا تھا، اور ان کے چھوٹے بھائی جو حیدرآباد کے علماء میں بہت ہی ممتاز اور نمایاں مقام رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے، حضرت مولانا عبدالقوی صاحب وہ بھی اس تیزی کے مزاج کے تو نہیں تھے، لیکن کام کرنے میں ایسی ہی سرعت وتیزی ہے، شہر اور شہر کے آس پاس، جیسے موقعہ ملا، جہاں موقعہ ملا کسی مسجد میں مکتب قائم کردیا، جو بعد میں الحمدللہ خوب برگ وبار لایا، میرے سامنے مثالیں ہیں ان ہی کی روشنی میں بات کررہا ہوں، شہر کے باہر جہاں ضرورت ہوئی وہاں بھی یہ کام کیا، حیدرآباد شہر بھی عجیب ہے، جب میں پہلی مرتبہ حاضر ہوا تو حیدرآباد میں اسلامی تہذیب بہت نظر آتی تھی، بڑے ہی نہیں چھوٹے بھی، نوجوان بھی سر پر ٹوپی اور بعضوں کے سر پر ترکی ٹوپی اور کرتہ پائجامہ نمازی، مسجدیں بھری ہوئیں لیکن اس کے باوجود وہاں فرقہ بندیاں بھی بہت تھیں، وہاں غیر مسلم لوگوں کو جس کے مواقع بہت تھے وہ لوگوں کو اپنے مسلک کے مطابق بنائے، عیسائی بھی کام کررہے تھے، مسلمانوں میں تو نہیں لیکن غیر مسلموں میں بہت زیادہ عیسائیت پھیلا رہے تھے، اور وہاں قادیانی بھی گھسے ہوئے تھے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے فرقِ ضالہ تھے جو دوسروں کو اپنے اندر سمانا چاہتے تھے، اور کچھ نہ کچھ بے چارے بے پڑھے

لکھے دیہاتی غریب مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ اور آمدہ کرلیا کرتے تھے، اور انہیں اپنے ساتھ شامل کیا کرتے ، یہ خاندان بہت ہی خاموشی کے ساتھ ان کے پیچھے پڑ گیا، مفتی عبدالمغنی صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالقوی صاحب اور دوسرے بھائی ایسے مرتد بنانے والے لوگوں کے پیچھے پڑ گئے، الحمدللہ جس علاقہ میں وہ عیسائی مشنری آتی اور دوسری تحریکیں آتی تھیں، وہاں یہ لوگ جا کر اپنا مرکز قائم کردیا کرتے تھے، اور اللہ کے فضل وکرم سے اور اللہ ہی کی مدد اور اسی کی توفیق سے یہ بات ان لوگوں کو ملی تھی کہ اس کے نتائج ان لوگوں کے جانے کے بعد بہت مرتب ہوتے تھے اور وہ غیر اسلامی تحریکیں وہاں سے بھاگتی تھیں، ان لوگوں نے اپنے والد صاحبؒ کے طریق پر اپنی دنیا کی زیادہ فکر نہیں کی یا نہیں تھی ، یہ دین کی خدمت میں لگ گئے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین کے خادم ملازم نوکر بن کر رہے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بقدر ضرورت سب ہی کو صاف پوشی اور اچھی پاک زندگی نصیب فرمائی، مکاتب میں انگلش اسکول بھی ان لوگوں کے ذہنوں میں ہیں، اور ان لوگوں نے اس میں کام کیا اور اس میں الحمدللہ خوب خوب کامیاب ہوئے ،قابل تقلید خاندان ہے، ایک خوبی اس خاندان میں ہم نے یہ دیکھی جو بہت ہی کم لوگوں میں ہوتی ہے، بے کار وقت بالکل ضائع نہیں کرتے ، جو بھی وقت ہے وہ کام میں ہے، آرام بھی ہے تو وہ برائے کام ہے، چونکہ جاگ کر آئے ہیں اس لئے آرام کررہے ہیں، چونکہ تھوڑی دیر کے بعد سفر کرنا ہے اس لئے آرام کررہے ہیں، ان کا آرام بھی برائے کام ہی ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے پھر خوب مقبولیت نصیب فرمائی، میرا حیدرآباد میں تعارف کا ذریعہ یہی حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحبؒ ہیں، جیسا میں ابھی ذکر کیا، اور پھر میں جب گیا تو اس خاندان سے مجھے ایسی محبت ملی کہ پورے خاندان کے لوگ اپنا وقت ضائع کئے بغیر یہ جملہ معترضہ بہت ضروری ہے، ''اپنا وقت ضائع کئے بغیر'' میرے پاس رہتے ، کیسے کہوں؟ میری خدمت میں رہتے لیکن صورت ایسی ہی تھی، اپنے ذمہ داریوں میں بالکل کوتاہی نہیں کرتے تھے، آپس میں پورے خاندان اور پورے گھر کے اندر کوئی حسد کی یا ایک دوسرے کے بدخواہی کی کبھی کوئی بات محسوس نہیں ہوئی نہ اشارۃً نہ کنایۃً جھوٹی تعریفیں نہیں کرتے ،مفتی عبدالمغنی صاحبؒ اپنی چھوٹے بھائی مولانا عبدالقوی صاحب کو جو حیدرآباد کے اکابر علماء میں شمار ہوتے ہیں، عبدالقوی ہی کہتے تھے، بناوٹ بالکل نہیں، میرے علم کے مطابق سو فیصد اخلاص ہی اخلاص اور اس کے علاوہ کاموں کی مشغولیت ایک دوسرے سے ملیں گے تو پیچھے کوئی کام ہوگا ایک دوسرے کے پاس ناشتہ کو جارہے ہیں تو بھی پیچھے کوئی کام ہے، کوئی مقصد ہے، کوئی غرض ہے، ان کے یہاں ہر جمعہ کو تمام بھائیوں بہنوں کے گھروں میں سے کسی ایک کے گھر میں باری باری (اللہ نظر بد سے بچائے) صبح کا ناشتہ ہوتا ہے، اجتماعی طور پر صبح کا ناشتہ ہوتا ہے اس میں بھی دین کا کام مقصود ہے، اسے بھی ذرا کھول کر دیکھیں تو

دین ہی مقصود ہوتا ہے، خاندان کے بہنوں میں بچیوں میں آپسی ملاقات ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ بھائی، بھانجے، بھتیجے ان کو بلاکر اور عورتوں کو پسِ پردہ دین کی بات کہنے کا موقعہ مل جاتا ہے، ان بھائیوں میں سے کوئی بھائی بات کرتا تھا، یا کبھی کوئی مہمان آجاتا تھا تو اس سے بھی بات کرادیا کرتے تھے، ناشتہ میں بھی دین مقصود ہے، آرام میں بھی دین مقصود ہے، تعلقات میں بھی دین مقصود ہے، اپنے عزیزوں کی شادیاں کیں، دنیا کو سامنے رکھ کر بالکل نہیں کی؛ بلکہ دین ہی کو سامنے رکھ کر شادیاں کیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے، اور ان کی خوبیوں کو ان کی اولاد کی طرف منتقل کردے، اور زیادہ منتقل کردے، ان کے بچوں کی سرپرستی فرمائے، اور خاندان کے دیگر افراد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے اور دین کمانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ان سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ العالی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband
(مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مهتمم دار العلوم ديوبند، الهند
PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Date..................

باسمہ سبحانہ وتعالی

ایک مخلص خادم قوم وملت نہ رہا

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ وفات کی اطلاع تو ۸؍محرم الحرام کو ہی ہوگئی تھی؛ کیونکہ یہ خبر وحشت اثر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور جس نے خبر سنی یا پڑھی دم بخود رہ گیا۔ اگرچہ بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کچھ عرصہ علالت سے دوچار رہے تھے؛ لیکن راقم السطور کو حضرت کی علالت سے متعلق کوئی اطلاع نہیں تھی اس لیے انتقال کی اطلاع ایک حادثہ فاجعہ بن کر آئی۔

حضرت مفتی صاحب سے بندہ کی شناسائی کتنے برسوں سے ہے اس کا تعیّن تو مشکل ہے؛ لیکن اتنی بات واضح ہے کہ جب سے حضرت مولانا عبدالقوی صاحب مظاہری زیدمجدہم کی دعوت پر مدرسہ اشرف العلوم حیدرآباد حاضری کا سلسلہ شروع ہوا اور اسی دوران حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند عزیزم مولوی عبدالرحمٰن عرف محمد میاں سے بھی روابط ہوئے اسی زمانہ سے حضرت مفتی صاحب سے بھی ملنے جلنے کے مواقع میسر آئے۔ ابتداء میں تو میں صرف حضرت مولانا عبدالقوی صاحب کے برادر اکبر اور محمد میاں کے والد گرامی کی حیثیت سے متعارف ہوا؛ لیکن پھر کئی بار حضرت کے مدرسہ سبیل الفلاح میں حاضری اور وہاں کے پروگرام میں شرکت کی نوبت آئی تو مفتی صاحب کی خوبیاں ایک ایک کرکے سامنے آتی رہیں بہت کچھ ہونے اور بہت کچھ کرنے کے باوجود خود کو کچھ نہ سمجھنا اور نہ باور کرانا بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ خوبی بندہ نے حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب میں پورے طور پر محسوس کی۔

اپنے مدرسہ، جمعیۃ علماء اور مختلف منصۂ ہائے عمل سے حضرت مفتی صاحب نے قوم وملت کی قیادت اور خدمت کے جو زریں کارنامے انجام دیے ہیں اب پس ماندگان کی ذمہ داری ہے کہ ان سے پس آئندگان کو واقف کرائیں؛ کیونکہ جانے والوں کے نقوش قدم بعد والوں کے لیے چراغ راہ اور نشان منزل ہوتے ہیں۔

اپنے اسفار حیدرآباد کے دوران کم از کم دوبار مجھے حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب کے حجرہ میں آرام کرنے کا موقع ملا۔ جو زیب وزینت اور اسباب راحت سے بالکل بے نیاز صرف اور صرف حجرہ کہلانے کا مستحق تھا۔ حتی کہ حمام اور ضرورت خانہ بھی بس بقدر ضرورت ہی نظر آیا۔ عام طور پر کسی ادارہ کے سربراہ کی رہائش کا یہ معیار نہیں ہوتا۔ یہ حضرت مفتی صاحب کی بے نفسی اور جاہ وشہرت سے فرار ہی کا کرشمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے کارناموں اور خدمات کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ان کو اپنی رضا اور رحمت ومغفرت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے باقیات صالحات کی حفاظت فرمائے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۲۵؍۱؍۱۴۴۳ھ=۴؍۹؍۲۰۲۱ء

تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی مدظلہ العالی

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارن پور

(مولانا) سید محمد شاہد الحسنی سہارنپوری
* نواسہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنیؒ
* امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
* بانی شیخ محمد زکریا صدیقی ٹرسٹ سہارنپور
* نگراں مدرسۃ الشیخ محمد زکریا سہارنپور
* رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
* رکن جمعیۃ علماء ہند

(Maulana Sayyed)
MUHAMMAD SHAHID
AL-HASANI
General Secretary
JAMIA MAZAHIR ULOOM
Saharanpur-247001 (U.P.) India
Member of All india Muslim Personal Law Board
Member of Jamiat Ulama-E-Hind
Ph. 0132-2650389, M. 9359950310
Email : jamiamazahir@gmail.com



Ref. No................... Date.........................

محترم المقام حضرت مولانا عبدالقوی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے، یہ احقر بھی بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہے۔

میرے بہت ہی قابل احترام مشفق بلکہ بزرگانہ دوستی کی حامل شخصیت حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری کے سانحہ ارتحال کی اطلاع پر جناب کو تعزیتی فون کر چکا ہوں اس کے معاً بعد آپ کا گرامی نامہ اپنے تاثرات اور احساسات لکھنے پر پہنچا۔

حضرت موصوف مرحوم سے اگرچہ قدیم تعلق تھا لیکن آخر کے چند سالوں میں ہونے والے حیدرآباد کے متعدد اسفار میں ان سے قرب اور تعلق میں مزید اضافہ ہوا اور ان کی علمی صلاحیتیں، عملی جدوجہد اور ملت کے لیے مختلف جہات سے خدمات کی تفصیلات سامنے آنے سے عقلی وطبعی طور پر ان سے رابطہ مزید مضبوط ہوا۔ حیدرآباد کے متعدد اسفار میں بہت سے پروگراموں میں حضرت مرحوم اور یہ احقر ساتھ ساتھ رہے اور ان کے حسن اخلاق کا جو عکس جمیل عوام اور خواص کے دلوں پر قائم تھا اس کا بھی مشاہدہ ہوتا رہا۔

وہ عالم اسلام کی مشہور دینی تربیت گاہ جامعہ مظاہر علوم کے فارغ ہی نہیں بلکہ جامعہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، چنانچہ مزاج میں سادگی، طبیعت میں تواضع ہر کس وناکس سے ملاقات کے وقت خندہ پیشانی وکشادہ جبینی ایک طرح سے گویا ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

جامعہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لیے ان کا داخلہ شوال ۱۳۹۸ھ/ ستمبر ۱۹۷۸ء میں ہو کر شعبان ۱۳۹۹ھ/ جولائی ۱۹۷۹ء میں مرحوم نے فراغت پائی تھی، ایک سو پچاس طلبہ ان کے درس حدیث کے رفقاء میں تھے۔

مفتی عبدالمغنی صاحب موصوف نے بخاری شریف ومسلم شریف حضرت مولانا محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث سے ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد عاقل سہارنپوری سے، ترمذی شریف حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اجراڑوی سے، طحاوی حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ سہارنپوری سے، نسائی وموطین وابن ماجہ حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری سے پڑھی تھی۔

(Maulana Sayyed)
MUHAMMAD SHAHID
AL-HASANI
General Secretary
JAMIA MAZAHIR ULOOM
Saharanpur-247001 (U.P.) India
Member of All india Muslim Personal Law Board
Member of Jamiat Ulama-E-Hind
Ph. 0132-2650389, M. 9359950310
Email : jamiamazahir@gmail.com



(مولانا) سید محمد شاهد الحسنی سهارنپوری
✱ نواسہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنیؒ
✱ امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
✱ بانی شیخ محمد زکریا صدیقی ٹرسٹ سہارنپور
✱ نگراں مدرسۃ الشیخ محمد زکریا سہارنپور
✱ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
✱ رکن جمعیۃ علماء ہند

Ref. No.................. Date........................

آپ کے دورۂ حدیث کے امتیازی رفقاء میں مولانا ربیع الحق پسر جناب عبدالحفیظ ۲۴ پرگنہ، مولانا محمد الہاشمی (استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)، مولانا محمد عثمان سہارنپوری (ابن حضرت حافظ محمد صدیق مجاز بیعت حضرت شیخ) وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت پر آپ نے اپنی اسی مادر علمی (جامعہ مظاہر علوم کے) شعبہ افتاء میں داخلہ لے کر پورے سال فقہ وفتاویٰ کی تعلیم اور مسائل شرعیہ کی مشق وتمرین کی۔

درس نظامی اور فقہ وفتاویٰ کی تکمیل کے بعد آپ اپنے وطن مالوف لوٹ گئے، اور جیسا کہ ابنائے مظاہر علوم کا شعار ہے وہاں پہنچ کر درس وتدریس، خدمت علم دین اور عوام کی دینی تربیت اور اصلاح میں مشغول ہو گئے۔

مشہور ومعروف روحانی شخصیت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب سے اپنا اصلاحی تعلق بھی قائم کیا اور حضرت موصوف کی طرف سے مجاز صحبت بھی قرار دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی بے حد مغفرت فرمائے، درجات عالیہ ان کو نصیب فرمائے، اور ان کی خدمات کو قبول فرما کر صلہ اخرویہ ان کو عطا فرمائے۔ ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔ فقط والسلام

محمد شاہد

بندہ محمد شاہد غفرلہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۵؍صفر ۱۴۴۳ھ/۲۳؍ستمبر ۲۰۲۱ء

تاثراتی کلمات

از: حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ العالی
ناظم وشیخ الحدیث مظاہرعلوم سہارن پور

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

عزیز گرامی قدر مولانا ومفتی محمد عبدالمغنی صاحب مرحوم مظاہر علوم کے قدیم فضلاء میں سے تھے، سنہ ۱۳۹۷ھ میں مشکوٰۃ شریف کی جماعت میں داخلہ لے کر سنہ ۱۳۹۹ھ میں فراغت حاصل کی، یہاں پڑھنے کے زمانے میں میرے بہت قریب رہے، اور اپنی سعادت مندی وشوق علم کے جذبہ سے میرے علمی کاموں میں معاون رہتے تھے۔

اُس زمانہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے حکم اور ایما پر ''اوجز'' کی جلد رابع کی ازسرِ نو کتاب کرائی گئی تھی، اور اس کی تصحیح ومقابلہ کا کام میرے ہاں جاری تھا، عزیز موصوف مرحوم بھی سبق کے اوقات کے علاوہ اُس میں میرے شریکِ کار رہا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کے ہاں ''تراجم الاحبار'' کا کام بھی چل رہا تھا، اُس میں بھی عزیز مرحوم حسبِ موقع معاون رہا کرتے تھے۔

پھر یہاں سے جانے کے بعد وہ اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ کی زیرنگرانی اپنے علاقہ حیدرآباد میں تعلیمی وتدریسی اور اصلاحی کاموں میں مشغول ہوگئے، اور ماشاءاللہ اس میدان میں (جیسا کہ مجھے معلوم ہوا کہ) انھوں نے بڑی اہم اور مفید خدمات انجام دیں، خصوصاً ردِ قادیانیت اور اصلاحِ معاشرہ کے سلسلے میں۔

گذشتہ دنوں ان کی وفات کا حادثہ سن کر بہت قلق ہوا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں، اور اُن کی خدمات وحسنات کو قبول فرما کر، رفع درجات کا ذریعہ بنائیں، اور ہم سب کو بزرگوں کے نقوشِ قدم پر چلنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین وصلی اللہ وبارک وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محمد عاقل عفی اللہ عنہ ۱۷/صفرالمظفر ۱۴۴۳ھ

تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا محمد افضال الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی

باسمہٖ تعالیٰ

عزیزم مفتی محمد میاں سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارے والد ماجد اخی مکرم مفتی عبدالمغنی صاحب کی رحلت کی اطلاع ملی۔ صدمہ ہوا! إنا لله وانا اليه راجعون اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہنا اور سر تسلیم خم کرنا ہی عبدیت ہے، اور اللہ پاک ''إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل عنده بأجل مسمى فلتصبر ولتحتسب'' پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

مفتی صاحب سے بوجوہ تعلق اور انسیت تھی جس کا اظہار ملاقات پر ہوتا تھا، ادھر چند سالوں سے وہ بڑھا ہوا تھا، اس طرف کے اسفار میں وہ میزبان ہی نہیں بلکہ وہی پروگرام وغیرہ بھی بناتے تھے، علالت کی اطلاع ملتے ہی مزاج پرسی کے ساتھ دعائے صحت کی توفیق ملتی رہی، اور اب ایصال ثواب ومغفرت اور رفع درجات کے لئے دعاء کر رہا ہوں۔ مفتی صاحب میں جو صلاحیت تھی توفیق الٰہی سے اس کے صحیح استعمال میں لگے رہے، حق تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، اور تم سب کو ان کے کاموں کو آگے بڑھانے اور دین کی خدمت کی توفیق عطاء فرماتا رہے۔

اپنی محترمہ دادی جان صاحبہ اور والدہ ماجدہ ودیگر اہل خانہ کی خدمات میں ہدیہ سلام اور تعزیت مسنونہ پیش کر دیں والسلام۔

(علالت کی وجہ سے تعزیت میں تاخیر ہوگئی)

محمد افضال الرحمن

خادم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی

مؤرخہ ۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق 21 اگست 2021

تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

تعزیت نامہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب (ناظم مدرسہ سبیل الفلاح
وصدر سٹی جمعیۃ علماء حیدر آباد) کے انتقال کی اطلاع ملی

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ، اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعۡطٰى
وَكُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلۡتَصۡبِرۡ وَلۡتَحۡتَسِبۡ

اللہ تعالیٰ مکمل مغفرت فرمائے،
منکر نکیر کے سوالات آسان فرمائے، قبر کو نور سے منوّر فرمائے،
نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں عطا فرمائے،
عرش کے سائے میں جگہ عنایت فرمائے،
روزِ محشر حضرت محمد ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے،
حساب کتاب سے محفوظ رکھے، ہڈّی ہڈّی کو جنت نصیب فرمائے،
اور جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔
آمین یارب العالمین

محمد یونس پالن پوری

بروز بدھ، 8/ محرم الحرام 1443 ہجری
مطابق 18/ اگست 2021



تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا محمد یامین قاسمی مدظلہٗ
مبلغ دارالعلوم دیوبند

محمد یامین قاسمی
مبلغ دارالعلوم دیوبند

Mohd. Yameen QASMI
Islamic Preacher
Darululoom Deoband
(U.P.) INDIA



تاریخ ۹ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ

باسمہٖ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً

گرامی قدر عالی مرتبت حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت فیوضہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مختلف باوثوق ذرائع سے یہ خبر کلفت اثر موصول ہوئی کہ جنوب ہند کے ممتاز و مقبول جید عالم دین حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب مرحوم بقضاء الٰہی عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون اللہ رب العزت مرحوم کو اپنے جوار خاص میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان برادران، فرزندان دختران متعلقین و لواحقین مستفیدین و منتسبین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

یقیناً مفتی صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ان کی جدائی پر ان گنت آنکھیں اشکبار اور فضائیں سوگوار ہیں وہ بہت ساری دینی تحریکات کے روح رواں، "ادارہ سبیل الفلاح" کے بانی و مہتمم، جمعیۃ علماء گریٹر سٹی حیدرآباد کے صدر، عظمت صحابہ و اہل بیت اطہار مشن کے مضبوط ترجمان، جنوب ہند کے ممتاز و معروف عالم دین با فیض و باکمال شخصیت کے مالک اور عوام و خواص کا مرجع تھے وہ اپنے پُر مغز علمی خطاب سے سامعین کے قلوب کو مسخر کرتے اور اپنی خطابت سے احقاق حق و ابطال باطل کے فریضہ کی انجام دہی میں نہایت بے باک و جری تھے۔ مولانا مرحوم کی دعوت پر بارہا جنوب کا سفر کیا اور سینکڑوں سے زیادہ دینی جلسوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ان کو سفر و حضر میں بہت قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا اور حفاظت دین کے لئے ان کی فکر مندی و بے چینی کو خوب خوب محسوس کیا ایسے دیدہ ور کا ہم سے جدا ہو جانا ایک عظیم سانحہ ہے جس کی کسک دیر تک محسوس کی جاتی رہے گی اور ان کی دینی خدمات اصلاحی تحریکات، ملی کارناموں، جماعتی سرگرمیوں اور تنظیمی صلاحیتوں کو مدت دراز تک یاد رکھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنے یہاں ان کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ والسلام

محمد یامین قاسمی

Mob. +919412111444
Mob. +919634909313
Mob. +917830391288

Residence Address :
Mohtamim Madrasa Arabia Madinatul Uloom
VILL. SONTA RASOOLPUR Pin-247777
DISTT. SHAMLI (U.P.) INDIA

E-mail : myqasmi313@gmail.com
Fex : Darululoom (01336)222768



تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا محمد روشن شاہ صاحب قاسمی مدظلہٗ
مہتمم دار العلوم سونوری، مہاراشٹر

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی
Regd.No.M.S.W.B 06/2430
09422162298
مہتمم دار العلوم سونوری تحصیل مرتضیٰ پور ضلع اکولہ
MUFTI M.ROSHAN SHAH QASMI
Mohtamim Darul Uloom Sonori
National Highway No.06 Tq,Murtuzapur Dist.Akola M.S INDIA Pin:444107

Date:19-08-2021

ایک چراغ اور بجھا!

محترمین ومکرمین حضرات گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نہایت ہی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ بتاریخ ۸رمحرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸راگست ۲۰۲۱ء بروز بدھ ریاست تلنگانہ کی مشہور معروف شخصیت حضرت اقدس مولانا مفتی عبد المغنی صاحبؒ طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ آپ مدرسہ سبیل الفلاح حیدر آباد کے ناظم اور جمعیۃ علماء گریٹر حیدر آباد کے سٹی صدر تھے، اور حضرت اقدس مولانا عبد القوی صاحب مدظلہم مہتمم ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد کے بھائی تھے، حضرت مولاناؒ کو اللہ تعالیٰ نے کئی صلاحیتوں سے نوازہ تھا، حضرت مولاناؒ ایک باوقار سنجیدہ عالم دین تھے، آپ ہر کسی سے محبت کرتے تھے نہایت ہی مخلص، انتہائی بردبار، حلیم وملنسار اور تواضع وخاکساری کا نمونہ تھے، ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ایک خلاء پیدا ہوگیا ہے، انہوں نے اعمال حسنہ اور دینی خدمات کا کام خوب انجام دیا اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے، خصوصاً مدرسہ سبیل الفلاح اور عموماً امت مسلمہ کو حضرت مولاناؒ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ غم کی اس گھڑی میں حضرت مولاناؒ کے اہل وعیال اور تمام اہل خاندان اور خصوصاً حضرت اقدس مولانا عبد القوی صاحب مدظلہم کو ہمت اور صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت مولاناؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اس موقع پر یہ حقیر اور دار العلوم سونوری کا عملہ حضرت مولاناؒ کے تمام اہل خاندان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں، یہاں دار العلوم سونوری میں حضرت مولاناؒ کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

یہ حقیر جمعیۃ علماء ودربھ کے جمعیتی احباب واراکین، ائمہ مساجد ومکاتب اور ذمہ داران مدارس سے حضرت مولاناؒ کے لئے رفع درجات اور ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

فقط والسلام

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی
مہتمم دار العلوم سونوری

تعزیتی مکتوب

از: حضرت مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی زید مجدہٗ

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ، مرادآباد

DR. MOHAMMAD ASJAD QASMI NADVI

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی



Refe: ....

Date : 18-08-2021

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب دامت برکاتہم وصاحبزادگان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب رحمہ اللہ کے ارتحال کا سانحہ معلوم ہو کر بے انتہا صدمہ ہوا، إنا للّٰہ وإنا إليه راجعون.

کئی ہفتوں سے ان کی علالت کی تشویش ناک خبریں موصول ہو رہی تھیں اور دعا کی توفیق بھی حاصل ہو رہی تھی، بالآخر وقت موعود آپہنچا اور حضرت مفتی صاحب دنیا کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے، اللہ رب العزت ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

آپ حضرات کے لئے یہ سانحہ کئی لحاظ سے بہت ہی سنگینی رکھتا ہے، رب کریم آپ کو اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، بلاشبہ حضرت مفتی صاحبؒ نے بہت بافیض، متحرک اور پیہم رواں دواں زندگی گزاری اور ان کی دینی، علمی، اصلاحی، دعوتی اور ملی خدمات کا دائرہ الحمد للہ بہت وسیع ہے، اور ان کی ذات سے کئی محاذوں پر ملت کی خدمت کا عظیم کام انجام پا رہا تھا، اور ان سب پر مستزاد اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن اخلاق اور تواضع کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا، شفقت اور خردنوازی اور اپنے چھوٹوں سے بھی بے تکلف ہو جانا اور ان کا حد درجہ خیال رکھنا، یہ وہ خصوصی صفات تھیں جو حضرت مفتی صاحب کو معاصرین میں ممتاز بناتی تھیں۔

اس حقیر سے حضرت مفتی صاحبؒ کا بہت گہرا تعلق تھا، اور جانبین سے ٹیلی فون پر مستقل رابطے کی شکل رہتی تھی، اور اس تعلق کے استحکام کی مختلف وجوہ میں ایک وجہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ سے وابستگی تھی، حضرت مفتی صاحبؒ حضرت حکیم صاحبؒ کے خصوصی وابستگان میں سے تھے، اور اس حقیر کو بھی یہ سعادت اور شرف حاصل رہا کہ حضرت حکیم صاحب سے نسبت کی دولت حاصل ہوئی، اس وجہ سے حضرت مفتی صاحبؒ اس ناکارہ کے ساتھ بہت شفقت اور محبت کا معاملہ کیا کرتے تھے۔

بہر کیف انتقال کی خبر سن کر تمام ہی درجات میں ایصال ثواب اور قرآن خوانی کا اہتمام کیا جا رہا ہے، اللہ رب العزت حضرت مفتی صاحب کی بال بال مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد کے تمام منتظمین، اساتذہ وطلبہ کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔

دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محمد اسجد قاسمی ندوی

محمد اسجد قاسمی ندوی

خادم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد

۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/اگست ۲۰۲۱ء

Mohtamim & Shaikhul Hadees

• Jamia Arabia Imdadia Moradabad, 244001 (U.P.) India

• شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد (یوپی)

Mob:. (W)+91-9412866177, +91-9627625461 - E-mail: asjadqasminadvi@gmail.com

تاثراتی کلمات

از: حضرت مولانا پیر صلاح الدین سیفی نقشبندی مجددی مدظلہ

خلیفہ محبوب العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

قحط الرجال اور قربِ قیامت کے اس دور میں جبکہ چاروں طرف فتنوں کی بارش اور بے دینی کا سیلاب ہے ایسے نازک موقع پر کسی نیک بندے کا اس دنیا سے چلے جانا یہ اس عالمِ ناسور میں رہنے والے بندوں کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہری صاحبؒ (حیدر آباد) کا وجود ریاست تلنگانہ وآندھرا کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا، رات دن حضرت نے اپنے آپ کو اشاعتِ دین اور خدمتِ دین کے لئے وقف کر رکھا تھا، ہر چھوٹی بڑی دینی تقریب میں نظر آتے تھے افہام وتفہیم کا انداز بھی دل کو موہ لینے والا تھا، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت ومحبت آپ کا وصفِ مثالی تھا، ہمیشہ صاف ستھرے رہا کرتے تھے جو کہ میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سنت تھی۔

اس عاجز کی آپؒ سے جب بھی ملاقات ہوتی تو ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملاقات فرماتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ اپنے مدرسہ سبیل الفلاح کے جلسوں میں اس عاجز کو بڑی محبت سے ہر بار پورے اہتمام سے مدعو فرماتے تھے اور میرے مزاج کا بھی بھرپور خیال کرتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کی ایامِ علالت میں گھر پر حاضری ہوئی مفتی صاحب نے بہت ہی محبت کا معاملہ فرمایا اس وقت امت کو ان کی بہت ضرورت تھی لیکن ہمیں اللہ رب العزت کے فیصلوں پر راضی رہنے کا حکم ہے۔

ربّ کریم حضرت کے لگائے ہوئے دینی اشجار کو ''ثمر آور'' بنائے اور حضرت کے لئے ''ذخیرۂ آخرت'' بنائے، حضرت کے فیض کو تا قیامت جاری وساری فرمائے نیز حضرت کے جملہ دینی خدمات کو قبول فرمائے، حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

تاثراتی کلمات

از: حضرت مولانا شاہ جمال الرحمٰن صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

صدر مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی مظاہری صاحبؒ ہماری ریاست کے ایک معروف عالمِ دین تھے، تحصیل علم اور عمر کے اعتبار سے ہم عصر اور خدماتِ دین کی لائن سے ہم سفر تھے، کئی اعتبارات سے ہمارا تعلق بہت قریبی رہا ہے، مجلس علمیہ، تحفظ ختم نبوت، دینی مدارس بورڈ کے اہم اراکین میں سے تھے، مولانا موصوف کی خدمات مختلف شعبہائے دین میں بہت نمایاں رہیں، مدرسہ سبیل الفلاح کے ذمہ دار تھے، تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں مولانا کی خدمات گراں قدر رہیں، امت کے اجتماعی مسائل میں بڑی دلچسپی سے شریک رہتے اور حکومت وغیرہ میں نمائندگی کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہتے۔

سٹی جمعیۃ علماء کے صدر بھی رہے، اولین ناقلین اسلام حضراتِ صحابہ کرامؓ سے وابستگی مضبوط کرنے کے لئے ان کے تئیں بعض گوشوں سے رشتہ کے کمزور کرنے والوں کی سازشوں کے سد باب کے لئے عظمتِ صحابہ کرامؓ کے عنوان سے اہتمام سے جلسے منعقد کرنے کے سلسلہ ان کی خدمات نمایاں رہیں، حبِ نبی، حبِ اہل بیتؓ اور حبِ صحابہ کرامؓ کے جذبے کو تازہ رکھنے کے لئے نعت رسول، اور مناقبِ صحابہؓ پر مشاعرے منعقد کئے۔

ہمیشہ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن شریف سنانے کا اہتمام بھی اخیر عمر تک جاری رہا اور ۲۴ ررمضان المبارک تکمیل قرآن کا موقع پر احقر کو اہتمام سے مدعو فرماتے رہے۔

معاشرتی زندگی خاندانوں کے اختلافات حل کرنے کے لئے تو مستقل مخصوص احباب کو مشغول رکھتے تھے الغرض بہت سی خوبیاں تھیں جانے والے میں۔

والسلام

محمد جمال الرحمٰن مفتاحی

تاثراتی کلمات

از: حضرت مولانا مفتی محمد غیاث الدین رحمانی صاحب دامت برکاتہم
ناظم دارالعلوم رحمانیہ، حیدرآباد

حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی مظاہری رحمہ اللہ کی وفات ریاست کے دینی حلقوں میں ایک عظیم خلا ہے، مفتی صاحب فراغت کے بعد کاماریڈی اور کچھ عرصہ ریاست اوڈیشہ کے مدرسہ میں بھی خدمات انجام دیتے رہے، ریاست کے قدیم ادارہ فیض العلوم میں بھی درس وتدریس کا مشغلہ رہا، حضرت محی السنہ رحمہ اللہ سے تعلق تھا، گزشتہ تقریباً بیس پچیس سال سے مدرسہ سبیل الفلاح کے قیام کے بعد اس کے ناظم رہے، مفتی سعید صاحب پرنامبٹ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، تحفظ ختم نبوت اور مجلس علمیہ سے بھی بڑی گہری وابستگی رہی۔

اللہ حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے، اور جو خلا ان کی وفات کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس کو پر فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر وسلامتی نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد غیاث الدین رحمانی

تاثراتی کلمات

از: محترم جناب حافظ پیر شبیر احمد صاحب زید مجدہٗ
صدر ریاستی جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا

ریاست تلنگانہ بالخصوص عظیم تر حیدرآباد کی مشہور ومعروف شخصیت ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی مظاہری رحمہ اللہ کا وصال ریاستی جمعیۃ علماء کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، آپ نے جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے پلیٹ فارم سے ہمہ جہت خدمات انجام دی ہیں جو ناقابل فراموش ہیں، آپ کی خدمات اور کارکردگی بہت نمایاں رہی ہیں، آپ مدرسہ سبیل الفلاح ٹرسٹ کے ناظم، مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا کے نائب صدر، سٹی جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے صدر، ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد کے علاوہ کئی رفاہی اداروں کے سرپرست رہے ہیں، شہر حیدرآباد کے سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں آپ کی خدمات مثالی رہی ہیں، اس وقت ریاست بھر میں آپ کے ہزاروں شاگرد، مریدین، متوسلین اور متعلقین آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا محال ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان وجملہ متعلقین کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے۔ آمین

والسلام

حافظ پیر شبیر احمد

تعزیتی مکتوب

از: محترم جناب محمد حسام الدین ثانی عاقل جعفر پاشاہ صاحب زید مجدہٗ

امیر ملت اسلامیہ تلنگانہ و رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

محمد حسام الدین ثانی عاقل جعفر پاشاہ
امیر ملت اسلامیہ تلنگانہ و آندھرا پردیش، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

Mohammed Husamuddin Sani Aqil
Jaffar Pasha
Ameer-e-Millat-e- Islamia Telangana and Andhra Pradesh

• مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد • نائب صدر یونائیٹڈ مسلم فورم • چیرمین دارالقضاء امارت ملت اسلامیہ ٹرسٹ تلنگانہ و آندھرا پردیش • خطیب جامع مسجد دارالشفاء حیدرآباد • حسامیہ ایجوکیشنل سوسائٹی • ایڈیٹر ماہنامہ حسامی پنجہ شاہ حیدرآباد

Member : Al India Muslim Personal Law Board · Rector : Jamia Islamia Darul Uloom Hyd. · President : Hussamia Educational Society · Editor Monthly : " Hussami" Panja Saha, Hyd.
Vice President :United Muslim Forum · Chairmen :Darul Qaza Amarat-e-Millat-e-islmia Trust Telangana & A.P. · Khateeb : Jamia Masjid Darusshifa Hyd.

Ref. :____________   Date. :____________

حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب مرحوم مدرسہ سبیل الفلاح کے بانی و ناظم، جمعیت علماء حیدرآباد سٹی کے لائق فائق صدر اور جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے قدیم اور ممتاز فارغ التحصیل اور بہت سارے دینی و ملی تنظیموں کے ذمہ دار و سرپرست، دین کے مخلص اور داعی تھے، مولانا مرحوم سے کئی سالوں سے میرا گہرا ربط و تعلق رہا ہے مولانا سے اکثر جلسوں میں ملاقات ہوتی رہتی تھی، دینی و ملی مسائل میں مولانا کے مفید مشوروں سے مستفید ہوتا تھا حال ہی میں سیاسی و ملکی مسائل این آر سی، این پی آر، سی اے اے وغیرہ جیسے اہم معاملوں کے دفاع کے لئے مولانا مرحوم نے اہم کردار ادا کیا میں کبھی کسی معاملہ میں تیز گفتگو کر دیتا تو مولانا اپنے نرم مزاجی اور آسان فہمی انداز میں سنبھال لیتے تھے مولانا مرحوم نے امت مسلمہ کے لئے ہر ممکنہ فریضہ انجام دیا، مولانا مختلف جہتوں اور مختلف لائنوں سے شریعت کی اور دین کی اور علم کی خدمات انجام دیتے رہے، میں مولانا کے شاگردوں، مریدین، معتقدین اور چاہنے والوں سے التماس کرتا ہوں کہ مولانا کے دینی و ملی کاموں کو آگے بڑھانے میں پیش پیش رہیں اور اس میں دامے، درمے، قدمے اور سخنے تعاون فرمائیں! مولانا مرحوم کی خدمات کسی خاص حلقہ کے لئے مختص نہیں تھی بلکہ عوامی حلقوں میں بھی مقبول عام تھی اور مولانا مرحوم ہمیشہ امت مسلمہ کی اصلاح کے لئے فکر مند رہتے تھے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ امت کو اس علمی خسارے کا نعم البدل عطا فرمائے اور مولانا مرحوم کے کاموں کو بہتر سے بہتر انجام دینے میں اللہ تعالی غیب سے مدد فرمائے۔ اللہ تعالی ان کی کارگذاریوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور مغفرت و رحمت سے نوازے۔ (آمین ثم آمین)

حسامیہ منزل، مکان نمبر 22-6-785 پنجہ شاہ، حیدرآباد تلنگانہ ۵۰۰۰۰۲ (الہند)
Hussamia Manzil # 22-6-785, Panja Saha, Hyderabad-T.S. 5000 02 moulanajaferpasha924@gmail.com
Mobile : 9246524625 / 9000001024 / 9618000725

تعزیتی مکتوب

از: جمعیۃ علماء ہند

مرسل: حضرت مولانا محمود مدنی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



جمعیۃ علماء الہند

☎ 23311455
23317729
Fax. : 23316173

Jamiat Ulama-i-Hind
1-BAHADUR SHAH ZAFAR MARG, NEW DELHI- 110 002
E-mail : jamiat@vsnl.com URL : www.jamiatulama.in

Ref. No.............................. Date..................................

Aug 18 , 2021

عزیزی جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب عرف محمد میاں و جملہ اہل خانہ اطال اللہ عمرکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

محترم حضرت مولانا عبدالمغنی صاحب صدر جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد و ناظم مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑا حیدرآباد کا سانحہ ارتحال ہم سب کے لیے گہرے دکھ اور صدمے کی بات ہے۔ مرحوم طویل عرصے سے جمعیۃ علماء ہند اور اس کی سرگرمیوں سے وابستہ رہے، ان کو جمعیۃ علماء ہند اور دارالعلوم دیوبند سے گہرا تعلق تھا۔ آپ دارالعلوم کی دینی تحریک مجلس تحفظ ختم نبوتؐ کے سرگرم خادم تھے اور اپنی ریاست میں اس کے نائب صدر تھے۔ ان کی وفات سے تنظیمی سطح پر بالخصوص اور ملی سطح پر بالعموم بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔

مولانا مرحوم آپ کے والد تھے، اس لیے آپ کے لیے بلاشبہ سب سے زیادہ دکھ اور صدمے کی بات ہے، لیکن مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، ہمیں رب قدیر کے فیصلے پر صبر وقناعت اختیار کرنی چاہیے، اس پر اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

اس دکھ کی گھڑی میں خاکسار کی طرف سے جمیع اہل خانہ کو تعزیت مسنونہ ودلی ہمدردی پیش ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور خاندان کے دیگر ارکان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا مرحوم کو ان تمام نعمتوں سے نوازے جو اولیاء ومقربین کے لیے مخصوص ہے اور ان کے مراتب میں ابداً ودائماً ترقی فرماتا رہے۔

والسلام

محمود اسعد مدنی
صدر جمعیۃ علماء ہند

تعزیتی مکتوب

از: مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارن پور

مرسل: حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہٗ



مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

MADRASA MAZAHIR ULOOM (WAQF) SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA PH. 0132-2653018

تاریخ ــــــ ــــــ۱۴ھ مطابق ــــــ۲۰ء

تعزیت نامہ بروفات حضرت مولانا عبدالمغنی مظاہریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج مورخہ ۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/اگست ۲۰۲۱ء چہارشنبہ کو بذریعہ واٹسپ یہ معلوم ہوکر نہایت رنج وقلق ہوا کہ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے نامور سپوت حضرت مولانا عبدالمغنی مظاہری حیدرآبادی طویل علالت کے بعد مولائے حقیقی سے جاملے۔ إنالله وانا اليه راجعون.

ان لله مااخذوله مااعطى و كل شئى عنده باجل مسمّى فلتصبرولتحتسب.

اللّٰهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس وابدله داراً خيراً من داره وأهلاً خيراً من أهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار“۔

رنج وغم زندگی کا حصہ ہے، حیات ممات کا پیش خیمہ ہے، رضا بالقضا ہی ایمان کا تقاضا ہے اور ایسے افسوس ناک حالات میں صبر جمیل کا درجہ اعلیٰ وارفع ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے)

مولانا مرحوم اپنی علمی، قلمی، دینی، سماجی اور رفاہی خدمات کے باعث ان شاء اللہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے، آپ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق مظاہری ہردوئی علیہ الرحمہ کے مجاز و مسترشد اور تربیت یافتہ تھے، ادارہ مرحوم کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے، اللہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ و بالا مقام نصیب فرمائے۔

العبد

(مولانا) محمد سعیدی

ناظم ومتولی مظاہر علوم وقف سہارنپور

بتاریخ: ۸/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۸/اگست ۲۰۲۱ء چہارشنبہ

تعزیتی مکتوب

از: مجلس دعوۃ الحق ہردوئی، یوپی

مرسل: حضرت مولانا سلیم الحق صاحب ہردوئی مدظلہٗ

باسمہٖ تعالیٰ

مجلس دعوۃ الحق
تار کا پتہ: ناظم دعوۃ الحق ہردوئی
فون: ۲۲۲۹۳۳ ۰۵۸۵۲:۱۰
فون، فیکس ۲۲۲۰۱۳
ہردوئی ——— ۲۴۱۰۰۱ ——— یوپی ——— الہند

حوالہ نمبر ۱۲۲۱

تاریخ ۱۳/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ
مطابق ۲۳/اگست ۲۰۲۱ء

مخدومہ والدہ مولوی عبد القوی صاحب زید لطفہا و دیگر اہلِ خاندان (حیدرآباد)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مفتی عبد المغنی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حیدرآباد کی رحلت کی اطلاع ملی، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ رنج وصدمہ ہوا، دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کی توفیق ہوئی، مدرسہ ہٰذا اساتذہ نے بھی ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی۔

حضرت محیی السنۃ نور اللہ مرقدہ کا تحصیل ثواب تعزیت کے لئے ان مواقع پر درج ذیل کلمات لکھنے یا لکھوانے کا معمول تھا، یہ ناکارہ بھی بغرضِ تحصیل اجر انہی کلمات کو تحریر کرتا ہے:

(۱) "إِنَّ لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَا أَعْطٰی، وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِأَجَلٍ مُّسَمًّی"۔ فلتصبر ولتحتسب۔

(۲) ایک بدوی بزرگ نے جو تعزیت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی تھی وہ بھی معروض ہے:

وَخَیْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ أَجْرُکَ بَعْدَہٗ ‏ وَاللّٰہُ خَیْرٌ مِّنْکَ لِلْعَبَّاسِ

حضرت محیی السنۃ نور اللہ مرقدہ نے اکابر کی تعلیمات سے ایک پرچہ "علاج الغم والحزن" انہی مواقع کے لئے مرتب کر کے شائع کیا تھا، وہ مرسل ہے۔ خود بھی پڑھیں اور دیگر اہلِ تعلق کو بھی پڑھ کر سنائیں، ان شاء اللہ نفع ہوگا یعنی تخفیفِ غم میں مدد ملے گی، یہ ناکارہ بھی دعاء کرتا ہے۔

والسلام

سلیم الحق

نائب ناظم
مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

علاج الغم والحزن (یعنی) پریشانی کا علاج

مرتبہ: محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مجلس دعوۃ الحق و مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی

دنیا ایک پریشانی وغم کا نام ہے۔ دنیا میں رہ کر کسی نہ کسی طرح کی فکر اور پریشانی ضرور لاحق ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی کوشش کرنا کہ کسی قسم کی تکلیف یا غم کی بات لاحق نہ ہو یہ بیکار ہے۔ البتہ یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ پریشانی وغم کی بات سے جو اثر ہوتا ہے اس سے انسان محفوظ ہوجاوے یعنی پریشانی کی بات ظاہر ہو مگر اس کو پریشانی نہ ہو یہ بات صرف دو باتوں کے پیش نظر رکھنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔

اول:۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں ہر قسم کا تصرف بندہ پر فرما سکتے ہیں، جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے، بغیر اس کے حکم کے ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔

دوم:۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہیں ان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں، جن کے جاننے کا انسان نہ مکلف ہے اور نہ ان کا جاننا ضروری ہے۔

ان دو چیزوں کو ذہن میں بار بار سوچنا چاہئے کہ ہر وقت یا خیال کرنے پر فوراً یہ دونوں باتیں سامنے آجائیں۔

اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچے کہ یہ بحکم خداوندی ہوا، جیسا کہ پہلی بات میں کہا گیا۔ پھر یہ سوچے کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے گو ہم کو علم نہ ہو۔ اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ جسم کو تکلیف کے باوجود دلی پریشانی نہ ہوگی اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ عاقل شخص کے آپریشن ہوتا ہے، ہاتھ کٹنے پر تکلیف ضرور ہوتی ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لیے وہ ڈاکٹر سے خوش رہتا ہے اس کو فیس بھی دیتا ہے اور یہی آپریشن نافہم بچہ کے ہو وہ کیوں کہ مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اور یہ جانتا نہیں کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لیے وہ گالی تک دے دیتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصلحت کا خیال سکون بخش ہوتا ہے۔ ان کو بھی اختیار کرے خصوصاً دعا خوب کرے کیونکہ یہ بڑی مؤثر چیز ہے۔ نیز امور ذیل کے اضافہ سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت جلد سکون ہوجاتا ہے۔

(۱) نفل نماز کی کثرت کرنا

(۲) ذکر اللہ کی کثرت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرنا کسی تعداد کی قید نہیں اور نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے۔ مثلاً سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ یا درود شریف جو جی چاہے پڑھنا۔

(۳) اجر آخرت کا تصور وخیال رکھنا۔ اگر کسی بچے کا انتقال ہوگیا ہو یہ سوچنا کہ یہ قیامت میں شفاعت کرے گا۔

(۴) زندوں میں سے جس سے انس ہو اس کا تصور وخیال انتقال کرنے والے کی یاد کے وقت رکھنا۔

(۵) یا حی یا قیوم کا ورد کثرت سے رکھنا کم از کم شب وروز میں پانچسو مرتبہ اور ایک نشست میں سو مرتبہ۔

(۶) حیات المسلمین کے باب صبر وشکر کا مطالعہ کرنا۔ اس طرح تبلیغ دین کے باب صبر وتفویض کو دیکھنا۔

(۷) اہل اللہ اور کاملین کی ورنہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا، اس خیال سے کہ ان کے قلبی برکات کا عکس میرے قلب پر پڑے۔ اگر صحبت کا موقع نہ ملے تو ان کے مواعظ وملفوظات دیکھنا۔

احقر ابرار الحق عفی عنہ

منجانب: شعبہ نشر و اشاعت مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی

Printed by : T.H. Printers (Delhi)

تعزیتی مکتوب

از: مرکز التراث الاسلامی دیوبند

مرسل: حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری زید مجدہٗ

Reg. No. 11/2018

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



مرکز التراث الاسلامی دیوبند

Markaz Al-Turath Al-Islami Deoband

Mohalla Khanqah, Deoband Distt. Saharanpur (U.P.) India

Mob.: 9457219272, 7895859167 Email ID: mtideoband@yahoo.com

تاریخ.................. حوالہ..................

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک کے بعد ایک بڑے بڑے علماء کا ہمارے درمیان سے مسلسل اٹھنے کا سلسلہ جاری ہے، اسی درمیان آج انتہائی تکلیف دہ خبر ملی کہ مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ آندھرا و تلنگانہ کے نائب صدر اور مدرسہ سبیل الفلاح ملا گوڑا حیدر آباد کے بانی و مہتمم حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ بھی، ابھی (۱۸/اگست ۲۰۲۱ء) ہم سے جدا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور مجلس کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

انتقال کی خبر ملنے پر مرکز التراث الاسلامی دیوبند میں خصوصی طور پر ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا نیز ہندوستان کی تمام مجالس تحفظ ختم نبوت سے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی اپیل کی گئی ہے۔ حضرت مرحوم کے جملہ متعلقین و پسماندگان بالخصوص برادر اکبر حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب خازن مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ اور خلف الرشید جناب مولانا محمد میاں قاسمی صاحب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے ہم خدام دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(مولانا) شاہ عالم گورکھپوری

نائب ناظم و استاذ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

۱۵ محرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۵ اگست ۲۰۲۱ء بروز بدھ

بخدمت: حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ ناظم مدرسہ اشرف العلوم خواجہ باغ حیدر آباد

جناب مولانا محمد میاں صاحب قاسمی، مدرسہ سبیل الفلاح حیدر آباد

تعزیتی مکتوب

از: دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد

مرسل: مولانا نعمان بدر القاسمی ندوی زید مجدہٗ



دار العلوم سبيل السلام حيدرآباد- الهند
DARUL ULOOM SABEELUSSALAM, HYDERABAD

بگرامی خدمت
حضرت مولانا عبدالقوی صاحب زید مجدکم
ناظم ادارہ اشرف العلوم خواجہ باغ، سعید آباد، حیدرآباد

محترم المقام　　　زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

آپ کے برادر مکرم حضرت مولانا ومفتی عبدالمغنی مظاہریؒ کی وفات کی خبر سے پوری ریاست کے مسلمان بالخصوص دینی مدارس سے وابستہ افراد غیر معمولی صدمہ سے دوچار ہیں۔ بلاشبہ ان کے جانے سے ریاست تلنگانہ اور آندھرا پردیش ایک عظیم دینی شخصیت سے محروم ہوگئی۔ عام طور پر ایک شخص کے لئے درس وتدریس اور دینی درسگاہ کی نظامت کے ساتھ رفاہی اور اصلاحی سرگرمیاں دشوار ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں برکت دی تھی اور ایسا حوصلہ دیا تھا کہ اپنے مدرسہ کی نظامت اور مختلف تعلیمی اداروں کی سرپرستی اور نگرانی کے باوجود رفاہی واصلاحی کاموں میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ملک کی معروف درسگاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے نمایاں اور ممتاز فضلاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بیک وقت وہ کامیاب مدرس، بہترین منتظم، اچھے مصلح ومربی اور شاندار خطیب تھے۔ جمعیۃ علماء حیدرآباد کے پلیٹ فارم سے جو رفاہی اور اصلاحی خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ خاص طور پر تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے شہر اور دیہی علاقوں میں مسلمانوں کے ایمان وعقائد کے تحفظ کے لئے ان کی سرگرمیاں قابل قدر اور لائق تحسین ہیں۔ اکابر دیوبند اور اسلاف کے منہج پر وہ ہمیشہ چلتے رہے، بزرگوں سے ان کا خاص تعلق تھا جس کے نتیجے میں تصوف وسلوک کی راہ سے وہ آشنا ہوئے اور بڑی خلقت کو سیراب کیا۔ وہ دنیا سے چلے گئے لیکن ان کے ہزاروں شاگرد، مریدین ومعتقدین اور ان کی ہمہ جہتی خدمات باقی ہیں جو ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گی۔ میں آپ تمام حضرات کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں۔

والسلام

الداعی [signature]
(محمد نعمان بدر القاسمی ندوی)

۲۵/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق
۴/ستمبر ۲۰۲۱ء

MADINATUL-ILM, Post : Balapur Hyderabad-5, Telangana, INDIA
www.sabeelussalam.org, info@sabeelussalam.org
040-24440450, 040-2444183

تعزیتی مکتوب

از: صفا بیت المال کریم نگر

مرسل: مولانا محمد کاظم الحسنی صاحب زید رشدہٗ



Regd. No. : 93/2016 Estd. : 2016

H.No. 9-3-72,Masjid-e-Kouser, Malgi No.1,2, Godamgadda,
Karimnagar - 505001, Telangana.
PHONE : 9885016613, 9440852758, 9247339373
www.safabaitulmaal.com, E-mail : safabmaal@gmail.com

Date : ____________

Ref. No. :

صفا بیت المال شاخ کریم نگر کی جانب سے
مفتی محمد عبدالمغنی مظاہریؒ کے انتقال پر تعزیت

حافظ محمد حکیم خان (نائب صدر صفا بیت المال شاخ کریم نگر) کی اطلاع کے بموجب دفتر صفا شاخ کریم نگر پر مولانا محمد کاظم الحسنی صاحب (صدر صفا بیت المال شاخ کریم نگر) کی صدارت میں اراکین صفا کا مفتی محمد عبد المغنی مظاہریؒ کے انتقال پر تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جسمیں مفتی صاحبؒ کی علاقہ تلنگانہ وآندھرا کے علاوہ ملک میں آپکی بے لوث خدمات کا تذکرہ کیا گیا، آپکی رحلت علمی حلقہ کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اجلاس کے آخر میں دعا کی گئی کہ اللہ عزوجل مفتی صاحبؒ کی دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور آخرت میں ترقئ درجات کا سبب بنائے، نیز آپکے اہل خانہ، متعلقین، تلامذہ، ومحبین کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین



تعزیتی مکتوب

از: مجلس علمیہ تلنگانہ وآندھرا

مرسل: مولانا سید مجاہد علی قاسمی زید مجدہٗ

MAJLIS-E-ILMIYA
Telangana & Andhra



مجلس علمیہ تلنگانہ وآندھراپردیش

Ref.:

Date: ۱۰ / محرم الحرام ۱۴۴۳ھ
۲۰ / اگست ۲۰۲۱ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ریاست کے معروف عالم دین
حضرت مولانا مفتی عبدالمغنی صاحب کا سانحہ ارتحال

مجلس علمیہ تلنگانہ وآندھراپردیش کے نائب ناظم حضرت مولانا محمد بانعیم کے بیان کے مطابق مجلس علمیہ کے رکن عاملہ اور ناظم مدرسہ سبیل الفلاح حضرت مفتی عبدالمغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحبؒ کا دارفانی سے کوچ کرجانا ریاست کے ادبی، دینی اور علمی حلقوں کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے، جس پر مجلس علمیہ کے ناظم حضرت مولانا سید اکبر صاحب مفتاحی دامت برکاتہم کے ساتھ ساتھ تمام ہی اراکین تاسیسی مجلس علمیہ واراکین عاملہ اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں، حضرت علیہ الرحمۃ مجلس کے تمام ہی اجلاس کی شان ہوا کرتے تھے۔

حضرت کی وفات ہم تمام کے لئے بہت بڑا خسارہ ہے، ہم تمام اراکین مجلس حضرت کے لئے دعا گو ہیں کہ رب کریم حضرت کی مغفرت فرمائے، اُن کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے، اور اُن کے ادارہ کو نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین

معین نائب ناظم مجلس علمیہ
(مولانا) سید مجاہد علی قاسمی



18-12-418/D/9/3/A, Masjid Al Kauser, Hafiz Babanagar, Hyderabad-500005, Telangana, INDIA



040-24445510

نمبر 18-12-418/D/9/3/A # مسجد الکوثر حافظ بابانگر، حیدرآباد، تلنگانہ، الہند

تعزیتی مکتوب

از: مجلس تحفظ ختم نبوت سوریاپیٹ

مرسل: مولانا مفتی محمد عبدالاحد فلاحی قاسمی زید رشدہٗ

MAJLIS-E-TAHAFFUZ-E KHATM-E-NABUWAT
Dist. Suryapet, Telangana State, India
مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ
ضلع سوریاپیٹ، تلنگانہ، الہند
H.No. 3-58, Near Masjid-e-Noor, Tunga Thurthy, Dist. Suryapet, T.S. INDIA
دفتر: مکان نمبر ۵۸-۳، نزد مسجد نور، تنگاترتی-۵۰۸۲۸۰، ضلع سوریاپیٹ، ٹی ایس، انڈیا
E-mail : mtknsrpt@gmail.com

Ref.　　　　Date : 2 SEP 2021

مجاہد ختم نبوت آہ مفتی عبدالمغنی صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

آں محترم کے تصور سے جذبات وخیالات کا ایک ہجوم ذہن وقلب پر چھا رہا ہے، جس میں سے کچھ کلمات سپرد قرطاس کر رہا ہوں آہ مفتی عبدالمغنی مظاہری صاحب علیہ الرحمہ کے حق میں کچھ رقم کرتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے آں محترم ایک جامع ہستی ہونے کے ساتھ ساتھ قول وعمل میں یکسانیت لئے ہوئے ایک نورانی سیرت سے آراستہ پیراستہ بزرگیت کے حامل دار فانی سے گذر جانا حضرت کے محبین ومقربین کے لئے ناقابل برداشت مرحلہ ہے حضرت کی نظر اللہ کے کلام پر بڑی گہری رہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت ورحمت سے پر تعلیمات کو موثر انداز میں اس طرح پیش کرتے تھے کہ سننے کے دوران حاضرین اپنے آپ کو مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں ہونے کا احساس ہوتا تھا ذاتی ضروریات کو ذمہ داری کے ادا کرنے کے دوران بالائے طاق رکھتے تھے کئی مقامات پر جان کا خطرہ ہونے کے باوجود پہنچ کر حملہ آوروں کے حملوں کی زد میں آکر بھی استقامت کے ساتھ ختم نبوت پر مدلل ومفصل دلائل کے ساتھ کئی جانی دشمنوں کو قائل کرنے کا شرف انہیں حاصل رہا ہے اپنی طرح بے لوث اور مخلصانہ خدمات انجام دینے والوں کو نہ صرف اچھی طرح پہچانتے تھے بلکہ ان کے حق میں ہمہ پہلو مہربان بھی رہے ہیں علمی کاوشوں وعملی جد وجہد کے ہمراہ سخاوت فراوانی کے ساتھ مال خرچ کرنے کا وصف بہت کم نفوس نفیسہ میں پایا جاتا ہے مال خرچ کرنے میں بڑے خوش دلی سے لگے رہتے تھے بڑے سے بڑا خرچ بھی ان کے پیشانی پر بل نہیں ڈالتا تھا ایسا مخلص شفیق اور اہل علم وعمل کا قدر دان کا دنیا سے رخصت ہو جانا ایک عظیم المیہ ہے عالم کا اہل علم طبقہ ذمہ داران مکاتب مساجد ومدارس اس امر سے آگاہ ہیں کہ ریاست تلنگانہ کے مشہور ومعروف صاحب نسبت عالم دین رہبر قوم وملت مجاہد ختم نبوت مخلص شخصیت حضرت اقدس مفتی عبدالغنی مظاہری صاحب علیہ الرحمہ 18 اگست 2021 بروز چہارشنبہ تین بجے رات انتقال فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون خاکسار مفتی صاحب کے ساتھ کے 18 سال 6 ماہ متحدہ ضلع نلگنڈہ تحفظ ختم نبوت مہم میں سرگرم عمل رہے اسی مناسبت سے مفتی صاحب کی ہمہ پہلو خدمات پر مختصر تحریر کر رہا ہوں کہ مجھے اللہ تبارک وتعالی پر کامل ومکمل توکل وامید ہے کہ دیگر خدمات کے ہمراہ تحفظ ختم نبوت پر مفتی صاحب کو اللہ جنت نصیب کرے گا عرض خدمت یہ ہے کہ متحدہ ضلع نلگنڈہ کے اکثر دیہات فتنہ قادیانیت سے متاثر تھے الحمدللہ مفتی صاحب کی سرپرستی میں اکثر علاقوں میں قادیانیت کا فتنہ دم توڑ چکا ہے مفتی صاحب کے چند حیرت انگیز واقعات وخدمات پیش ہیں متحدہ ضلع نلگنڈہ کا ایک گاؤں کاسرلہ پہاڑ منڈل اروا پلی قادیانیوں کا مضبوط گڑھ تھا فتنہ قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لئے مفتی صاحب سے 10 دن تک خاکسار مسلسل رابطے میں رہا خاکسار سے فون پر رابطہ ہو نہیں پا رہا تھا اتفاق سے 13 جون 2008 بوقت ۸۔۳۰ صبح کو فون پر رابطہ قائم ہوا فون بج رہا تھا خاکسار نے مفتی صاحب سے عرض کیا تھا مفتی صاحب آپ کا فون 10 دن سے نہیں مل رہا تھا مفتی صاحب نے بتایا کہ عمرہ سے ابھی واپسی ہوئی ہے ایئرپوٹ سے باہر آکر انڈیا کا سم کارڈ فون میں داخل کیا ہوں پہلا فون آپ ہی کا آیا ہے بتائیں مولانا کیا بات ہیں خاکسار نے عرض کیا مفتی صاحب قادیانیوں کو کلمہ پڑھوانا ہے کاسرلہ پہاڑ آنا ہے مفتی صاحب نے عرض کی کب تشریف لانا ہے خاکسار نے کہا ابھی تشریف لانا ہے مفتی صاحب ایئرپوٹ سے کاسرلہ پہاڑ تشریف لاکر 37 سال سے فتنہ قادیانیت سے متاثرہ 22 مرد وخواتین کو اسلام قبول کروایا (بحوالہ 14 جون 2008 روزنامہ سہارا سیاست اعتماد منصف) اس موقع پر مولانا رحمت اللہ شریف صاحب مرحوم امیر حلقہ آسام (جماعت اسلامی) نلگنڈہ کی مشہور شخصیت وکیل یوسف علی عسکری صاحب ودیگر جماعت اسلامی کے ذمہ داران بھی موجود تھے قادیانیوں کے گڑھ کو کمزور کرنے کے لئے کاسرلہ پہاڑ قادیانیوں کے انتشار علمائے کرام کی حفاظت امن کو برقرار رکھنے کے لئے پولیس کا بھاری بندبست کرنے میں شہر نلگنڈہ کے بےلوث سیاسی قائد محترم احمد کلیم صاحب سابقہ صدر مجلس اتحاد المسلمین ضلع نلگنڈہ کا اہم رول وتعاون رہا ہے مفتی صاحب قادیانیوں کو تائب کروانے کے بعد بوقت ۴ بجے شام کاسرلہ پہاڑ گاؤں سے بغیر ظہرانہ قادیانیوں کے خلاف احتجاجی جلسہ بمقام دارالسلام حیدرآباد کے لئے روانہ ہوگئے بعد نماز مغرب ہندوستان کے مایہ ناز سیاسی قائد پارلمنٹ کے روح رواں الحاج محترم بیرسٹر اسدالدین اویسی صاحب نے مفتی صاحب کو دارالسلام

MAJLIS-E-TAHAFFUZ-E KHATM-E-NABUWAT
Dist. Suryapet, Telangana State, India

مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ
ضلع سُوریاپیٹ، تلنگانہ، الہند

H.No. 3-58, Near Masjid-e-Noor, Tunga Thurthy,
Dist. Suryapet, T.S. INDIA

دفتر: مکان نمبر ۳-۵۸، نزد مسجدِ نور، تنگاترتی-۵۰۸۲۸۰، ضلع سُوریاپیٹ، ٹی ایس، انڈیا

E-mail : mtknsrpt@gmail.com

Ref. Date : .... 2 SEP 2021

میں دیکھ کر فرمایا ابھی تھوڑی دیر پہلے صدر مجلس نلگنڈہ کی جانب سے اطلاع ملی 22 قدیم قادیانیوں کو تائب کروا چکے ہیں مفتی صاحب کی خدمات سے بہت متاثر ہوتے ہوئے بجر
پور مبارک بادوی وسرے دن مفتی صاحب کاسرلہ پہاڑ گاؤں تشریف لاکر تائب شدہ افراد کولیکر مسجد کے لئے زمین خریدنے کے لئے خالی زمین کی تلاشی لی بدمعاش قادیانیوں نے
مسجد کے لئے زمین خریدنے میں رکاوٹ ڈالی بالآخر زمین کی اصل قیمت سے دوگنی قیمت پر جوش وجذبہ کے ساتھ مسلمانوں کی ایمان کی حفاظت کے لئے مفتی صاحب نے 14 سو
گز مدرسہ ومسجد کے لئے زمین خریداری کی زمین کا رجسٹریشن حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ صدر مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ وآندھیرا کے نام کروایا اللہ کے فضل
وکرم سے مفتی صاحب نے مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ وآندھیرا کی جانب سے مسجد مریم لطیف نام سے مولانا ارشد علی قاسمی صاحب دامت برکاتہم سکریٹری مجلس تحفظ ختم نبوت
کی زیر نگرانی تعمیر کروانے کے بعد مسلسل گاؤں والوں پر محنت کی گئی الحمدللہ مفتی صاحب کی کوششوں سے جملہ کاسرلہ پہاڑ گاؤں کے 110 افراد فتنہ قادیانیت سے تائب ہو چکے ہیں
اور مزید ۱۵ مکانات فتنہ قادیانیت سے متاثر ہیں مفتی صاحب کی دلی آرزو اس گاؤں کے جملہ افراد کو تائب کروانے کی تھی محنت جاری تھی مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا دوسرا واقعہ
2 مارچ 2006 بروز جمعرات بوقت ۱۱ بجے دن سنی لڑکی کا رشتہ قادیانی لڑکا متوطن نرملا منڈل جنگاؤں کے ساتھ خفیہ طور پر قادیانی سنی لڑکی متوطن پسنور منڈل تنگاتورتی کے ساتھ
شادی طے تھی اطلاع ملنے پر حیدرآباد سے تشریف لاکر خاکسار مفتی صاحب جس گاؤں میں شادی ہو رہی تھی رکوانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے نرمل کا قادیانی پنڈٹ جو پیشہ کے
اعتبار سے ہومیوپیتھی کا ڈاکٹر تھا جس کا نام شیخ نذیر تھا اس نے قادیانی اور چند افراد کو شراب پلا کر مفتی صاحب خاکسار پر حملہ کروایا تھا اس واقعہ میں مفتی صاحب کو شدید چوٹ لگی اسی
حالت میں قادیانیوں پر قابو پاتے ہوئے بالآخر قادیانیوں کے مکروفریب سے متاثرہ قادیانیوں کو مفتی صاحب عقیدہ ختم نبوت پر مضبوطی سے جما دیا نتیجہ میں 12 افراد قادیانیت سے
تائب ہوئے 30 مئی 2017 بروز منگل بوقت بعد نماز مغرب متوطن کاسرلہ پہاڑ کے قادیانیوں کو تائب کروانے کے لئے حیدرآباد سے مفتی صاحب سفر پر روانہ ہوئے تھے موتکور
منڈل کے قریب مفتی صاحب کی کار بوقت ۴ بجے شام کار حادثہ کا شکار ہوئی تھی مفتی صاحب نے فوراً اپنی کار کو چھوڑ دوسری منگوا کر ہاتھ پیشانی چوٹ لگنے کے باوجود دوسری گاڑی
میں سوار ہو کر کاسرلہ پہاڑ بعد نماز مغرب پہونچکر 6 مرد 5 خواتین کو اسلام قبول کروایا 20 نومبر 2017 بروز پیر بوقت ۹ بجے صبح تا بعد نماز ظہر تک متوطن ترماپور منڈل ارواپلی کے
فتنہ قادیانیت سے متاثرہ افراد کو جنگلات پہاڑوں میں پیدل چل کر بھوک پیاس کو برداشت کرتے ہوئے فتنہ قادیانیت سے متاثرہ افراد کو تلاش کر کے عقیدہ ختم نبوت پر تفصیلی
بات سمجھا کر چار مرد 3 خواتین کو اسلام قبول کروایا مدرسہ مسیح العلوم للبنین والبنات کے طلبہ کے ساتھ گہرا تعلق دلی لگاؤ رکھتے تھے ہر سال عیدالفطر کے دوسرے دن فتنہ قادیانیت سے
تائب شدہ مرد وخواتین مدرسہ ہذا میں جوڑ کر طعام وغیرہ کا خود اپنے ذاتی خرچہ سے انتظام کرتے تھے طعام کے بعد تائب شدہ مرد وخواتین کو عیدی کے نام پر کچھ رقم وغیرہ دیا کرتے
تھے تائب شدہ حضرات کے پاس پڑوس کے غیر مسلموں کو بھی عید کے موقع پر رقم دیا کرتے تھے گاؤں والیس حضرت مفتی صاحب کو مخلص ملنسار القاب سے یاد کرتے ہیں دارالعلوم
جامعۃ الرشید محلہ ہنوگوڑہ نلگنڈہ 12 سال سے سالانہ جلسہ کی صدارت فرماتے تھیں اپنے صدارتی تفصیلی خطاب کے بعد تکمیل حفظ قرآن مجید کے طلبہ کی دستار بندی فارغ شدہ خوش
نصیب طلبہ کو مفتی صاحب ہر سال اپنے ہاتھوں سے سند دیا کرتے تھیں متحدہ ضلع کے مسلمانوں کا مفتی صاحب سے گہرا اصلاحی تعلق تھا بہر حال مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ
باتیں کچھ یادیں مزید اور بھی ہیں مضمون طویل نہ ہو اس لئے تحریر کو مختصر کر دیا گیا مفتی عبدالمغنی صاحب علیہ الرحمہ مشن کو جاری وساری رکھنے کے لئے شیخ الحدیث نمونہ اسلاف
حضرت اقدس مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم ناظم مدرسہ سبیل الفلاح وناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد خاکسار ادبا درخواست کرتا ہے کہ وہ آگے آئیں تو انشاءاللہ مفتی
صاحب کے عزائم اور باطل فتنوں کا صفایا ملت اسلامیہ کا فائدہ ہوگا مفتی صاحب کا اس دنیا سے چلا جانا مجلس تحفظ ختم نبوت سوریاپیٹ ومدرسہ مسیح العلوم للبنین والبنات تنگاتورتی و
جامعۃ الرشید نلگنڈہ کا بہت بڑا خسارہ ونقصان ہے اللہ تبارک وتعالی سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی ان کی بے لوث خدمات کو قبول فرمائیں آمین

از قلم مفتی محمد عبدالاحد فلاحی حسامی صدر مجلس تحفظ ختم نبوت
بانی وناظم مدرسہ مسیح العلوم للبنین والبنات تعلقہ تنگاتورتی ضلع سوریاپیٹ تلنگانہ

تعزیتی مکتوب

از: مجلس تحفظ ختم نبوت نظام آباد

مرسل: مولانا مفتی سعید اکبر صاحب مدظلہ

رجسٹر نمبر: 309/2014

مجلس تحفظ ختم نبوت سوسائٹی ضلع نظام آباد

دفتر: انجمن اسلامیہ نزد جامع مسجد، لائین گلی، نظام آباد (تلنگانہ)

MAJLIS TAHAFFUZ-E-KHATME NUBUWWAT SOCIETY DIST. NIZAMABAD

Office: Madarsa Anjumane Islamia, Near Jama Masjid, Line Gally, Nizamabad - 503 001 (T.S.)

President: Mufti Sayeed Akbar   Cell: 9533175154   صدر: مفتی سعید اکبر

Date: 4/9/2021 تاریخ

حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحبؒ، (چند تأثرات)

18/اگست 2021ء کو ہماری ریاست کے جید، مشہور و معروف عالم دین، صاحب نسبت بزرگ حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال، اس دور قحط الرجال میں عوام و خواص اور پوری ریاست کے لئے بڑا خسارہ ہے۔ خصوصاً مجلس تحفظ ختم نبوت (ضلع نظام آباد) سے حضرت مفتی صاحب کو بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ اس عاجز کے ساتھ انتہائی شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ کئی اہم جلسوں اور پروگراموں میں آپ کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے مدعو کیا جاتا، آپ بخوشی منظور فرما لیتے، آپ کے دلپذیر بیانات، قیمتی مشوروں اور تجربات سے استفادہ کی بارہا سعادت حاصل رہی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع نظام آباد بعض اہم مواقع پر حضرت مفتی صاحب سے مشورہ کرتی۔ حضرت کے مفید مشوروں سے تسلی ہوتی اور اطمینان حاصل ہوتا۔ حضرت مفتی صاحب انتہائی متواضع، نرم خو، چھوٹوں پر شفقت آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ کے ایک شاگرد حافظ اعجاز صاحب (کونگیر) کچھ عرصہ سے مختلف مسائل سے دوچار ہیں۔ حضرت مفتی صاحب ان کے مسائل کے حل اور تعاون کے بارے میں بعض مرتبہ اس عاجز کو فون کر کے توجہ دلاتے رہتے تھے۔ اور بعض احباب کے سامنے غائبانہ اس عاجز کے بارے میں حضرت مفتی صاحب جس حسن ظن کا اظہار فرماتے تھے۔ بعد میں ان احباب کے بتانے پر حضرت شفقت و عنایت پر بہت حیرت ہوتی، واقعی یہ حضرت کا کمال تواضع تھا۔ کہ چھوٹوں کی چھوٹی چھوٹی دینی کاموں کو بہت ہی تحسین کی نظر سے دیکھتے، اور خوب دعاؤں سے نوازتے۔ جب بھی اس علاقے کا سفر ہوتا تو میں نے دیکھا کہ آپ پروگرام کی مصروفیات کے باوجود اپنے قدیم شاگردوں سے ملاقات کے لئے وقت نکالتے۔ اور انکی دلجوئی فرماتے۔ آپ کی زندگی کا ایک پہلو جو آپ کی شخصیت کو ممتاز کرتا ہے۔ وہ اضلاع، منڈل اور دیہاتوں میں دینی خدمات سے جڑے ہوتے۔ علماء حفاظ اور شاگردوں کی حوصلہ افزائی، پریشان حال اور ضرورت مند اہل علم کی مدد کرنا اور دوسروں کو مدد کے لئے توجہ دلانا تھا۔ انتقال سے چند دن قبل حضرت مفتی صاحب کی عیادت اور ملاقات کی غرض سے جانا ہوا تھا۔ بہت علیل تھے، بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ اس تھوڑی دیر کی صحبت سے اس عاجز کی دل کی کیفیت بدل گئی۔ دل میں رقت طاری ہوگئی اور آنسوں جاری ہوگئے، اور یہ عاجز حضرت کے عارف باللہ اور مقام احسان کی اُس کیفیت سے متاثر ہوا۔ پھر اس عاجز نے حضرت سے اپنی اصلاح، باطنی طہارت اور تزکیہ نفس کے لئے خصوصی دعا اور توجہات کی درخواست کی تو حضرت نے بارک اللہ فی فرمایا۔ اس عاجز نے حضرت کی دینی خدمات کا اور مجلس تحفظ ختم نبوت، ضلع نظام آباد سے لگاؤ، اور علاقہ میں حضرت کے دینی اسفار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس عاجز نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہت کام لیا ہے۔ حضرت نے سن کر فرمایا، دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اور قبول فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی تمام دینی، ملی، سماجی، فلاحی اور تعلیمی کاوشوں کا بدلہ اپنی شایان شان عطاء فرمائے۔ ان کے رفع درجات کا ذریعہ بنادے۔



بقلم

سعید اکبر

تعزیتی مکتوب

از: دعوہ اسلامک اکیڈمی حیدرآباد

مرسل: جمیع ٹرسٹیان، اساتذہ وطلباء کرام

دعوۃ اسلامک اکیڈمی
DAWAH ISLAMIC ACADEMY
Esdt. 1436-2015
Regd. No. 70/BKIV/2019

Date : ____________________
Ref. : ____________________

باسمہ تعالی

دعوہ اسلامک اکیڈمی میں حضرت مفتی عبدالمغنی صاحبؒ کے لیے ایصال ثواب اور دعائیہ نشست۔۔۔

حضرت مفتی عبدالمغنی صاحبؒ مظاہری بانی وناظم مدرسہ سبیل الفلاح وصدر سٹی جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد کے انتقال پر دعوہ اسلامک اکیڈمی حیدرآباد کے صدر و جنرل سیکرٹری سٹی جمعیۃ العلماء گریٹر حیدرآباد حضرت مولانا محمد مصدق القاسمی مدظلہ نے اپنے گہرے دکھ اور رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ان خوش نصیب علماء میں سے تھے جو تادم آخر خدمت دین اور عوامی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے ہوئے اپنا سفر مکمل کیا مفتی صاحب کے انتقال کی اطلاع کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کے ایصال ثواب کے لئے دعوہ اسلامک اکیڈمی کے طلباء نے تلاوتِ قرآن مجید اور دعائیہ نشست کا اہتمام کیا مفتی مجیب الدین قاسمی صاحب کی دعا پر مجلس کا اختتام عمل میں آیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے لئے کی جانے والی ان تمام کاوشوں کو قبول فرمائے، اور ان کی مغفرت کا سامان اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

منجانب
جمیع ٹرسٹیان، اساتذہ وطلباء
دعوہ اسلامک اکیڈمی حیدرآباد

16-2-61/A/8, Akber bagh. Malakpet, Hyderabad - 500036, Telangana (India)
Cell : 9247555916

تعزیتی مکتوب

از: تحفظ شریعت ٹرسٹ حیدرآباد

مرسل: مولانا محمد عامر قاسمی زید رشدہٗ



تحفظ شریعت ٹرسٹ
TAHAFFUZ-E-SHAREEAT TRUST

Date: 18/08/2021

Ref. No.:

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہری کا سانحۂ ارتحال
ملک وملت کا عظیم خسارہ

آج بہ تاریخ 18 اگست 21ء مطابق ۸ محرم الحرام ۴۳ھ بہ روز چہار شنبہ رات تین بجے رہبر قوم وملت حضرت اقدس مفتی محمد عبد المغنی صاحب مظاہری رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصے کی علالت کے بعد جوار رحمت میں پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے سانحۂ ارتحال سے نہ صرف سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد اور مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا اپنے عظیم قائد ورہنما سے محروم ہوگئے؛ بل کہ متعدد دینی، ملی اور رفاہی ادارے بھی اپنے سرپرست ونگران کی شفقتوں سے ہمیشہ ہمیش کے لیے محروم ہوگئے۔

مفتی محمد عامر قاسمی صدر تحفظ شریعت ٹرسٹ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تقریباً نصف صدی پر محیط اپنی دینی، علمی، اصلاحی اور رفاہی خدمات کے تئیں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے، دین وملت کے مختلف پلیٹ فارمز سے مفتی صاحب نے جو لافانی نقوش چھوڑے ہیں وہ "**ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما**" کا مصداق ہیں۔ آپ کی ذات والاصفات گوناگوں خوبیوں کی مالک تھی، خورد نوازی آپ کی عادت تھی، حوصلہ افزائی آپ کی فطرت تھی اور حق گوئی آپ کی طبیعت تھی۔ فتنۂ غیر مقلدیت کے تعاقب میں مستقل تحریک کے طور پر کام کرنے والوں میں مفتی صاحب رحمہ اللہ سرفہرست تھے، آپ ہی کی جد وجہد سے ہر سال جلسہائے عظمت صحابہ واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کامیاب انعقاد ہوتا تھا اور آپ ہی کے دم قدم سے دینی وملی مجلسوں میں رونق تھی؛ مگر آہ کہ مفتی صاحب اب ہمارے درمیان نہیں رہے، حق تعالی آپ کی مغفرت فرمائے اور اعلی علّیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اس موقع پر بندہ اپنی اور تمام اراکین تحفظ شریعت ٹرسٹ کی جانب سے ٹرسٹ کے نگران محترم حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ اور مفتی صاحب رحمہ اللہ کے صاحب زادگان و برادران کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔

"إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَكُم وَأَحْسَنَ عَزَائَكُم وَغَفَرَ لِمَيِّتِكُم"

والسلام
محمد عامر قاسمی
صدر تحفظ شریعت ٹرسٹ

+91 8686649169

+91 8686649169, +91 91335 62213
17-2-790/A/1, Phool Bagh, Rein Bazaar, Hyderabad, Telangana 500023



تعزیتی مکتوب

از : جمعیۃ علماء نظام آباد

مرسل : مولانا محمد عبد القیوم شاکر قاسمی زید رشدہ

ریاست تلنگانہ کی مشہور ومعروف، برگزیدہ ہستی استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہریؒ 18 /اگسٹ 2021 مطابق 8 /محرم الحرام 1443 اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ ایک علمی اور دینی گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے،آپ کے والد بزرگوار نہایت متبعِ شریعت وسنت تھے بچپن سے حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ کے زیر تربیت رہے،جس کی بنا حضرت مفتی صاحبؒ ریاست کے ایک بڑے اور بزرگ عالم دین کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے،آپ کی دینی ،علمی واصلاحی خدمات تقریر وتحریر، وعظ وارشاد، مدرسہ سبیل الفلاح ،مجلس تحفظ ختم نبوت ،مسجد عثمانیہ لکڑ کوٹ ،مسجد محی السنہؒ بنڈلہ گوڑا، مقامی مجلس دعوۃ الحق حیدرآباد سے جاری رہیں ،سٹی جمعیۃ علماء گریٹر حیدرآباد کے محاذ سے قومی ، ملی اور سماجی ورفاہی خدمات کا غیر معمولی سلسلہ رہا،جس سے امت مسلمہ بالخصوص جنوبی ہند میں تلنگانہ وآندھرا، مہاراشٹرا اور دیگر ریاستوں کے باشندگان فیضیاب ہوتے رہے،عوام وخواص میں اللہ پاک نے آپ کو کافی مقبولیت عطا فرمائی تھی، آپ قوم وملت کا حقیقی درد وکرب اپنے دل میں رکھتے اور ملت اسلامیہ کی بے دینی و بے راہ روی سے بے چین ہوجاتے ،مختلف میدانوں سے قوم مسلم کی تعلیمی ومعاشی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے تاعمر کوشاں وسرگرداں رہے،آپ اپنے شاگردوں سے والہانہ قلبی تعلق رکھتے ، ہر چھوٹے بڑے سے بات کرنا، اس کی دینی ومعاشی اور تعلیمی کیفیت معلوم کرنا آپ کا ایک ایسا وصف تھا جو ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنالیتا تھا، راہ سلوک اور بیعت وارشاد کے ذریعہ سینکڑوں لوگوں کی زندگیوں کو آپ نے صحیح رخ دیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس علمیہ کے اسٹیج کی آپ رونق ہوتے تھے ہر اجلاس اور پروگرام آپ ہی کی ایماء پر بارہا اصلاحی مجالس اور تربیتی پروگرام ترتیب دیے جاتے اور پورے منظم طریقہ سے اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی سعی فرماتے تھے۔

یقیناً آپ کا اس قدر جلد رخصت ہوجانا تمام دینی، ملی اور سیاسی حلقوں کے لئے ایک الم ناک حادثہ ہے، آپ کے ناصحانہ ومخلصانہ مشوروں سے دینی تنظمیں سب محروم ہوگئیں، مدارس، مکاتب، دینی ورفاہی تنظیمیں اور جماعتیں، مساجد وخانقاہیں سب پر سکوت طاری ہے، سب اپنے قائد، رہبر، راہنما، اور مصلح ومربی کو تلاش رہے ہیں، اللہ ہی ان سب حضرت مفتی صاحبؒ کا نعم البدل عطا فرمائے، آپ علیہ الرحمۃ کے اخلاق وکردار آپ کی پاکیزہ زندگی اور ملنساری ایک دوسرے سے تعلق خاطر اور متواضعانہ اوصاف تو یادرکھنے کے قابل تھے، شہر واہلیان شہر نظام آباد سے بھی آپ کا والہانہ تعلق تھا بارہا دینی وملی مصالح کی خاطر آپ نے یہاں کا سفر کیا اور عوام وخواص سب کو استفادہ کا موقع بھی دیا۔

اللہ پاک آپ کو غریق رحمت فرمائے آپ کی ہمہ جہات خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے جملہ پسماندگان اہل خانہ اور اہل تعلق داروں کو صبر جمیل عطا فرمائے، ہم ارکان جمعیۃ علماء نظام آباد اس موقع پر تمام ہی مسلمانوں بطور خاص گھر والوں اور اعزاء واقرباء سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعفہ عنہ وادخلہ الجنۃ بسلام

باب سوم

منظوم خراج تحسین

اخلاص کے پیکر تھے قوم کے غم خوار تھے

بہ خدمت حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب نور اللہ مرقدہ

ناظم و بانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ و صدر سٹی جمعیت علماء حیدرآباد

ازقلم: محترم عبد الرازق فہمی بھوپالی

حضرتِ عبد مغنی صاحبِ کردار
اخلاص کے پیکر تھے قوم کے غم خوار تھے

صدقے ملک وملت پے کردی ساری زندگی
خدمتِ خلقِ خدا کو ہر گھڑی تیار تھے

یادِ خدا ہو، نعتِ نبی ہو، یا مدحتِ اصحاب!
دین کے ہر شعبے کے وہ علَم بردار تھے

جنتِ فردوس میں حضرت کا ہو اعلیٰ مقام
علم و عمل اور خلقِ حسن میں سالار تھے

محفلِ شعر وسخن کو بھی دی انہوں نے جلا
فہمیؔ آپ کے سفر دکن کے وہی طلب گار تھے

اک ستارا آسماں میں چھپ گیا ہے الوداع

بروفات حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب نوراللہ مرقدہ

ناظم وبانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ وصدر سٹی جمعیت علماء حیدرآباد

نتیجۂ فکر: مولانا مفتی اکرام الحسن مبشر قاسمی

اک ستارا آسماں میں چھپ گیا ہے الوداع
آنسوؤں کا آنکھ میں اک سلسلہ ہے الوداع

جس کو غم ملت تڑپاتا رہا تھا رات دن
اُس کے غم میں سب کا دل اب غمزدہ ہے الوداع

جو صحابہؓ کے تقدس کو بیاں کرتا رہا
سوئے جنت دیکھ لو وہ چل پڑا ہے الوداع

جس نے جمعیت کا پرچم شہر میں اونچا کیا
اس کی رحلت ایک غمگیں حادثہ ہے الوداع

مدتوں تک جس کو نظریں ڈھونڈتی رہ جائیں گی
ایسا ہیرا آج ہم نے کھو دیا ہے الوداع

اپنی شفقت سے دلوں کو فتح کرلیتا تھا جو
دھوم سے اُس کا جنازہ اٹھ رہا ہے الوداع

اے خدا ان کی لحد پر خوب برسے رحمتیں
آج اکرآم ان لبوں پر یہ دعا ہے الوداع

جلتے جلتے بجھ گئی آخر وہ شمع انجمن

بروفات حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب نوراللہ مرقدہ

ناظم وبانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ وصدر سٹی جمعیتِ علماء حیدرآباد

ازقلم: مولانا محمد انوارالحق نادمؔ قاسمی
امام مسجد بلال آسمان گڈھ

جلتے جلتے بجھ گئی آخر وہ شمعِ انجمن
غمزدہ ہیں جن کی رحلت سے ہر اک اہلِ دکن

مفتی عبدالمغنی جمعیّت کے تھے روشن چراغ
ان سے کتنے فیض پاکر بن گئے روشن دماغ

روز و شب پیتے پلاتے تھے ہدایت کا اَیاغ
ذوق والے پارہے تھے دین و دنیا کا سُراغ

خدمتِ قوم و وطن میں لمحہ لمحہ تھے مگن
غمزدہ ہیں جن کی رحلت سے ہر اک اہلِ دکن

بحرِ حکمت کے شِناور علم وفن کے رازداں
قوم وملت کے لئے رہتے تھے وہ آشفتہ جاں

ہر گھڑی رکھتے تھے جاری کچھ نہ کچھ سرگرمیاں
بس اسی دھن میں تھے وہ گاہے یہاں، گاہے وہاں

دینِ حق پر کردیا قربان اپنا جان و تن
غمزدہ ہیں جن کی رحلت سے ہر اک اہلِ دکن

عصرِ حاضر کے مسائل سے تھے ہر دم باخبر
تھے اکابر کی نگاہوں میں بھی منظورِ نظر

حق تعالیٰ نے خطابت کا دیا تھا وہ ہنر
جن کے خطبہ سے جھلک جاتی ہے امیدِ سَحر

عندلیبِ خوش نوا بن کر رہے وہ نغمہ زن
غمزدہ ہیں جن کی رحلت سے ہر اک اہلِ دکن

کیا ہے سنت؟ کیا شریعت؟ سب کو بتلاتے رہے
عظمتِ شانِ صحابہؓ دل میں بیٹھاتے رہے

خیر و شر کے درمیاں بھی فرق سکھلاتے رہے
ذکرِ رب، ذکرِ نبیؐ سے دل کو گرماتے رہے

ان کی خدمت کا ہے چرچا انجمن در انجمن
غمزدہ ہیں جن کی رحلت سے ہر اک اہلِ دکن

یا الٰہی تو عطا کر ان کو اب باغِ ارم
ان کی تُربت پہ ہو دائم بارشِ فضل و کرم

ہے فضا خاموش، افسردہ ہے قرطاس وقلم
اے خدا تو صبر دے پس ماندگاں کو دم بہ دم

رہنماءِ جمعیت تھے نازشِ قوم و وطن
غمزدہ ہیں جن کی رحلت سے ہر اک اہلِ دکن

علم وادب کے شیریں سخن ور چلے گئے

بروفات حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب نور اللہ مرقدہ

ناظم وبانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ وصدر سٹی جمعیتِ علماء حیدرآباد

نتیجۂ فکر: مولانا عین الحق دانش قاسمی

علم وادب کے شیریں سخن ور چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

چرچا علوم وفن میں تھا عزت تھی ہر جگہ
جن کی بڑی ہی دھوم تھی ہر جگہ

افسوس عبد مغنیؒ وہ رہبر چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

جو چشمۂ فیوض تھے خیر وصلاح کے
ناظم تھے جو بڑے ہی سبیل الفلاح کے

وہ راہِ مصطفیٰ کے شناور چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

جن کو بھی دیکھیں بالیقین مغموم ہیں بہت
خوشیاں سبھی کے چہروں معدوم ہیں بہت

بے باک وہ دکن کے دلاور چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

عبد القوی وعبدِ علی کی ہیں آنکھیں نم
احمد علی و محصی حفی کو ہے پہونچا غم

سب کہہ رہے ہیں حلم کے پیکر چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

کرتے بہت دعا ہیں محمد میاں یہ آج
محشر میں میرے ابو کی رکھنا خدایا لاج

اُف دینِ حق کے عاشق ودل بر چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

عبد الغنی اویس منور ہیں اشکبار
دانش انس حمید واشرف ہیں بے قرار

حسرت ہے سربلند سکندر چلے گئے
ملت کے نیک مرشدِ اکبر چلے گئے

رواں ہے خلد بریں کی جانب

بروفات حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب نوراللہ مرقدہ

ناظم وبانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ وصدر سٹی جمعیتِ علماء حیدرآباد

ازقلم: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی
استاذ شعبہ عالمیت ادارہ اشرف العلوم

یہ کون انسان جا رہا ہے ، یہ وقت کس کی رخصتی کا
بجھی بجھی طلعتیں ہیں ساری ، اداس چہرہ گلی گلی کا

یہ کون اُٹھا ہے انجمن سے کہ ہُو کا عالم نگر نگر ہے
دیے کی لو تھر تھرا رہی ہے ،قدم لرزتا ہے روشنی کا

اُداس سب اہلِ جمعیت ہیں ،شریک غم فکر ومعرفت ہیں
چمن چمن پہ ہے گریہ طاری ،جگر ہے چھلنی کلی کلی کا

جلا کے علم وہنر کی شمعیں رواں ہے خلد بریں کی جانب
نبی کے اعزاز کی حفاظت مشن رہا جس کی زندگی کا

جو دل پہ گذرتی میرے آج ہم دم

بروفات حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب نور اللہ مرقدہ

ناظم وبانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ وصدر سٹی جمعیت علماء حیدرآباد

ازقلم: مولانا مفتی امتیاز احمد خان مفتاحی ماہرؔ
بانی وناظم جامعۃ المؤمنات نرمل، تلنگانہ

جو دل پہ گذرتی میرے آج ہم دم اُسے انجمن میں بتاؤں میں کیسے
سمندر اخوت کے تھے عبد مغنی وہ احوال ان کے سناؤں میں کیسے

مساجد مدارس و ختم نبوت وہ تھے ہم سفر مجلس علمیہ کے
عبارت تھی یہ زندگی خدمتوں سے وہ ابواب سارے دکھاؤں میں کیسے

مظاہر کی نسبت سے جانے گئے وہ مقرر محرر سے مانے گئے وہ
کئی باب ہیں سامنے آج میرے وہی باب کچھ وا کراؤں میں کیسے

دکن میں مسلسل رہی جہد ان کی وہ برسوں ہمیں یاد آتے رہیں گے
عزائم ہمالہ سے تھے ان کے ہم دم وہ احساسِ خدمت دلاؤں میں کیسے

خدا مغفرت عبد مغنی کی فرما وہ مخلص تھے امت کے محسن تھے بے شک
عقیدت میرے دل میں جو موجزن ہے وہ شعروں میں اپنے بتاؤں میں کیسے

مسلم ہے خدمات ان کی دکن میں کروں ترجمانی میں کچھ ان کی ماہر
نکالوں میں اس دل کی حسرت بھی کیسے وہ جذبات دل دکھاؤں میں کیسے

منظوم کلام

بر وفات حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب نور اللہ مرقدہ

ناظم و بانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ و صدر سٹی جمعیت علماء حیدر آباد

از: فضیل فوز

گلستانِ جمعیت کے تھے جو بہتر پاسباں		عبدِ مغنی چھوڑ کر وہ چل بسے فانی جہاں
کہہ رہا ہے ہر کوئی یہ لہجۂ مغموم میں		آہ! ہم سب پر خدایا ہے یہ کیسا امتحاں
سوچ کر ہر ایک کا دل ہے اداس و غمزدہ		اِس زمیں سے آسماں گُم ہوگیا آخر کہاں
قوم کی خدمت کی خاطر وقف تھے وہ ہر گھڑی		تھی یقیناً ہر کسی کو اُن سے الفت بے کراں
صاحبانِ علم سب اس بات پر ہیں متفق		آپ ہر میدان میں تھے اک بڑے کوہِ گراں
کہہ رہا ہے ہر کوئی دل میں لئے حسرت یہی		کاش رہتے اور کچھ دن وہ ہمارے درمیاں
ہر کسی حلقہ میں لوگو فضلِ ربِّ پاک سے		واجبِ عظمت رہی ہے ذات ان کی بے گماں
رشک ہو کیوں کر نہ ہم سب کو ہمیشہ آپ پر		تا دمِ آخر رہا جو آپ کا جذبہ جواں
جامِ بخشش فوز ہو ان کو عطا محشر کے دن		اور عطا ہو رب سے ان کو تحفۂ باغِ جِناں

جہد وتقویٰ کے مفتی عبدالمغنی چلدیئے

بروفات حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب نوراللہ مرقدہ

ناظم وبانی مدرسہ سبیل الفلاح بنڈلہ گوڑہ وصدرسٹی جمعیتِ علماء حیدرآباد

از: حافظ شیخ عمران احمد اشرفی

کہف الایمان، بورہ بنڈا، حیدرآباد

غم میں ڈوبا ہوا ہے سارا جہاں
آج رخصت ہوئے فخرِ ہندوستاں

یاد آتی ہے ہر ایک تقصیر اب
تیری تحریر اب تیری تقریر اب

سننے جائیں کہاں ان کی تقریر اب
اب رُلانے لگا ان کا ہر ایک بیاں

آج خاموش ہے مدرسے سب کے سب
آج خاموش ہے مدرسے کے نظام

کس طرح ہوگا پھر سے دوبارہ قیام
اہل علم ودانش مفکر سب ہی ہوگئے ہیں

جہد وتقویٰ کے مفتی عبد المغنی چلدیئے
ڈھونڈنے جائیں گے آج ہم سب کہاں

باب چہارم

مضامین حضرت مفتی صاحبؒ

فہمِ قرآن اور تفسیری خدمات

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مقدمۂ الفوز الکبیر میں تحریر فرمایا ہے کہ سب سے بڑی نعمت فہمِ قرآن کی نعمت اور کلامُ اللہ کے سمجھ کی توفیق ہے، واجلها التوفیق لفهم القرآن (الفوز الکبیر مقدمۃ الکتاب) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس بندہ کو فہمِ کتاب اللہ حاصل ہوگئی، وہ بہت بڑی نعمت ہے، جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ فہمِ کتاب سے متعلق جو روایات ہیں وہ صدر المفسرین حضرت علیؓ سے ہیں، جن سے ابنِ عباسؓ نے سیکھا ہے، علامہ قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی کے مقدمہ میں لکھا ہے، فاما صدر المفسرین والمؤید فیهم فعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ویتلوه بن عباس رضی اللہ عنہ وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ ما اخذت من تفسیر القرأن فعن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (مقدمہ تفسیر قرطبی ص: ۴۶، مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ) یہی صدر المدرسین علیؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے پاس مخصوص علم اور اتنا بڑا ذخیرہ کہاں سے آیا؟ تو حضرت نے جواب دیا تھا کہ یہ سب اس فہم کا نتیجہ ہے جو بندۂ مومن کو دی جاتی ہے۔ او فهم اعطیه رجل مسلم (بخاری: ۱۱۱)

اور حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبیینِ کتاب کی جو ذمہ داری سونپی گئی وہ درحقیقت تفہیمِ کتاب ہی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی فہمِ خداداد اور ربانی قوت اخذ سے جو معانی و مفاہیم قرآن کریم کے بیان فرمائے ہیں وہ آپ ہی کا حصہ ہے، جس سے ذخیرۂ تفاسیر بھری پڑی ہیں، اور جس تفہیمِ نبوی کے بغیر مراد کتاب اللہ کی توضیح نہیں ہوسکتی، چناں چہ جب یہ آیت نازل ہوئی الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم (الانعام: ۸۲) تو صحابہؓ پر یہ بہت بارِ گراں ہوا، اور کہنے لگے کہ: ہم میں کون ایسا ہے جو ظلم نہ کرتا؟ ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے مراد وہ ظلم نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو؛ بلکہ ظلم سے مراد یہاں شرک ہے، جو عبد صالح یعنی لقمان حکیم کے قول میں آیا ہے؛ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (متفق علیہ)

جیسے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المائدۃ:۱۰۵) جس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان بس اپنی فکر کرلے کافی ہے، ہم ہدایت پر ہوں تو گمراہ لوگ کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے، جس سے بہ ظاہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہیں'' لوگ ظالم کو ظلم کرنے سے نہ روکیں گے تو اللہ تعالیٰ سب کو عذاب کی گرفت میں لے لیں گے، عن قیس رضی اللہ عنہ قال قال ابو بکر بعد ان حمد الله فاثنیٰ علیه یا ایها الناس انکم تقرئوون وتضغونها علی غیر مواضعها عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ------ وإنا سمعنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول إن الناس اذار أو ا الظالم فلم یأخذوا علی یدیه أو شک ان یعمهم الله بعقاب۔

(سنن ابوداؤد:۴۳۳۸)

اور جیسے قرآن کی آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء:۱۲۳) اِس آیت سے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پریشان ہوگئے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی، بلکہ اس آیت کے استحضار سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمر ٹوٹنے لگی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پریشان مت ہو، دنیا میں مومن کو جو مصیبت پہنچتی ہے؛ یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ سوء اور گناہ کا کفارہ دنیا ہی میں بن جاتا ہے، اور آخرت میں اس پر کوئی گناہ یا اس کا اثر نہیں ہوتا، جب یہ بات سنی اور معلوم ہوگئی تب جاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی ہوئی، ورنہ اضطراب کی سی کیفیت ہوچکی تھی: عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال لما نزل من یعمل سوء یجز به شق ذالک علی المسلمین فشکوا ذالک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قاربوا و سددوا فی کل ما یصیب المؤمن کفارة حتی الشوکة یشاکها واالنکبة ینکبها

(ترمذی شریف ۳۰۳۸، مسلم ۲۵۷۴)

نیز اور بھی بے شمار مقامات ہیں جن کا احصاء و اقتصاء نہیں کیا جاسکتا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہی مزاجِ فہمِ کتاب نبی علیہ السلام کی مسلسل صحبت و تربیت سے سیکھا تھا جس کی وجہ سے ان کی فہم بڑی اَخّاذ ہوچکی تھی جس کے نمونے بھی ہمیں ملتے ہیں مثلاً حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ----- مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے رکوع، سجدے وغیرہ پورے نہیں کرتا جلدی جلدی نماز ختم کرڈالتا ہے تو اس کو فرمایا لقد طفَّفْتَ یعنی تو نے اللہ کے حق میں تطفیف کردی، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول کو نقل کرکے حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا لکل شیئ وفاء و تطفیف یعنی پورا حق دینا یا کم کرنا ہر چیز میں ہے یہاں تک کہ نماز، وضو، طہارت میں بھی اور اسی طرح دوسرے حقوق اللہ اور عبادات میں کمی کوتاہی کرنے والا تطفیف کرنے کا مجرم ہے۔ (معارف القرآن: جلد:۸ سورۃ المطففین)

دیکھئے صرف ناپ تول میں کمی جرم سمجھی جارہی تھی؛ لیکن عمر فاروقؓ نے فہمِ مراد اللہ کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ: یہ صرف ناپ تول تک محدود نہیں، بلکہ ہر چیز میں تطفیف ہوتی ہے اور وہ تطفیف جرم ہے۔

فہمِ فاروقی کی ایک دوسری بے نظیر مثال:

جب تکمیل دین کا اعلان ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' کی شکل میں ہوا تو یہ تو خوشی وجشن کا موقع ومحل تھا، لیکن حضرت عمرؓ رونے لگے، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! کیوں رو رہے ہو؟ تو فرمایا اب تک وحی کے سلسلے چلتے رہنے کی وجہ سے ہم ایمان میں بڑھتے چلے جارہے تھے، اب جب کہ وحی ختم ہونے کو ہے تو گویا دین تکمیل کو ہے، اور جب بھی کوئی چیز تکمیل کو پہنچتی ہے تو پھر نقص کا شکار ہوجاتی ہے، اور جتنا اوپر جانا ہے، جانے کے بعد نیچے ہی آتی ہے، یہ سن کر نبی علیہ السلام نے ان کے اس فہم کی تصویب وتصدیق فرمائی۔ لما نزلت الیوم اکملت لکم دینکم، ذالک یوم الجمع الاکبر، بکی عمر رضی اللہ عنہ فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما یبکیک؟ قال: أبکانی انا کنا فی زیادة من دیننا، فأما إذا کمل، فانه لم یکمل شئی إلا نقص فقال: صدقت (تفسیر ابن کثیر ۲۰/۲ مطبوعہ دار الاشاعت دیوبند)

حضرت ابن عباسؓ کا سورۂ نصر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ سمجھنا تو سبھی جانتے ہیں، الغرض بارگاہِ نبوت کے یہ صحبت یافتہ وتربیت یافتہ اور مشکاۃ نبوت کے یہ مصابیح الھدیٰ جو فہمِ قرآن وتبیینِ کتاب الٰہی میں نبی علیہ السلام کے وارث ونائب ہیں ان سے بعد والوں نے اسی سابقہ نہج وطریقہ پر پورے شرائط وکوائف کے ساتھ اس مزاج وفہم کو لیا، اور سالوں سال ان صحابہؓ کا شرفِ تلمذ اپنایا، اور اپنے اپنے وقت میں قرآن کریم کی خدمات مختلف انداز سے کرتے رہے، اور خدائی توفیق وقرآنی فہم سے تفاسیر کا سلسلہ انہوں نے جاری رکھا، اور ہر زمانہ اور ماحول میں یہ سلسلہ سلف سے خلف تک چلتا چلا آرہا ہے، الحمد للہ علی ذالک

چوں کہ حدیث کی پیشین گوئی بھی ہے کہ و لا تنقضی عجائبه کہ قرآن کے عجائبات ونکات، لطائف ومعارف، اس کے یواقیت وجواہر اور اس کے لآلی وحلی کبھی ختم نہیں ہوتے، ہر حدیث وتفسیر اپنی جگہ بڑی اہم، بڑی قابل قدر اور اعجازِ قرآنی بین دلیل ہے، کم ترک الاولون للاٰخرین کی کہاوت پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ تفسیر قرآن کی ضرورت ہر زمانہ میں رہے گی، اگر چہ کہ ہزاروں کی تعداد میں تفاسیر کا سرمایہ وذخیرہ موجود ہے پھر بھی ہر آنے والی نئی تفسیر کل جدید لذیذ کا مصداق اور اعجاز قرآن کا شاہکار اور الحکمة ضالة المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا کا مصداق رہے گی۔

قرآن کریم ایک ایسا لامتناہی گہرا سمندر ہے جس کے لعل وجواہر اور گہرائی کا کچھ پتہ نہیں، جسے نکالو، نکلتے

ہی چلے جائیں گے، کسی زمانہ میں کسی موڑ پر اور کسی حد ومقدار پر رکھ کر یہ نہیں کہا جاسکے گا کہ بس اب کافی ہے، بہت ہو چکا ہے، مزید کی ضرورت نہیں، بل کہ ھل من مزید کی پکار ہر وقت باقی رہے گی۔

نیز ہر زمانہ میں تفاسیر کا سلسلہ اپنے اپنے وقت کی ضرورت اور زمانے کے نئے چیلنجیز کا مقابلہ اور جدت پسندی وجدت خیالی کے مغائر ومتعارضِ اسلام فتنوں اور باطل نظریات وافکار کی سرکوبی کا ذریعہ بھی رہا ہے، اور یہ حدیث بھی پوری ہوتی چلی آرہی ہے یحمل هذاالعلم من خلف عدو له ینفون عنه تحریف الغافلین و انتحال المبطلین و تاویل الجاهلین (مشکوۃ ۲۴۸، بحوالہ بیہقی)

چناں چہ رازیؒ غزالیؒ نے اپنی اپنی تفاسیر وکتب کے ذریعہ اپنے وقت کے فتنۂ فلسفہ، الحاد وزندقہ اور ارتداد وسفسطہ کی بیخ کنی کی، اور ان کو اپنی جڑوں سے اکھیڑ کر حکمت اسلامی اور فلسفۂ علمِ کلام کی بنیاد مضبوط کی، اور علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ نے اپنی اپنی تفاسیر میں وتصانیف کے ذریعہ اپنے وقت کے بدعات وغیر اسلامی روایات ورواجات کا قلع قمع فرمایا، اور عقیدۂ توحید کے چشمہ کو شرکیات کے گدلے پن سے صاف فرمایا، نیز صفاتِ الٰہیہ پر تشبیہ وتعطیل کے جو دبیز چادریں پڑی ہوئی تھیں ان کو ہٹا کر عقیدۂ تنزیہ کا اسلامی رخ اور چہرہ نمایاں فرمایا، محلی وسیوطی نے اپنی تفسیری شاہکار کے ذریعہ قرآن کے معجزہ ہونے پر ایسی دلیل قائم فرمائی کہ دنیائے یہودیت ونصرانیت انگشت بہ دنداں رہ گئیں اور حقانیت اسلام ان ہر دو مذاہب پر نمایاں ہوگئی۔

ان ازمانِ متأخرہ میں محدث ہند حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ترجمۂ قرآن مع فوائد کی خدمت کرکر اپنے زمانے کے علماءِ سو کی اس غلط فہمی اور غلط نظریۂ کو باطل فرمایا جو یہ سمجھا کرتے تھے کہ قرآن صرف اخص الخواص کے سمجھنے کی کتاب ہے، عوام کے سمجھنے اور ان کو عوام کے سامنے لانے کی ضرورت نہیں ہے، چناں چہ اس قرآن کی خدمت پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا ہے، صاحبِ عون الخیر مولانا عبد الحمید خان سواتیؒ نے لکھا ہے: ’’شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے گیارہ سو برس بعد سرزمین ہند میں قرآن کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا، لیکن جب اس کی اشاعت ہوئی تو تہلکہ مچ گیا، کٹ ملّاؤں نے سمجھ لیا کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھادی گئی، اب جہلاء کبھی قابو میں نہیں آئیں گے، اور ہر بات پر بحث کرنے کو تیار ہوجائیں گے، تو وہ کفر کا فتویٰ دینے کے بعد شاہ صاحبؒ کے جانی دشمن ہوگئے، اور قتل کرنے پر تُل گئے، ان کے اشارہ پر چند بدمعاش شاہ صاحبؒ کی تاک میں رہنے لگے، اس سازش کا آپ کو وہم وگمان بھی نہ تھا، ایک روز شاہ صاحب عصر کی نماز مسجد فتح پوری میں پڑھ رہے تھے، ابھی آپ نے سلام پھیرا ہی تھا کہ دروازہ پر شور وغل کی آوازیں آنے لگیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آوارہ گردوں کی ایک جماعت حملہ آور ہونا چاہتی ہے، شاہ صاحبؒ کے

ساتھ فقط چند خدام تھے ،اور یہ جماعت بڑی تعداد میں تھی ،شاہ صاحبؒ نے چاہا کہ کھاری باؤلی والے دروازے سے نکل جائیں مگرانہوں نے اس طرف آکر گھیرلیا،شاہ صاحبؒ کے پاس ایک چھری تھی،آپ نے حملہ آوروں سے دریافت کیا کہ: آخر آپ لوگ میرے قتل کے درپے کیوں ہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کر کے عوام کی نگاہ میں ہماری وقعت برباد کردی ،اگر یہی حالت رہی تو ہماری آئندہ نسلوں کوکوئی ذرہ برابر وقعت نہیں دے گا ،آپ نے نہ صرف ہمیں برباد کیا بلکہ ہماری اولاد کوبھی تباہ کردیا،اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی عام نعمت کو چند افراد یاان کے اولاد کے لئے خاص کردیا جائے، کچھ ردوقدح رہی ،قریب تھا کہ وہ کوئی اقدام کریں شاہ صاحبؒ کے خدام نے تلواریں سونت لیں اور وہ اوباش جوان ملّاؤں کے ساتھ تلواریں دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے،اورآپ بہ سلامت گھر پہنچ گئے۔(حیاتِ ولی)

شاہ صاحبؒ نے جب قرآن کا ترجمہ کیا تو شیعہ حکام کوبھی یہ بات ناگوار گذری کہ عوام قرآن سے واقف ہوں، دہلی میں (متعصب شیعہ) نجف علی خان کا تسلط تھا جس نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بے کردیئے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کرسکیں ۔(عون الخبیر ص:۳۸، ۳۹ مطبوعہ ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرنوالہ)

پھر برٹش دور میں عسائیوں کے تخلیہ کے نتیجہ میں ہندوستان کے طول وعرض میں انکارِ حدیث کے فتنے سر اُبھارنے لگے اصول وعقائد اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلّمات اسلام کی بے جا تاویلیں کی جانے لگیں ،چناں چہ فرشتوں کا انکار، جنت ودوزخ کا انکار، بہشت کی نعمتوں اورعذابِ قبر کے انکار کی وبا پھیلنے لگی اور عقلیات کو مرویات پر غلبہ دینے کا مزاج پیدا ہونے لگا اور خاص طور پر سرسید احمد خان جنھوں نے گویا اس الحادی مشن کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا،اوراس مشن کو آگے لیئے جارہے تھے جن کے بارے میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''مشکلات القرآن''میں باقاعدہ ایک باب قائم فرمایا ہے، اوران کے زیغ وضلال کی تفسیر فرمائی ایک جگہ لکھا ہے فانکر وجود الملائکۃ وقال انہا القوی الملکیۃ للخیر فی فطرۃ الانسان وانکر الحشر والمعاد الجسمانی بل اثبت الروحانی فقط الخ (مشکلات القرآن ص:۴۹)

چناں چہ اس سارے فتنے کی سرکوبی کے لئے حضرت مولانا عبدالحق دہلویؒ معروف علامہ حقانی نے تفسیر حقانی کا مبسوط مقدمہ لکھا اور مستقل ایک تفسیر بھی الگ سے لکھی جس کا نام ''فتح المنان'' ہے، چناں چہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے، و من المثل، لکل فرعون موسی، ولکل خرق واقع أقام لدفع کفرہ والحادہ وتطہیر الدین من خبائثہ وانجاسہ الفاضل الحبر مولانا أبا محمد عبد الحق

الدهلوی ۔۔۔ المعروف بالحقانی فأبلغ فی الرد علیه قلما ولسانا وبالجملة فصنف هذا الفاضل تفسیرا فی الرد علیه وسماه فتح المنان ۔۔۔ وله کتاب مبسوط کالمقدمه لتفسیره

(مشکلات القرآن ص:۵۱)

پھر جب لعین قادیان نے دعوائے نبوت کیا اور نئے نئے فتنے کا آغاز ہوا تو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فوائد عثمانی میں اور اسی طرح مولانا شیخ حسین علی پنجابیؒ تلمیذ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اور کچھ کچھ ڈپٹی نذیر احمد دھلوی نے قادیانی دسیسہ کاریوں کو اپنی اپنی تفاسیر میں خوب ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اپنی تفسیری خدمات کے ذریعہ اُمت کو اس فتنہ سے محفوظ فرمایا، حضرت علامہ کشمیریؒ نے لکھا ہے: واتینیه بما یحتاج الیه أهل العصر من تزییف الاقوال السخیفة مردودة من بعض ملاحدة اهل العصر مثل محمد علی القادیانی اللاهوری صاحب بیان القرآن ۔۔۔۔۔۔۔ (مشکلات القرآن: ۴۸،۴۷)

پھر جب سلف اور منہجِ سلف سے ہٹ کر تفسیر بالرای کا معاملہ بڑھنے لگا اور بعض غیر معتبر تفاسیر کا چلن ہونے لگا تو حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''تفسیر معارف القرآن'' لکھ کر مزاج اسلاف کا احیاء فرمایا، اور فقہ واحسان واصلاح کا ایک حسین امتزاج قائم فرمایا، جو مقبولیت عامہ کا سبب بنا، اور اب الحمد للہ ہمارے طبقۂ اہل حق میں سب سے زیادہ مقبول و مقروءٌ ہے۔

پھر جب زبان و بیان کا رنگ بدلا اور قدیم اردو کا طرز و انداز ختم ہوا تو حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ اور حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ نے آسان ترجمہ لکھ کر نئی نسل کی اس کمی کو پورا فرمایا، اور زبان بہت سلیس اور آسان استعمال فرمائی، جس سے قرآن فہمی کا معیار انتہائی آسان بنا دیا گیا، اور عام و خاص کے استفادہ کے قابل تیار کیا گیا۔

اب ہمارے ملک کے ممتاز و معروف علمی و اصلاحی شخصیت کی طرف سے ایک تفسیر ''اظہار الحق'' کی وجہ رونمائی کا موقع ہے، جو دس جلدوں پر مشتمل ہے، اور یہ تفسیر حضرت موصوف کی علمی و فکری کاوشوں کا نچوڑ اور ان کی تحقیقی و تخریجی مزاج کا مجموع، امت کے تئیں اندرونِ سوزش کا مظہر، علوم و معارف کا سرچشمہ، اسلوب و بیان، فصاحت و بلاغت اور سلاست کا حسین امتزاج ہے۔ اللہ کرے کہ یہ تفسیر تنبیہ الغافلین، اصلاح المومنین، ھدایۃ الحائرین اور ارشاد السالکین ثابت ہو، اور کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة کا مصداق بنے کہ کئی ساری کتابوں اور ذخیرہ کی جانب سے بھی کفایت کر جائے۔

دعائے ابراھیمی اور اس کے اہم نکات

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

(سورۃ البقرہ:۱۲۶)

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جس وقت ابراھیم نے دعا میں عرض کیا کہ: اے پروردگار اس مقام کو ایک آباد اور امن والا شہر بنا دیجئے، اور اس کے بسنے والوں میں سے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں ان کو قسم قسم کے میوے پھل عنایت فرمایئے، پروردگار نے ارشاد فرمایا: اور وہ شخص جو کافر ہے اس کو بھی چندروز لطف اُٹھانے کا موقع دوں گا پھر دوزخ کے عذاب کی طرف کھینچ کر لے جاؤں گا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

تشریح الفاظ: بلداً؛ بلد واحد ہے اس کی جمع بلاد یا بلدان آتی ہے یعنی کوئی بھی جگہ آباد ہو یا غیر آباد، اس کو بلد کہتے ہیں، عرف میں ایسے مقام کو کہا جاتا ہے جہاں انسان رہتے اور بستے ہوں، اور زندگی گذارنے کے اسباب ضرور یہ فراہم ہوں۔

ثمرات؛ ا ثمرۃ، اثمار، یہ سب جمع کے صیغے ہیں، اس کا واحد ثمر ہے، جس کے معنی ہیں پھل، میوہ، پیداوار، حاصل، فائدہ۔ امتعہ باب تفعیل سے متکلم کا صیغہ ہے، تھوڑا توشہ اور تھوڑی خوراک جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ قلیلاً معنی تھوڑا کم مقدار

ربط آیات: سابقہ آیات میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ہر امتحان اور آزمائش میں کامیاب ہونے کا ذکر ہے، اور اس بات کا بھی ذکر ہے کہ اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا جہاں کی امامت کا عظیم ترین انعام سنایا، پھر اسی میں اللہ تعالیٰ نے اس وادئ غیر ذی زرع کی عظمت اور حرمت کو بھی بیان فرمایا، جہاں انہیں اپنے اہل عیال کو لے جا کر بظاہر بے یار و مددگار چھوڑ دینے کا حکم فرمایا تھا، جو حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لئے ایک زبردست امتحان اور آزمائش تھی، اللہ کے حکم کے مطابق انہوں نے اپنی بیوی، نومولود لختِ جگر کو اس لق و دق صحراء میں چھوڑا اور اس موقع پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس کا تذکرہ آگے سطور میں کیا جا رہا ہے۔

دعائے براہیمی اور اس کے کچھ پوشیدہ نکات:

''رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ الخ'' حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنی دعا میں حق تعالیٰ سے فریاد فرمارہے ہیں، یا الٰہی! اس کو یعنی اس جگہ کو جو اس وقت چٹیل میدان اور نہایت لق ودق ریت کا صحرا جہاں نہ کوئی آدمی نہ کوئی آدم ذات جہاں کوئی جانور اور پرندہ بھی نہیں ہے، اس جگہ کو آبادی والا اور امن والا شہر بنا دیجئے ،اور پھر شہر کے رہنے والے مومنین کو طرح طرح کے میوے قسم قسم کے پھل اور رزق عطا فرمایئے ،حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی فریاد کی ہے ایک کا تعلق مقام سے ہے دوسرے کا تعلق مقام کے باشندوں سے ہے مقام کے متعلق دعا قبول کرلی گئی اور اس کے بلدِ امین ہونے کا اعلان بھی کر دیا گیا البتہ مقام کے باشندوں کے حق میں جو دعا کی گئی تھی اس میں مومنین کو خاص کیا گیا تھا۔

جس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا میں کافروں کو بھی دنیوی نعمتیں دوں گا حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ازراہ احتیاط مومنین کا ہی تذکرہ فرمایا، کفار ومشرکین کو اپنی اس دعا میں شامل نہیں فرمایا، اس احتیاط کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو ''اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا'' کے ذریعہ امامت کے عظیم ترین اعزاز وانعام سے سرفراز فرمایا، اس وقت انہوں نے اپنی ذریت کو بھی اس اعزاز وانعام میں شریک کر لینے کی درخواست کی تھی، تب اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا ''لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ'' کہ کسی ظالم اور کافر کو یہ انعام نہیں مل سکتا۔ چونکہ یہ بات حضرت ابراھیم علیہ السلام کو یاد تھی اس لئے رزق وثمرات کی دعا کے وقت ازراہ احتیاط ''مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ'' کی قید لگا کر مومنین کی تخصیص فرمادی تاکہ اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور کسی طرح کی بے ادبی کا احتمال نہ رہے۔

علامہ محمود آلوسیؒ نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ ''انّ ابراھیم لما سمع'' ''لا ینال عھدی الظالمین'' احترز فی الدعاء کمن لیس مرضیاً عنده۔۔۔'' یا یہ کہ ابراھیم علیہ السلام نے نعمت رزق کو نعمت امامت پر قیاس کر کے نعمت رزق کے لئے مومنین کی تخصیص فرمادی ''وکان ابراھیم قاس الرزق علی الامامة فنبهه سبحانه علی ان الرزق رحمة دنیویة لا تخص المومن بخلاف الامامة'' (روح المعانی)

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ثمرات دنیوی کو دینی امامت پر قیاس کیا، وہاں حکم ہوا تھا ''لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ'' یہ کفار کو امامت، نبوت نہیں مل سکتی آپ نے اس پر قیاس کیا کہ شاید دنیوی نعمت بھی کافر کو نہ ملے اس لئے دعا میں'' مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ'' کی قید لگادی تاکہ بے ادبی کا احتمال نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ''ومن کفر فامتعه قلیلاً اور جو کفر کرے گا اس کو بھی کچھ نعمتیں دونگا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اس جملہ کی عجیب تفسیر فرمائی جسکا مطلب یہ ہے جو کفر کرے گا اس کو دنیا سے فائدہ دوں گا اور ''قلیلاً'' قید واقعی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ'' اب اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ اس تقریر کا تو یہ حاصل ہوا کہ جو کفر کرے گا اس کو فائدہ حاصل ہوگا، کیا کفر فائدہ کا ذریعہ ہے؟ قاضی صاحبؒ نے اس کا جواب دیا کہ دنیا سے مومن کو مناسبت کم ہے اور کافر کو مناسبت زیادہ ہے، کیوں کہ خبیث کو خبیث ہی ملا کرتا ہے دنیا خسیس ہے اور کفار بھی خسیس ہیں، لھذا ان میں باہم مناسبت ہے اور مومن شریف ہے، دنیا خسیس ہے، لھذا باہم مناسبت نہیں ہے میں نے اس تفسیر پر دعویٰ کیا تھا کہ کفار کا دنیا سے تناسب نقل سے ثابت ہے اس لئے تدابیر باطلہ کفار کے لئے مفید ہے بخلاف اہل اسلام کے، ان کے لئے تو وہی تدابیر نافع ہوں گی جو اسلام کے مناسب ہیں، وہ تدابیر کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں جو اللہ نے فرمایا ہے کہ اپنی اصلاح کرلو، اخلاق کو درست کرو، عقائد اور اعمال کو سنوارو اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ دوسرے کو تمہارے بہکانے کی طمع نہ ہوگی، دست درازی کی ہمت نہ ہوگی، یہ اپنا ذاتی فائدہ ہے کہ اپنے نفس کی حفاظت ہے، آگے دوسرا درجہ اشاعت اسلام کا ہے اس سے بھی اس میں کامیابی ہوگی، کیونکہ اس کا حسن ایسا ہے کہ دوسروں کے دل کو کھینچتا ہے، اگر تمہارے اندر اسلام کے پورے اوصاف پائے جائیں اور اس کے انوار و برکات جمع ہوجائیں تو دوسری قومیں خود ہی اس میں آجائیں گی، زیادہ بولنے کی ضرورت بھی نہیں رہی گی۔ (اشرف التفاسیر: ج ۱ر ۱۰۳)

مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کے لئے ثمرات کی دعا اسطرح قبول ہوئی کہ مکہ مکرمہ کے باشندوں کے لئے دنیا بھر کے میوے اور پھل بآسانی دستیاب ہوجاتے ہیں ہر موسم کا پھل اور دنیا بھر کے علاقوں کے پھل تازہ بتازہ مکہ مکرمہ میں بآسانی دستیاب ہیں، روح المعانی میں ہے ''انه يجتمع فيه الفواكة الربيعة والصيفية والخريفية فی يوم واحد'' مکہ مکرمہ میں ایک ہی وقت میں تینوں موسموں کا پھل حاصل کرلیجئے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے جب دعا کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے زمین پر آئے اور فلسطین یا اردن کے علاقہ کی زمین کا ایک حصہ اکھاڑ لیا اور اپنے ساتھ لیکر مکہ مکرمہ پہونچ گئے اور زمین کے اس حصہ کو ساتھ میں لے کر بیت اللہ کے طواف کے سات چکر لگائے اور، اس کو مکہ مکرمہ کے باشندوں کے رزق کے لئے ایک مقام پر رکھ دیا جس کو آج ''طائف'' کہا جاتا ہے طائف کا نام ''طائف'' اسی لئے مشہور ہوا کہ اس نے بھی بیت اللہ کا طواف کیا ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی کہ مکہ مکرمہ کی زمین کو گل و گلزار بنادیجئے یا یہ کہ اس کو باغ اور کھیت

کے قابل بنادیجئے ، بلکہ دعا کا حاصل یہ ہے کہ یہ چیزیں دنیا میں کہیں پیدا ہوں مگر وہ مکہ مکرمہ کے باشندوں کو ضرور عطا ہوں ،اس میں شاید یہ نکتہ ہو کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی اولاد یا باشندے باغبانی اور کاشت کاری کے کاموں میں مصروف رہیں ،اوران کا جو اصل مقصد ہے بیت اللہ کی حفاظت نمازوں کا قیام، زائرین اور حاضرین کی خدمت اس میں خلل ہوجائے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے لفظ ثمرات مانگا ہے جو معانی کے اعتبار سے مناسب اور جامع ہے اس میں نہ صرف میوے اور پھل داخل ہیں بلکہ یہ لفظ ہر پیداوار کو شامل ہے باغوں کے پھل کھیتوں کی پیداوار کارخانوں اور فیکٹریوں کی مصنوعات ،سب اس میں شامل ہیں اور ہر اعتبار سے دعا قبول ہے کہ دنیا میں تیار کیا جانے والا ہر قابل لحاظ سامان چاہے وہ قیمتی ہو یا غیر قیمتی مکہ مکرمہ کے باشندوں کے لئے بآسانی فراہم ہے ،اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مدینہ منورہ کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی ''اللّٰھُمَّ اجعل بالمدینہ ضعفی مابمکۃ من البرکۃ '' اے اللہ! مدینہ میں اس سے دوگنی برکت کردے جو مکہ میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا بھی قبول ہوگئی چنانچہ مدینہ منورہ میں بھی پورے عالم سے طرح طرح کے ثمرات ومصنوعات کھچ کھچ کر آتی ہیں اور کھلی آنکھوں مکہ معظّمہ سے دوگنا برکات مدینہ منورہ میں نظر آتی ہیں۔



(بقیہ صفحہ:۲۷۶ سے)

کیسے آگے بڑھیں گے ، اللہ کی اس کتاب کے ساتھ ہمارا یہ تعلق ہے، اس لئے میں رمضان بھر اپنے ساتھیوں سے عرض کرتا رہا اور رمضان کے بعد عرض کرر ہا ہوں کہ صرف رمضان میں پڑھی جانے والی کتاب نہیں ہے یعنی صرف رمضان میں پڑھو اس لئے کہ رمضان میں قرآن نازل ہوا، سالگرہ کے طور پر، نہیں ، یہ تو زندگی بھر کے لئے اللہ پاک نے ہمیں عطا فرمایا ہے، آنکھ کھولنے اور شعور آنے اور زبان سے کچھ کہے جانے کے قابل ہونے سے لے کر جب تک جان میں جان ہے اللہ نے قرآن مجید کو ہمارے ساتھ کیا ہے، ہمارا قرآن مجید کے ساتھ ہمارا گہرا تعلق ہونا چاہیئے ، افسوس ہے کہ ہم نے ایسی کتاب کو پس پشت ڈال رکھا ہے بازو رکھا ہے باقی سب چیزیں آگے ہیں۔ اللہ ہم سب کو اس غفلت سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

معمارِ کعبہ کی دعائیں

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔(البقرۃ:۱۲۷)

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ابراہیم اور ان کے (فرزند) اسمعیل (دونوں ملکر) کعبہ کی بنیادیں (دیواریں) اٹھارہے تھے (اور ساتھ ساتھ دعا کررہے تھے) اے ہمارے پروردگار (ہماری اس خدمت کو) قبول فرمالیجئے، کیوں کہ آپ ہی سننے والے ہیں، جاننے والے ہیں اور یہ ہے کہ اے پروردگار! ہم دونوں کو تو اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو بھی اپنا فرمانبردار بنالے، اور ہم کو حج کے مناسک سکھادے اور ہماری توبہ قبول فرمالے، بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا ہے، مہربان ہے۔

تشریح:- یرفع فعل مضارع ہے اور بمعنی ماضی ہے، تعمیر بیت اللہ کی عظمت شان کے پیش نظر فعل ماضی کو فعل مضارع سے تعبیر فرمایا ہے۔

القواعد: قاعدۃ کی جمع ہے، اساس اور بنیاد کے معنی میں ہے، یعنی وہ پتھر جو بنیاد میں لگائے جاتے ہیں جس پر ساری عمارت کا وجود ہوتا ہے، یہاں پر مراد دیوار میں لگائے جانے والے پتھر ہیں؛ کیوں کہ اس کو بھی بنیاد ہی کی طرح قائم اور باقی رہنا ہے۔

تقبل: باب تفعل سے امر کا صیغہ ہے، باب تفعل کا ایک خاص اثر ''تکلف'' ہے اختیار صیغة التفعل اعتراف بالقصور لمافیه من الاشعار بالتکلف فی القبول (روح) قبولیت سے رضا، خوشنودی، ثواب مراد ہے۔

مسلمین: لفظ مسلم کا تثنیہ ہے، حالت نصب میں ہے، مسلمین موحدین مخلصین لا مفید الا یاک یعنی بلا شائبہ شرک وشریک غیرے اللہ کو ایک ماننا ''توحید خالص'' دوسرے معنی میں'' قائمین بجمیع شرائع الاسلام، منقادون للحق مذعنون'' یعنی ایمان ویقین کے ساتھ تمام احکام کا پابند رہنا

یا یہ کہ یہ دعا ہو دین پر ثبات اور دوام کے لئے اخلاص واذعان میں ترقی کے لئے۔

مناسک: منسک، نسک کی جمع ہے''اصل النسک غایۃ العبادھو شاع فی الحج لمافیہ من الکلفۃ'' آخری درجہ کی عبادت چونکہ حج ہی ایسی عبادت ہے جس میں تمام عبادتیں جمع ہیں، ہر عبادت سے زیادہ حج میں مشقت ہے اس لئے نسک اور مناسک کا زیادہ تر استعمال حج کے اعمال وافعال کے لئے ہونے لگا ہے۔

توّاب: اللہ کا صفاتی نام ہے، بندہ کی طرف بہت زیادہ توجہ فرمانے والا، لفظ توبۃ کی نسبت جب بندے کی طرف ہوتو اس کے معنیٰ ہوں گے کسی گناہ اور غلطی کی معافی کے لئے ندامت وشرمندگی کے ساتھ اور آئندہ نہ کرنے کے عزم کے ساتھ حق تعالیٰ سے رجوع ہونا اور اگر اللہ کی طرف نسبت ہوتو اس کے معنی ہوں گے اللہ کا اپنے بندے کے جرم کو معاف کر دینا اور بندے کے گناہ کی سزا کو ختم کر دینا، مزید بخشش ومغفرت اور فضل وعنایت سے اپنے بندے کو نوازنا، اسلئے حق تعالیٰ کی ذات کو'' تواب '' کہا جاتا ہے کیونکہ وہی ان تمام نوازشات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

پچھلی آیتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے پیش نظر آیتوں میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر موجود ہے، ادعیۂ ابراہیم علیہ السلام میں سے یہ دعا بھی ہے، اور یہ دعا اس وقت کی گئی تھی جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسمعیل علیہ السلام کو لے کر خانہ کعبہ تعمیر فرما رہے تھے، عام طور پر محنت کش حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ محنت ومشقت کے کام کے وقت کچھ نہ کچھ گنگناتے رہتے ہیں، یہ دونوں باپ بیٹے بھی تعمیر بیت اللہ کے وقت یہ ترانہ اور مناجات گنگناتے تھے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

باپ بیٹوں کی یہ دعا اور ادا حق تعالیٰ کو اس قدر پسند آئی کہ اسنے اپنے کلام میں بطور تذکیر نعمت بیان فرما دیا ہے۔

تعمیر بیت اللہ:-

خانہ کعبہ روئے زمین کا سب سے پہلا گھر ہے، اس کی عظیم اور قدیم تاریخ ہے، یہ کسی انسان یا دیگر مخلوق کا نہیں بلکہ رب کائنات کا گھر ہے، اس کا عظیم الشان نام بیت اللہ ہے، سب سے پہلے فرشتوں نے اس کی تعمیر کی ہے، یا یہ کہ آسمانوں پر تعمیر کر کے ہی اتار گیا ہے، اور اس جگہ اس کو نصب فرمایا، پھر آدم نے اپنے زمانہ میں اس کی

دوسری بار تعمیر فرمائی، عرصۂ دراز کے بعد طوفان نوح میں اس کی دیواریں منہدم ہوگئیں تھیں، بنیادیں باقی تھیں ریت کے تودے اس پر جمع ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے وہاں ریت کا ایک ٹیلہ معلوم ہونے لگا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں اپنے فرزند اسمعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر تیسری بار پھر اس کی تعمیر فرمائی، اس وقت سے لے کر قریش کے دور تک یہ تعمیر باقی تھی کہ سرداران قریش نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے عین قبل اس کی دیواروں کو منہدم کر کے چوتھی بار تعمیر کیا اور اس وقت حجر اسود کے رکھنے کا قصہ پیش آیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کے مطابق ہر قبیلہ وخاندان کو حجر اسود کواس کے مقام پر رکھنے کا اعزاز حاصل ہوا، قریش کا تعمیر کردہ خانہ کعبہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے دور خلافت تک قائم وباقی رہا، چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ ہیئت پر تعمیر کیا جائے اس طرح کہ حطیم کا حصہ خانہ کعبہ کے اندر شامل کرادیا جائے، اور بناءِ ابراہیمی کے مطابق اس کے دو دروازے ہوں ایک داخل ہونے کا اور دوسرے باہر نکلنے کا اور یہ کہ دروازہ زمین کے برابر کردیا جائے کہ داخل ہونے کے لئے سیڑھی کی ضرورت پیش نہ آئے، لیکن اللہ کی مرضی ومصلحت کہ دور رسالت میں بھی یہ کام نہیں ہوسکا اور دور خلافت راشدہ میں بھی نہیں ہوسکا، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کا دور آیا تو انہوں نے رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے احترام میں بناء ابراہیمی کے مطابق از سر نو پانچویں مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی پھر حجاج ابن یوسف نے اپنے دور حکومت میں قریش کے طرز تعمیر پر بیت اللہ کی چھٹویں بار تعمیر کردی، اس طرح کہ حطیم کو خانہ کعبہ سے علاحدہ کردیا دو دروازوں میں سے ایک کو بند کردیا اور دروازہ زمین سے اتنا اونچا کردیا کہ بغیر سیڑھی کے اندر داخل نہ ہوسکیں، اس کے بعد جب ہارون رشید کا دور حکومت آیا تو انہوں نے حضرت امام مالکؒ سے دریافت کیا کہ حجاج ابن یوسف کے تعمیر کردہ خانہ کعبہ کو منہدم کر کے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے طرز تعمیر پر خانہ کعبہ کو تعمیر کردوں؟ جو کہ بناء ابراہیمی ہونے کے ساتھ ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین خواہش بھی تھی! حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کو بادشاہوں کا کھلونا نہ بنایا جائے (ہر کہ آمد عمارت نو ساخت) جو نیا بادشاہ آئے وہ اپنے طور پر خانہ کعبہ تعمیر کرتا رہے تو اس سے کعبہ شریف کی ہیئت وعظمت ختم ہو جائیگی، اس کے بعد ھارون رشید نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا، اس طرح اب تک خانہ کعبہ کی صرف چھ مرتبہ تعمیر ہوئی ہے، ماضی قریب وماضی بعید نیز موجودہ دور کے سلاطین وحکمران نے اس کے بقا وتحفظ، مضبوطی کے لئے مختلف ومتعدد مثالی ومعیاری اقدامات واصلاحات تو کئے لیکن منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنے کی جرأت نہیں کی۔

پیش نظر آیت میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بانیٔ کعبہ ومعمار کعبہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور اسی صفت سے ان

کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد ہوا ’’وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ‘‘اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کررہے تھے پتھر اٹھا کر اس کی دیواروں کو کھڑا کررہے تھے ’’رفع القواعد‘‘ سے مراد خانہ کعبہ کی دیواروں کے پتھروں کا جوڑنا ہے نیز یہ کہ طوفان نوح میں دیواروں منہدم ہوگئی ۔’’اصل قواعد‘‘ نفس بنیاد محفوظ تھی، نیز یہ بات بھی نصوص صیحہ سے ثابت ہے کہ تعمیر کعبہ سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر شروع کی چونکہ کعبہ کے ظاہری آثار ونشانات مٹ جانے اور ایک طویل عرصہ گذرجانے کے بعد حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر اس کو ازسرنو تعمیر فرمایا اس لئے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بانی کعبہ یا معمار کعبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ’’رفع القواعد‘‘ کی نسبت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرف نسبت تشریفی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے پروردگار ہماری اس خدمت کو قبول فرمالیجئے ،باپ بیٹوں کی نہایت نیازمندانہ یہ دعا ان کی کمال عبدیت اور کمال بندگی خشیت قلبی اور خوف الٰہی کی علامت ودلیل ہے،حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ کے احکامات کی تعمیل اوران کی رضا وخوشنودی کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ سب ہی کو معلوم ہیں اللہ کے حکم کو اللہ کی رضا کے مطابق محض اس کے اشارہ پر پورا کرنا ابراھیم علیہ السلام کی ساری زندگی کا حاصل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ابراھیم علیہ السلام کی تعریف کی ہے خود تعمیر کعبہ کا اعزاز اور سعادت کس قدر عظیم نعمت ہے ،لیکن اس کے باوجود یہ دعا کرنا ’’رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا‘‘ ان کی شان عبدیت کے کمال کو ظاہر کرتا ہے۔

اس لئے حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی نے تفسیر ماجدی میں لکھا ہے’’کیا ٹھکانہ ہے اس خشیت قلب کا ،اخلاص کے مجسمے ،صداقت کے پتلے ہیں،اس پر بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھئے نذر قبول ہوتی ہے یانہیں؟‘‘ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ’’عصمت انبیاء کا عقیدہ ایک الگ شئی ہے اور بجائے خود ثابت ومسلم ہے،لیکن خود نبی پر تو خشیت وعبدیت کا غلبہ ہرولی سے بڑھ کر رہتا ہے، وہ تو ہر صورت اپنے لئے ہر وقت عفو ومغفرت اور رأفت رحمت کا ہی طالب رہتا ہے‘‘لفظ’’تقبل ‘‘میں ایک نکتہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بندہ کا کوئی عمل بذات خود ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ قبول ہی ہوجائے تمام افعال واعمال ناقص ہیں ،مقبولیت عمل محض ان کے لطف وکرم ہی سے ہوتی ہے ، بندہ کے عمل کا اسمیں کوئی استحقاق نہیں ہوتا، اسی لئے فقہاء کا استنباط ہے کہ عمل صالح اور عبادت کے بعد قبولیت کی دعا کرنا مستحب ہے جیسا کہ نماز کے ختم پر، روزہ کے ختم پر افطار سے پہلے وغیرہ وغیرہ۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ عبادت میں پڑھے جانے والے ہر کلمہ کو انسان کی زبان سے نکلنے والے

ہر لفظ کو اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے دلوں میں مخفی عزائم اور پوشیدہ نیتوں سے خوب باخبر اور واقف ہیں، لہذا ان کے علم کے مطابق بندوں کی جو عبادت اور جو عمل ان کے لئے ہوگا وہی قبول کریں گے اس کے علاوہ قبول نہیں ہوگا۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ یعنی اے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، حضرت ابراھیم علیہ السلام کی فرمانبرداری میں کوئی کمی نہیں تھی اسی طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اگر چہ کم سن تھے مگر ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں بھی کسی قسم کی کوئی کمی نہیں تھی ظاہر ہے کہ انبیاو پیغمبر حق تعالیٰ کے مطیع وفرمانبردار نہ ہوں تو پھر کونسی مخلوق مطیع وفرمانبردار ہوسکتی ہے، کمال درجہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے باوجود پھر یہ نیاز مندی اور خوشامندی کہ ہم کو اپنا فرمانبردار بنا لیجئے ، یہ اس کی خشیت، عبدیت، خوف، اصلاح کا اثر ہے جو گذشتہ سطور میں تحریر کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ عباداتِ موجودہ میں جو اطاعت وفرمانبرداری ہے اس میں مزید ترقی اور اضافہ عطا فرمادیجئے ''طلب الزیادہ فی الاخلاص والاذعان او الثبات علیہ''

وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اے ہمارے پروردگار! ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت کو اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ شریف کے وقت اپنی دعاؤں میں اپنی ذریت اور اپنی اولاد و نسل کو بھی شامل وشریک فرمایا اور ارشاد خداوندی ''لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ'' سے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی ساری ذریت اور پوری نسل مؤمن اور مسلمان نہیں ہوگی اس لئے ازراہ احتیاط و ادب عرض کیا کہ ہماری ذریت اور اولاد میں سے ایک امت کو ''امت مسلمہ'' بنادیجئے اسی سے معلوم ہوا کہ ہر نبی، ولی، مرشد، مصلح، داعی، مبلغ کو خاص طور پر اپنی اولاد اور اپنی نسل کے دین وایمان کی فکر رکھنا ضروری ہے، بلکہ اسی فکر کا مطالبہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن سے کیا ہے ''قُوٓا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا'' سورۂ فرقان میں عباد الرحمٰن کی خصوصیات میں یہ دعا بھی مذکور ہے ''رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا'' ترجمہ اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں متقیوں کا پیشوا بنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ایمان، اخلاق، اعمال، توحید اور تقویٰ کے لئے فکر کرنا اور دعاؤں کا اہتمام رکھنا بھی ضروری ہے، حضرت ابراھیم علیہ السلام کعبہ شریف کی تعمیر جیسے عظیم الشان عمل میں مصروف ہیں اور ساتھ ساتھ اپنی نسل اور اولاد کی بھی فکر فرمارہے ہیں چنانچہ ان کی یہ فکر اور دعا اس درجہ قبول ہوئی کہ آج ساری دنیا میں یہ امت اسی نام سے مشہور ومعروف ہے۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا یعنی اے ہمارے پروردگار! ہمیں (حج) کے احکام ومسائل سکھا دیجئے، تشریحِ الفاظ میں مناسک کے جو معانی تحریر کئے گئے ہیں اس کی رو سے گویا کہ دین کے تمام مسائل واحکام کے سکھلانے اور بتلانے کی دعا کی گئی ہے، لیکن آیت کے مضمون اور اس کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا حج کے اعمال احکام ومسائل سے متعلق ہے، اور اس جگہ اراءت کے معنی آنکھ سے دکھانے کے نہیں ہیں، بلکہ حج کے احکام ومسائل کو پوری طرح سکھلا دینے اور بتلا دینے کے ہیں، چنانچہ کعبہ شریف کی تعمیر کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئے اور ابراھیم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ان کو مقامات حج اور مناسک حج سکھلائے اور بتلائے۔

''وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ '' اے ہمارے پروردگار! ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو تواب ہے رحیم ہے، دعا کے ان الفاظ کے ذریعہ سے بھی حضرت ابراھیم علیہ السلام کی کمال عبدیت اور کمال خشیت معلوم ہوتی ہے کہ سب کچھ کر چکنے کے باوجود اللہ سے توبہ واستغفار کا اہتمام، حالانکہ توبہ واستغفار جو عملی کوتاہی کرے اس کے لئے ضروری ہے، انبیاء کرام عملی کوتاہیوں سے معصوم ومحفوظ ہیں اس کے باوجود توبہ واستغفار کا اس قدر اہتمام فرماتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ بندہ کے حالات کے اعتبار سے توبہ کے مختلف درجات ہوتے ہیں، علامہ آلوسی خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ''التوبة مختلف باختلاف التائبين '' تائبین کے حالات کے اعتبار سے توبہ کی مختلف قسمیں ہیں: (۱) ''توبة سائر المسلمين الندم والعزم على عدم العودورد المظالم'' یعنی عام مسلمانوں کی توبہ یہ ہے کہ نافرمانی پر ندامت وشرمندگی ہونے لگے اور آئندہ نہ کرنے کا پورا پورا عزم ہو، اور جن جن کے ساتھ زیادتیاں ہوئیں ہیں ان کے ساتھ معاملہ کی صفائی یا اس کا پختہ ارادہ ہو۔ (۲) ''توبة الخواص الرجوع عن المكروهات من خواطر السوء والفتور فى الاعمال والاتيان بالعباده على غير وجه الكمال '' عبادات کو علی وجہ الکمال ادا نہ کرنا اور اعمال میں کمی ہو جانا اور ناپسندیدہ اعمال کے ارتکاب سے باز رہنا یہ خاص لوگوں کی توبہ ہے۔ (۳) ''توبة الخواص لرفع الدرجات والترقى فى المقامات '' اور اخص الخاص کاملین کی توبہ یہ ہے کہ بلندی درجات اور ترقی مقامات کی فکر کرنا اور اس کا اہتمام رکھنا، حضرت ابراھیم علیہ السلام اسمٰعیل علیہ السلام کی یہ توبہ بھی آخری قسم میں سے ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کتنے ہی بڑے درجہ ومرتبہ پر فائز ہو جائے مگر ہر حال میں توبہ واستغفار کا التزام رکھنا یہی تمام انبیاء اور سید الانبیاء کی سنت ہے، جب خلیل اللہ اور حبیب اللہ جیسے انبیاء اللہ سے توبہ ومعافی کا اہتمام کرتے ہیں تو عام مسلمانوں کو بدرجہ اولیٰ اس کا اہتمام اور التزام ہر حال میں لازم وضروری ہے۔

نسبی فخر کام نہیں آئے گا

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ، وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

(سورۂ بقرہ: ۱۳۴)

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی جو گذر گئی، ان کے لیے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ تم یہودی یا نصرانی ہو جاؤ، تم ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرما دیجئے بلکہ تم سب ملتِ ابراہیمی کا اتباع کرو جو پوری طرح حق کے متبع تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔

شانِ نزول: (۱) تفسیر درِ منثور میں بحوالہ ابن اسحاق وابن جریر وغیرہما حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن صوریا اعور (یہودی) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہدایت صرف وہی ہے جس پر ہم ہیں، لہٰذا تم ہماری اتباع کرلو ہدایت پا جاؤ گے، اور نصاریٰ نے بھی اسی طرح کی بات کہی تو اللہ نے آیت: وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا الخ نازل فرمائی۔

(۲) تفسیر روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ سردارانِ یہود کعب بن اشرف، مالک بن صیف، وہب بن یہوذا، ابو یاسر بن احطب اسی طرح نصاریٰ اہلِ نجران نے مسلمانوں سے دین کے معاملے میں مخاصمت کرتے ہوئے کہا کہ ہدایت صرف وہی ہے جس پر ہم ہیں، ہماری اتباع کرلو ہدایت پا جاؤ گے، تو اللہ تعالیٰ نے آیت: وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا الخ نازل فرمائی۔

تفسیر: یہودیوں کو اس بات پر بہت غرور تھا اور اب بھی ہے کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں، اور ان کی نسل ونسب میں ہونے کی وجہ سے ہم عذاب سے بچ جائیں گے؛ اس آیت میں صاف صاف اس بات کی تصریح فرما دی کہ وہ حضرات اپنے اپنے عقائد اور اعمال لے کر دنیا سے چلے گئے، انہوں نے جو کچھ کیا وہ ان کے ساتھ ہے، ان کے اعمالِ صالحہ ان کے کام آئیں گے، اور تم نے جو کچھ کیا وہ تمہارے ساتھ ہے، ان کے اعمال میں سے کوئی حصہ

تمہیں نہ ملے گا، دوسروں کے اعمال پر خواہ مخواہ آس لگائے بیٹھے ہو، اور شرفِ نسب کی وجہ سے اپنے کو ناجی اور رستگار سمجھتے ہو، یہ سراسر حماقت و بیوقوفی ہے، اور قانونِ خداوندی کے بھی خلاف ہے، تم اپنے عقائد اور اعمال اور اپنے کفر و ایمان کو دیکھو، تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتے ہو، انجیل اور قرآن کو نہیں مانتے پھر بھی نجات کی امید لگائے بیٹھے ہو! یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ وہ حضراتِ سابقین جن سے تم انتساب رکھتے ہو، ان کے اعمال کی تم سے پوچھ تک نہ ہوگی، اور نہ ان کا ذکر تمہارے سامنے آئے گا، ان کے اعمال کا نفع پہونچنا تو دور کی بات ہے۔ امتِ محمدیہ میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو سید زادے پیرزادے ہونے پر گھمنڈ کیے ہوئے ہیں، اپنے آپ کو سید کہتے ہیں، سید لکھتے ہیں، تارکِ فرائض ہیں، مرتکبِ منہیات و محرمات ہیں، بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں، لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کی نسل و نسب میں ہونے کی وجہ سے بخش دیئے جائیں گے۔ اور بہت سے جعلی، جھوٹے، دنیادار گانجہ نوش پیروں وصاحبوں نے اپنی عوام کو یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ تم ہمارے جھنڈے کے نیچے آجاؤ، جس نے ہم سے بیعت کر لی وہ بخشا بخشایا ہے، جنتی ہے، یہ سب فریب و گمراہی اور قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو اور اپنے اعزہ و اقرباء کو پکارا، سب کو حق کی دعوت دی، اور عمومی و خصوصی خطاب فرمایا، اس خطاب میں یہ بھی تھا: اے عباس بن عبد المطلب! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور اے صفیہ! (رسول اللہ کی پھوپھی) میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا اور اے فاطمہ بنتِ محمد! تم میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو، لیکن میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ اپنا دین و ایمان اور عملِ صالح اللہ کے یہاں کام آئے گا، جو مومن نہ ہوگا اس کو میری رشتہ داری کوئی فائدہ نہیں دے سکتی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رشتہ داری کے بارے میں ایسا فرما دیا تو دوسروں کی کیا مجال ہے کہ وہ نسب کی بنیاد پر بخشے جانے کی امید رکھیں!

صحیح مسلم میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من بطأبه عمله لم يسرع به نسبه یعنی جس کا عمل اس کو پیچھے کر دیا اس کا نسب جلدی کر کے اُسے آگے نہیں بڑھا دے گا۔ (انوار البیان سورۂ بقرہ: ۱/۲۳۱)

مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنے دین کو ہدایت بتایا، اور اس کی دعوت دی، اور نصاریٰ نے اپنے دین کو ہدایت بتایا اور اس کی دعوت دی، اللہ جل شانہ نے اس کی تردید فرمائی کہ تم ہدایت پر نہیں ہو، تم اپنے اپنے دین کو چھوڑ و اور ابراہیم کے دینِ حنیف کو اختیار کرو جس کے داعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اُن کے دین کے عالم

اور شارح اور داعی آپ کے سوا کوئی نہیں ہے، ان کے دین میں توحید ہے، حق پر استقامت ہے، قربانی ہے، ایثار ہے، اخلاص ہے۔ دینِ حق میں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرض ہے کہ اس کی ساری کتابوں پر اور اس کے سارے نبیوں پر ایمان لایا جائے اور ایمان لانے میں کوئی تفریق نہ کی جائے۔ اگر کسی ایک نبی کو بھی نبی نہ مانے تو سب کی تکذیب لازم آئے گی، اس صورت میں ہدایت پر ہونے کا دعویٰ غلط ہے، نصرانیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانا اور یہود و نصاریٰ دونوں نے مل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا، قرآن کو نہیں مانا پھر ہدایت پر کیسے ہو سکتے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی وصف لفظ حَنِيْفًا بیان فرمایا، اور یہ قرآن مجید میں کئی جگہ ان کے حق میں استعمال ہوا ہے، اس کا مادّہ ح،ن،ف ہے، امام راغب لکھتے ہیں: الحنف هو الميل عن الضلال الى الاستقامة والحنيف هو المائل الى ذالک یعنی حنف یہ ہے کہ گمراہی سے ہٹتے ہوئے حق پر استقامت ہو، اور حنیف وہ ہے جس میں یہ صفت پائی جائے۔

تفسیر درِ منثور میں مسند احمد اور الادب المفرد للبخاری سے نقل کیا ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کو کونسا دین پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: الحنيفة السمحة یعنی وہ دین اللہ کو محبوب ہے جس میں باطل سے بچتے ہوئے حق کو اپنایا گیا ہو اور جس پر عمل کرنے میں دشواری نہیں ہے (اس سے دینِ اسلام مراد ہے) حنیفاً کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری صفت بیان فرمائی وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اس میں صاف اور واضح طور پر بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام مشرک نہیں تھے، جو کوئی جماعت یا فرد مشرک ہوگا وہ دینِ ابراہیمی پر نہیں ہوسکتا۔ مشرکینِ مکہ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ ہم ملتِ ابراہیمی پر ہیں، ان کے اندر ختنہ کرنا، حج کرنا اور مہمان نوازی کرنا باقی تھا، لیکن ساتھ ہی مشرک بھی تھے، حج کے تلبیہ میں بھی شرک کے الفاظ بڑھا رکھے تھے اور کعبہ شریف میں بت بھر رکھے تھے۔ اور یہود و نصاریٰ نے بھی شرک اختیار کر رکھا ہے، حضرت عزیز اور حضرت مسیح علیہما السلام کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہیں، اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ملتِ ابراہیم کا اتباع کرو اور ان کی ملت میں سب سے پہلے بنیادی بات یہ ہے کہ توحید کا اقرار کریں اور شرک سے پرہیز کریں۔

صحابہؓ والا عقیدہ معتبر ہے

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۳۶)

ترجمہ: تم کہہ دو کہ ہم ایمان لے آئے اللہ پر، اور جو نازل ہوا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو موسیٰ وعیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا، ان سب میں سے ایک میں بھی فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں۔

الفاظ کی تحقیق: الاسباط یہ ماخوذ ہے سَبَط سے (۱) سبط کہتے ہیں ایسے درخت کو جس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہوں (۲) سبط کہتے ہیں اس جماعت اور قبیلہ کو جن کا مورثِ اعلیٰ او پر جا کر ایک ہو۔ اسباط حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو کہتے ہیں جو بارہ تھے، جن میں سے ہر ایک کی نسل میں بہت سے انسان ہوئے، بنی اسرائیل کو اسباط کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نوح، ہود، صالح، شعیب، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، اسماعیل علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء بنی اسرائیل ہی میں سے ہوئے ہیں۔

شانِ نزول: علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مدینہ کے بڑے بڑے یہودی جیسے کعب بن اشرف اور مالک بن حنیف، وہب بن یہود، ابو یاسر بن اخطب اور نجران کے نصاریٰ سب جمع ہوئے اور مسلمانوں سے دین کے بارے میں مناظرہ کیا، ہر فرقہ اپنی حقانیت کا دعویٰ کرتا تھا، چنانچہ یہود نے کہا ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اور ہماری کتاب تورات تمام کتابوں سے اچھی ہے اور ہمارا دین تمام دینوں پر فائق ہے، انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام، انجیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کا کھلا انکار کیا، اسی طرح نصاریٰ نے اپنے نبی اور اپنی کتاب اور اپنے دین کو افضل بتایا، اور قرآن مجید، دیگر انبیاء اور دیگر کتابوں کا انکار کیا اور ہر فریق نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین پر ہو جاؤ، اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (گلدستۂ تفاسیر)

تفسیر: ہم امتِ محمدیہ سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، سب کا ادب سے نام لیتے ہیں، اس میں کسی قسم کا تعصب نہیں برتتے، سب کو حق سمجھتے ہیں، سب کو ان کے زمانے کے اعتبار سے واجب الاتباع کہتے ہیں، یعنی جس وقت جو نبی گذرا ہے اس کے ذریعہ سے جو احکامِ خداوندی پہنچے ہیں، اُس زمانے کے لوگوں پر ہم اس کی اتباع کو ضروری سمجھتے ہیں، بخلاف اہلِ کتاب کے کہ وہ اپنے دین کے سوا سب کی تکذیب کرتے ہیں (جن میں عبداللہ بن صوریا یہودی سرفہرست تھا) اور حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس میں بے جا باتیں کرتے ہیں، چاہے ان کا دین منسوخ ہی ہو چکا ہو اور انبیاء علیہم السلام کے احکام کو جھٹلاتے ہیں، جو خود اُن کے نزدیک بھی خدا کے احکام ہیں، لیکن مسلمان کبھی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کوئی ناروا کلمہ اور نازیبا بات نہیں کہتے اور نہ کہہ سکتے ہیں، اگر ایسا کریں گے تو ان کا ایمان جاتا رہے گا، اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ لوگ تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، سب کو ان کے زمانے کے اعتبار سے واجب الاتباع کہتے ہیں، ان میں کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور یہی صفت سب ایمان والوں کی بھی ہے، یہود ونصاریٰ کے بعض گروہوں نے اپنے پیغمبروں کی مخالفت اور نافرمانی یہاں تک کی کہ بعض کو قتل بھی کر دیا، اور بعض گروہوں نے ان کی عزت وعظمت کو اتنا بڑھایا کہ خدا یا خدا کا بیٹا اور خدا کا مثل بنا دیا، یہ دونوں افراط وتفریط اور ضلالت وگمراہی ہیں، آج بھی جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب اور خدا تعالیٰ کی طرح ہر جگہ موجود حاضر وناظر کہتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی عظمت ومحبت کا حق ادا کر رہے ہیں، حالانکہ وہ خود آنحضرت ﷺ کے حکم کی اور عمر بھر کی کوششوں کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ اس آیت میں ان کے لیے بھی سبق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عظمت ومحبت اللہ کے نزدیک ایسی ہی مطلوب ہے جیسی صحابہ کرامؓ کے دل میں آپ کی تھی، اس میں کمی بھی جرم ہے اور زیادتی بھی غلو اور گمراہی ہے۔

حقیقی اسلام: حقیقی اسلام یہ ہے کہ اپنی اغراض اور خواہشات سے بالکل خالی الذہن ہو کر انسان کو اس کی فکر ہو کہ حضرت حق جل شانہ کی رضا کس کام میں ہے اور اس کا فرمان میرے لیے کیا ہے؟ وہ ایک فرمانبردار غلام کی طرح گوش بر آواز رہے کہ کیا حکم ہوتا ہے اور اس کام کو کس انداز سے کیا جائے، جس سے وہ مقبول ہو اور میرا مالک راضی ہو، اسی کا نام عبادت وبندگی ہے۔ معلوم ہوا کہ رب چاہی زندگی کا نام ہی حقیقی اسلام ہے اور من چاہی زندگی اور من مانی عبادت وبندگی کو حقیقی اسلام کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ (سورۂ بقرہ)

ترجمہ: سواگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو بس وہ مخالفت ہی میں لگے ہوئے ہیں، پس عنقریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لیے کافی ہوگا اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے، ہم نے قبول کرلیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہوسکتا ہے اللہ کے رنگ سے، اور ہم اسی کے آگے سرنگوں ہیں۔

تفسیر: اس آیت میں حضرات صحابہؓ سے خطاب ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی بھی ہے۔ ارشاد ہے: اے ایمان دار صحابیو! اگر یہ کفار بھی تم جیسا ایمان لے آئیں یعنی تمام کتابوں اور رسولوں کو مان لیں تو وہ بھی ہدایت یافتہ ہوجائیں گے، اگر وہ اعراض کریں اور اس ایمان سے روگردانی کریں جو اللہ کے نزدیک معتبر ہے تو وہ یقیناً خلافِ حق پر ہیں، انہوں نے حق کی مخالفت پر کمر باندھی ہے، تھوڑا سا موقعہ ان کو مل رہا ہے۔ اے نبی! اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری طرف سے کفایت فرمائے گا، ان کے شر سے مستقل طریقہ پر تمہیں چھٹکارہ اور خلاصی دے گا، وہ ذلیل ہوں گے، دنیا وآخرت کی سزا میں مبتلا ہوں، اللہ تعالیٰ سمیع ہے ان کی سب باتیں سنتا ہے، اور علیم بھی ہے ان کی سب باتوں کو جانتا ہے۔

فوائد: شروع سورۂ بقرہ سے یہاں تک ایمان کی حقیقت کہیں مجمل، کہیں مفصل بیان کی گئی ہے، اس آیت میں ایک ایسا اجمال ہے جو تمام تفصیلات اور تشریحات پر حاوی ہے، کیونکہ اٰمَنْتُمْ کے مخاطب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ہیں، اس آیت میں ان کے ایمان کو ایک مثالی نمونہ قرار دے کر حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک مقبول ومعتبر صرف اس طرح کا ایمان ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ نے اختیار فرمایا، جو اعتقاد اس سے سرمو مختلف ہو اللہ کے نزدیک مقبول وہ نہیں، اس توضیح سے ان تمام باطل فرقوں کے ایمان کا خلل واضح ہوگیا جو ایمان کے دعویدار ہیں، مگر حقیقتِ ایمان سے بے بہرہ ہیں، کیونکہ ایمان کا زبانی دعویٰ تو بت پرست مشرکین، یہود ونصاریٰ اور ہر زمانے میں زندیق وملحد بھی کرتے رہتے ہیں، مگر چونکہ ان کا ایمان اللہ پر رسولوں پر اور فرشتوں پر اور قیامت کے دن وغیرہ پر اس طرح کا نہیں تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مخلص صحابہ کرامؓ کا ہے، اس لیے اُن کا دعویٔ ایمان اللہ کے نزدیک مردود ونامقبول ہوا۔

مشرکین میں بعض نے تو فرشتوں کے وجود ہی کا انکار کیا، بعض نے ان کو خدا کی بیٹیاں بنادیا، دونوں کی

تردید بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ سے ہوگئی، اسی طرح یہود ونصاریٰ کے بعض گروہوں نے اپنے پیغمبروں کی مخالفت اورنافرمانی کی، یہاں تک کہ بعض کو قتل بھی کردیا وہ بھی مردود وملعون ہوگئے، اور بعض گروہوں نے ان کی عزت وعظمت کو اتنا بڑھایا کہ خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا مثل بنادیا، یہ گروہ بھی ضلالت وگمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

اسی طرح جن فرقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختمِ نبوت کا انکار کرکے نئے نبی کے لیے دروازہ کھولنا چاہا اور قرآن کریم کی واضح تصریح خاتم النبیین کو اپنے مقصد میں حائل پایا تو انہوں نے رسول ونبی کی بہت سی قسمیں اپنی طرف سے اختراع کرلیں جن کا نام نبی ظلی، نبی بروزی وغیرہ رکھ دیا اوران کے لیے گنجائش نکالنے کی کوشش کی، مذکورہ آیت نے ان کے دجل وگمراہی کو واضح کردیا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان بالرسل میں کسی ظلی وبروزی کا کہیں نام ونشان نہیں، یہ کھلا ہوا زندقہ اورالحاد ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جن کے قلب ودماغ صرف مادّے اور مادّیات میں کھوئے ہوئے ہیں، عالمِ غیب اور عالمِ آخرت کی چیزیں جب انہیں مستبعد نظر آتی ہیں تو طرح طرح کی تاویلوں میں پڑجاتے ہیں اور اپنے نزدیک اس کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو اقرب الی الفہم کردیا، مگر چونکہ وہ تاویلیں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کے خلاف ہیں، اس لیے سب مردود وباطل ہیں، آخرت کے تمام حالات وواقعات جس طرح قرآن وسنت میں وارد ہوئے ہیں، ان پر بغیر کسی جھجک اور تاویل کے ایمان لانا ہی درحقیقت ایمان ہے، حشر اجساد کے بجائے حشر روحانی اور عذاب وثوابِ روحانی، اسی طرح وزنِ اعمال میں تاویلیں کرنا سب اللہ کے نزدیک مردود، باطل اور گمراہی ہے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ میں واضح فرمادیا کہ آپ اپنے مخالفوں کی زیادہ فکر نہ فرمائیں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے، اسی طرح ایک دوسری آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ آپ مخالفین کی فکر نہ کریں، اللہ تعالیٰ ان سے آپ کی حفاظت خود کریں گے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ: اس سے پہلی آیت میں دینِ اسلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا تھا، مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اس جگہ اس کو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے بتلادیا کہ دین درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہے، کسی پیغمبر کی طرف اس کی نسبت مجازاً کردی جاتی ہے اور اس جگہ ملت کو صِبْغَةَ کے لفظ سے تعبیر کرنے سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہوگیا، اوّل تو نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید ہوگئی کہ ان کی عادت یہ تھی کہ جو بچہ پیدا ہو، اس کو ساتویں روز ایک رنگین پانی میں نہلاتے تھے، اور بجائے ختنہ کے اسی نہلانے کو بچہ کی طہارت اور دین نصرانیت کا پختہ رنگ سمجھتے تھے، اس آیت نے بتلایا کہ یہ پانی کا رنگ تو دھل کر ختم ہوجاتا ہے، اس کا بعد میں کوئی

اثر نہیں رہتا، نیز ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے جو گندگی اور ناپاکی جسم میں رہتی ہے، اس سے بھی یہ رنگ نجات نہیں دیتا، اصل رنگ دین وایمان کا رنگ ہے، جو ظاہری اور باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی دوسرے یہ کہ دین وایمان کو رنگ فرما کر اس کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جس طرح رنگ آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے، اسی طرح مومن کے ایمان کی علامات اس کے چہرہ بشرہ اور تمام حرکات وسکنات، عادات واطوار اور معاملات میں ظاہر ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم

نکتہ نمبر(۱) بطریقِ متعددہ مروی ہے کہ مصری لوگ جب حضرت عثمان غنیؓ پر چڑھ آئے اور ان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت عثمانؓ کے پاس گھر میں پہونچے تو اس وقت ان کے سامنے قرآن شریف کھلا رکھا تھا، تلوار سے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر وار کیا، خون جو جاری ہوا تو آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پر گرا، حضرت عثمانؓ نے فرمایا اسلام میں یہ پہلا ہاتھ ہے جو ناحق قطع کیا گیا، کہا جاتا ہے کہ ان بدبختوں میں کوئی اچھی حالت میں نہیں مرا۔

نکتہ نمبر(۲) جس سے حاکم یا شوہر ناراض وخفا ہو وہ اس آیت کو پڑھا کرے یا لکھ کر بازو پر باندھ لیوے، انشاء اللہ حاکم اور شوہر مہربان ہو جائے گا۔

حاصلِ درس: پیش نظر آیت میں صحابہ کرامؓ کے ایمان کو بقیہ لوگوں کے ایمان کے لیے معیار اور کسوٹی قرار دیا گیا ہے، اس آیت سے جہاں حضراتِ صحابہ کرامؓ کے ایمان کی خصوصیات، قبولیت اور برتری معلوم ہو رہی ہے وہیں پر یہ آیت بقیہ لوگوں کے ایمان کو جانچنے کا ایک معتبر طریقہ بھی ہے، صحابہ کرامؓ جن کیفیتوں کے ساتھ رسول پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، آخرت پر، تقدیر پر اور بعث بعد الموت پر ایمان ویقین رکھتے تھے، دوسرے لوگ بھی اگر اسی طرح کا ایمان ویقین رکھیں گے تو اُن کا ایمان ویقین معتبر ہوگا، ورنہ اُن کے ایمان ویقین کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اسی بنیاد اور نکتہ کی وجہ سے وہ تمام فرقِ باطلہ ضالہ چاہے وہ قدیم ہوں جیسے معتزلہ، شیعہ، خوارج، مرجیہ، جبریہ، نَجّاریہ، مشبیہ یا پھر حالیہ ہوں جیسے قادیانیت، بہائیت، پرویزیت، مہدویت، آغاخانیت، خورجیت وغیرہ وغیرہ اور دیگر نام نہاد تحریکات وجماعتیں سب اہلِ سنت والجماعت سے خارج بلکہ بعض تو اسلام ہی سے خارج مانے جائیں گے، دوسری بات یہ معلوم ہو رہی ہے کہ ہر مسلمان کو اپنے مذہب پر پوری طرح عمل پیرا رہنا چاہیے کہ اس کو دیکھتے ہی مسلمان ہونا ظاہر ہو جائے، کسی طرح کی شناخت اور تعارف کی ضرورت پیش نہ آئے۔

مرتے دم تک اپنے ایمان اور توحید کی حفاظت ضروری ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴿۸۲﴾

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور وہ اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ہیں یہی لوگ صاحبِ ایمان ہیں اور یہی لوگ راہِ راست پر چلنے والے ہیں۔

تشریح: آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرمارہے ہیں کہ دوزخ کی زبردست آگ اور سزا اور اس کے عذاب سے وہی لوگ محفوظ و مامون ہو سکتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان کو ظلم سے محفوظ رکھے ہوں اور ایمانی زندگی میں کسی بھی قسم کے ظلم میں مبتلا نہ ہوئے ہوں، اور اس دن ایسے ہی لوگوں کے لئے امن وسلامتی ہوگی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور انہوں نے اس آیت میں غور وفکر شروع کیا تو وہ حضرات گھبرا گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں کون شخص ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ کیوں کہ ہر شخص سے کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ ظلم ہو ہی جاتا ہے، مثلاً اولاد سے والدین کے حقوق میں کچھ نہ کچھ کمی وکوتاہی ہو ہی جاتی ہے، ماں باپ سے اولاد کے حق میں کچھ نہ کچھ کمی وزیادتی ہو ہی جاتی ہے، اسی طرح معاملات اور معاشرت میں کسی نہ کسی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ظلم ہو ہی جاتا ہے، کم از کم یہ کہ خود اپنی جان پر گناہوں کے ذریعہ ظلم تو ہر ایک سے ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ نماز میں دعا پڑھی جاتی ہے کہ اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً الخ یعنی اۓ اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو آپ کے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا، لہذا اے اللہ! آپ اپنے پاس سے مغفرت فرمادیجئے اور میرے اوپر رحم فرمادیجئے کیوں کہ آپ ہی بڑے مغفرت فرمانے والے اور رحم فرمانے والے ہیں، اور اِدھر اس آیتِ شریفہ میں ایمان والا اور ہدایت یافتہ ہونے کے لئے یہ قید لگائی کہ اپنے ایمان میں کسی قسم کا بھی ظلم نہ ملائے ہوں، اِن احساسات اور تفکرات سے سرشار صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اب آپ ہی بتایئے کہ ہم میں کون آدمی ہے جس نے ظلم

نہ کیا ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ جب ہر آدمی سے کسی نہ کسی طرح کچھ نہ کچھ ظلم ہو ہی جاتا ہے تو پھر ہم میں سے کوئی آدمی بھی بارگاہِ الٰہی میں ایمان والا نہیں ہے، ہم اس آیت کی وجہ سے گھبرائے ہوئے ہیں اور بے قرار و پریشان ہیں، صحابہ کرامؓ کی اس بے چینی و بے قراری سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اس آیت میں ظلم سے مراد وہ ظلم نہیں ہے جس کو ساری دنیا ظلم سمجھتی ہے جو عدل وانصاف کے مقابلے میں بولا جاتا ہے بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جو توحید کے مقابل ہے جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اللہ پر اس طرح ایمان لائے کہ اس کی ذات وصفات اور اس کی قدرت وکمال میں کسی دوسرے کو کسی طرح بھی شریک وسہیم نہ ٹھہرائے اور مرتے دم تک ہر قسم کے کفر وشرک سے پرہیز کرتا رہے تو ایسے ہی لوگ عذابِ الٰہی سے محفوظ ہیں اور ایسے ہی لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

مفسر قرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اللہ نے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ فرمایا ہے اس سے میں ظلم سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریح کے موافق شرک مراد ہے، عام گناہ مراد نہیں لیکن لفظ بِظُلْمٍ نکرہ لا کر عربی زبان کے قواعد کے مطابق عام کر دیا جو ہر قسم کے شرک کو شامل ہے، اور لفظ وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا لبس سے بنا ہے جس کے ایک معنیٰ ہیں اوڑھنا یا خلط ملط کر دینا اور مراد آیت کی یہ ہے کہ جو آدمی اپنے ایمان میں کسی قسم کا شرک ملا دے یعنی خدا تعالیٰ کو تمام صفات کمال کے ساتھ ماننے کے باوجود غیر اللہ کو بھی ان میں سے بعض صفات کا حامل سمجھے وہ اس امن وایمان سے خارج ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک صرف یہی نہیں کہ کھلے طور پر مشرک وبت پرست ہو جائے بلکہ وہ آدمی بھی مشرک ہے جو اگر چہ کسی بت کی پوجا پاٹ نہیں کرتا اور کلمۂ اسلام پڑھتا ہے مگر کسی فرشتہ یا رسول یا کسی ولی کو اللہ کی بعض صفاتِ خاصہ کا شریک ٹھہرائے۔ (معارف القرآن: ۳/۳۸۷)

توحیدِ خالص کے علم بَردارانِ اسلام ودُخترانِ ملت کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ایمان ویقین کا جائزہ لیتے رہیں کڑی نگرانی رکھیں، اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذریعہ اپنے ایمان کو مضبوط ومستحکم اور تر وتازہ بنائے رکھیں؛ کیوں کہ بعض دفعہ باتوں باتوں میں کفریہ کلمات زبان سے نکل جاتے ہیں یا رسم ورواج کی غلامی کی وجہ سے شرکیہ اعمال سرزد ہو جاتے ہیں جو یقیناً ہمارے ایمان وتوحید کے لئے خطرہ ہیں۔

لہٰذا مرتے دم تک اپنے ایمان اور اپنے توحید کی حفاظت لازم وضروری ہے، ایمان معتبر اور توحیدِ خالص کے ساتھ ہمارا سفرِ آخرت ہماری نجات اور کامیابی کا ذریعہ ہے اور ایسے ہی لوگ حق تعالیٰ کے نزدیک امن وایمان اور سلامتی واسلام والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔

قرآن سے ہمارا حقیقی تعلق اور گہرا لگاؤ ہونا چاہیے

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحب رحمہ اللہ

ترتیب: میرذاکر علی خان گلبرگہ

خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی، فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴿۴۵﴾ صدق اللہ العظیم وبارک اللہ لنا ولکم فی القرآن العظیم ونفعنا وایاکم بالاٰیات والذکر الحکیم

گرامی قدر حضرات! خطاب سے پہلے آپ لوگ یہ جان چکے ہیں کہ آج میری اس شہر میں حاضری ایک شاگرد کے نکاح کے سلسلے میں ہوئی، اور وہ بھی شہر کے نواحی علاقہ میں ایک مسجد ہے مسجد انس بن مالک جہاں بعد نمازِ ظہر ان کا عقد تھا، اللہ نے جو توفیق بخشی نکاح کے متعلق باتیں ان حضرات کے سامنے اس محفل میں پیش کی، ہمارے چاہنے والوں نے بعد نماز مغرب آپ سے ملاقات کا نظم بنالیا، آپ لوگوں کی زیارت اور ملاقات کا موقعہ ملا، چند گذارشات پیش کرنے کی کوشش کررہا ہوں، اللہ ہم سب کو دین سے اور دین پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے والے علماء وصلحاء سے زندگی بھر مربوط اور جڑے رہنے کی توفیق اور سعادت مرحمت فرمائے۔ لوگوں کے مختلف احوال ومعاملات کو دیکھتے ہوئے ہمارے بزرگوں کا یہ فرمان یقینی درجے میں بالکل صحیح اور سچ ثابت ہورہا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی میں عافیت چاہتے ہیں اور مرنے کے بعد آخرت کی نجات چاہتے ہیں تو اللہ والوں، سنت وشریعت کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے بزرگوں کی نگرانی اور سرپرستی ضروری ہے، جو آدمی جتنا دور ہے اس کی زندگی محفوظ نظر نہیں آرہی ہے، اور جو آدمی اللہ والوں سے جڑا ہوا ہے، علماء کرام صحیح العقیدۃ اہل علم سے اس کا تعلق ہے، ایسے لوگوں کا عقیدہ، ایمان، اور اخلاق کم از کم ایک حد تک محفوظ ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت تک کے لئے اپنا یہ نظام اس دنیا کے لئے مقدر فرمادیا کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی اللہ کا نیک بندہ ہر علاقے اور ہر زمانے میں لوگوں کی راہ نمائی اور راہ بری کے لئے موجود رہے گا، دنیا ایسے پاکیزہ نفوس سے پوری طرح محروم نہ رہے گی، اور جب محروم ہوجائے گی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اب دنیا ختم۔

ہمارے اکابر اولیاء بزرگوں نے ہمیں جو روشنی دی ہے، اخلاق و اعمال کی جو تربیت کی ہے اس کے نتیجے میں آج یہ بات ہمیں بڑی ضروری اور اہم معلوم ہو رہی ہے، اس وقت تین چیزوں کا لازمی طور پر اہتمام کریں، ہمارے اپنے شہر کے نہیں، اپنے اسٹیٹ و ملک کے نہیں بلکہ عالمی حالات کے تناظر میں یہ تین باتیں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، اللہ کرے کہ ساری دنیا یہ تین باتیں اچھی طریقے سے اپنالے اور مجھے اُمید ہے کہ اگر پوری دنیا ان تین باتوں کو اپنالے تو انشاء اللہ ہم لوگوں کی دنیا ہی بدل جائے گی، مجھے اللہ کی ذات سے قوی اُمید ہے، باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

پہلی بات قرآن مجید کے ساتھ اپنا گہرا تعلق اور لگاؤ ہونا چاہیئے، رسمی لگاؤ نہیں، وقتی لگاؤ نہیں، وقتاً فوقتاً تو قرآن پڑھ لیتے ہیں، رمضان میں قرآن پڑھ لیا؛ لیکن میں جس بات کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ قرآن کی تلاوت رسمی طور پر نہیں، مخصوص زمانے کا پڑھنا نہیں؛ بلکہ اپنی زندگی کا سب سے گہرا تعلق اور لگاؤ قرآن مجید کے ساتھ مسلمانوں میں پایا جانا ضروری ہے۔ اللہ نے اس آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اور آپ جانتے بھی ہوں گے پارہ اکیس اگر کھولیں گے، اس کی پہلی آیت ہے، جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے عظیم پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ہدایت دے رہا ہے، اتل ما اوحی الیك من الکتاب واقم الصلوٰة۔ یعنی اے پیغمبر! ﷺ آپ اس کتاب کی تلاوت کریں، جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے، اور نماز قائم کریں، قرآن مجید ہم تمام مسلمانوں کے لئے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ کہیں تو غلط نہ ہوگا ساری انسانیت کے لئے ہدایت والی کتاب ہے، اس کا تعلق صرف آخرت سے ہی نہیں، کہ اگر پڑھیں گے تو اجر وثواب ملے گا اور آخرت میں کامیابی ملیں گی، بلکہ یہ وہ کتاب ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے اپنی دنیا بھی روشن کر سکتے ہیں یہ کتاب جو آپ کو عطا فرمائی گئی ہے انقلابی نعمت ہے، جس قوم نے اپنایا اللہ نے اس کی تقدیر بدل دی، اور جس قوم نے اُسے چھوڑ دیا اور پس پشت ڈال دیا، اس کی تلاوت کو رسمی اور وقتی بنا ڈالا، اللہ نے اس قوم کو نیچا کیا، آج صورت حال اسی طرح ہے، اور ہم بھی ایسی صورتحال سے دو چار ہیں، ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ نے صحابہؓ سے تین سوال فرمائے، پہلا سوال آپ نے کیا اشھد ان لا الہ الا اللہ کیا تم اس بات کی شہادت اور گواہی دے رہے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، دوسرا سوال فرمایا: کیا تم اس بات کی گواہی دے رہے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ أتشھدون انی رسول اللہ، شہادت دیتے ہو اور گواہی دے رہے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تیسرا سوال فرمایا: اِن القرآن جاء من عند اللہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو قرآن اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے؟ صحابہؓ نے تینوں سوال کا جواب دیا: بلی یا رسول اللہ! ہاں اے اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ، اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ، آپ اللہ کے رسول ہیں ، اور قرآن اللہ کی کتاب ہے ، اللہ کا کلام ہے ۔ کسی انسان اور بشر کے پاس سے نہیں آیا ہے ، صحابہؓ کا جواب سن کر ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: تم خوش ہو جاؤ ، مطمئن ہو جاؤ ، تمہیں کچھ نہیں ہو گا ، دنیا میں بھی تم کامیاب ، آخرت میں بھی تم کامیاب ، ہر جگہ تمہارا ہی بول بالا ۔ تم خوش ہو جاؤ تم مطمئن ہو جاؤ کیوں فرمایا؟ یہ وہ کتاب ہے بلکہ یہ وہ حبل اللہ ہے ، یہ وہ اللہ کی رسی ہے جس ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے ، جب خالق اور مخلوق بندے اور پرودگار کے درمیان ایک مضبوط تعلق ہے ، ایک مضبوط رسی ہے ، خالق اور پرودگار آسمان سے اس کو تھامے ہوئے ہے اور بندے اس کو پکڑے ہوئے ہیں تو بندے کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں؟ کیسے تباہ و برباد ہو سکتے ہیں ، کیسے اس پر آفتیں آسکتی ہیں ، فرمایا: نہیں تم تو بہت مطمئن ہو پُر امن ہو کہ تمہارے پاس اللہ کی ایک ایسی رسی ہے کہ ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں تو دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور واقعہ یہ ہے کہ جب تک مسلمان اس رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے اور پکڑے ہوئے تھے مسلمان محفوظ تھے ۔

لیکن جب مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے قرآن چھوڑ دیا یعنی ہماری زندگیوں میں قرآن نہیں ہے ، ہمارے گھروں میں قرآن نہیں ہے ، ہماری مسجدوں میں ، ہماری الماریوں میں قرآن ہے ؛ لیکن ہماری زندگیوں میں قرآن نہیں ۔ جو صورت حال دنیا کی آپ کے سامنے ہے ، آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ، اس وقت میں آپ حضرات سے یہی کہنا چاہوں گا کہ قرآن سے جس طریقہ سے گہرا لگاؤ اور تعلق ہونا چاہیئے تھا وہ آج لگاؤ اور تعلق ہمارے درمیان نہیں پایا جارہا ہے ۔

میں افسوس کے ساتھ شرمندگی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت روئے زمین پر ہزاروں ہزار کی تعداد میں مسلمان ایسے پائے جاتے ہیں کہ جنہوں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ گذارا ، اور اب چل چلاؤ کے عالم میں ہیں ، یا دنیا سے رخصت ہوئے اور دنیا کے جتنے کام ہیں انہوں نے سارے انجام دئے ، اپنا بچپن گذارا ، کھیل کود کے شوق پورے کیئے ، تعلیم کا زمانہ گذارا ، ڈگریاں حاصل کیں ، بڑے ہوئے گئے تو کمائی شروع کی اور بہت کچھ کمایا ، بہت کچھ بنایا اور بہت کچھ چھوڑا پسماندگاں کے لئے شادیاں کیں ، بچے پیدا کیئے ، زندگیاں گذاریں ، اور بچوں کی شادیاں کیں ، زندگی کا کارخانہ پورا چلایا اور سب کچھ کیا اور دنیا سے رخصت ہو گئے ۔

میں معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ پوری زندگی میں ایک مرتبہ قرآن ناظرہ یعنی دیکھ کر ختم نہیں کیا ، آپ میرے ساتھ میری ان باتوں میں گواہ بن جائیے کہ پوری زندگی میں زبانی نہیں دیکھ کر ایک مرتبہ بھی قرآن قرآن مجید مکمل نہیں کیا جب یہ حال ہے تو بتائیے مسلمان کیسے ترقی کریں گے ۔ ۔ ۔ ۔ (بقیہ صفحہ: ۲۵۷ پر)

عظمت اولیاء کرام

اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا مختصر مبارک تذکرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

ولایت کا مفہوم

کائنات اللہ کی ہے، اور ہم اللہ کی مخلوق ہیں، ہمارا ہر طرح کا نفع ونقصان اللہ رب العزت سے وابستہ ہے، اور ہماری کامیابی کا مدار اسی پر ہے کہ ہم اللہ کو اپنا ولی بنائیں، دنیا وآخرت میں وہی کامیاب ہوسکتا ہے جس کا ولی اللہ ہو، جس کا ولی اللہ نہ ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی اس کائنات میں کوئی ایسا ہے کہ اگر اس کا ولی اللہ نہ ہوتو کوئی اور اس کا ولی وناصر بن سکے، انسان کی کامیابی کی واحد سبیل یہ ہے کہ وہ اللہ کو اپنا ولی بنائے۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بناتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بندہ کو بھی اپنا ولی بناتے ہیں، لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ بندہ ایمان والا ہوتو اللہ تعالیٰ اس کو اپنا ولی بنالیتے ہیں، ایمان کا ایک درجہ تو وہ ہے جس میں کوئی شخص شرک وکفر سے نکل کر توحید اور ایمان کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے، لیکن وہ حقیقی ایمان جس پر اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں دنیا وآخرت کے فضائل اور بشارتیں دی گئی ہیں وہ اس ایمان کے لئے ہے جو عملِ صالح سے جڑا ہوا ہو، جس میں احکامِ الٰہیہ کی مکمل پابجائی ہو اور منہیاتِ شریعت سے سے کلی طور پر اجتناب ہو، اگر کبھی بر بنائے طبع بشری کوئی حکم چھوٹ جائے یا کسی نہی کا ارتکاب ہوجائے تو اس پر فوراً تنبہ ہوکر استغفار اور توبہ کا اہتمام ہو، یہی تقویٰ درحقیقت اللہ کے ولی ہونے کا پہلا معیار ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾ (سورۂ یونس) اس آیت میں صاف ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو خوف اور غموں سے

پاک زندگی عطا فرمائے گا، ساتھ ہی اولیا اللہ کون ہیں؟ اس کو بھی واضح کر دیا کہ جو ایمان لائیں اور تقویٰ کی زندگی گذاریں وہ اولیاء اللہ ہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی بشارت ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ سچا ہے؛ جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔

اس سے آگے ولایت کے متعدد درجات ہیں، جس میں ترقی کرتے کرتے اللہ کے ولی اس مرحلہ کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی نظر غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ رب العزت پر مرتکز ہو جاتی ہے، اور ہر امر میں توجہ مکمل طور پر غیر اللہ سے ہٹ کر صرف اللہ رب العزت کی مرضی پر مرتکز ہو جاتی ہے، گو اللہ کے ولی اس دنیا میں جیتے ہیں ، یہی دنیا برتتے ہیں؛ لیکن ہر کام میں ان کی غرض صرف اللہ کی مرضیات کو اختیار کرنا ہوتا ہے۔

حدیثِ قدسی میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھے اس سے میرا اعلان جنگ ہے، اور فرمایا کہ: بندہ جس ذریعہ سے مجھ سے زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کرتا ہے، اس میں میرا سب سے زیادہ ذریعہ وہ باتیں ہیں جن کو میں نے اس پر فرض قرار دیا ہے (یہی چیز تقویٰ کی بنیاد ہے یعنی فرائض کا اہتمام ، اسی طرح منہیات سے اجتناب بھی خود فرائض کا حصہ ہیں) اور اس کے بعد بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ، اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو وہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے تو میں اُسے وہ چیز ضرور دیتا ہوں، اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اُسے ضرور اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں ، اور جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس میں کسی میں مجھے تردد نہیں ہوتا سوائے اس عمل کے کہ مومن کی جان نکالوں ، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور جو چیز اُسے بری لگتی ہے وہ مجھے ناپسند ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

یہ حدیث اللہ کے اولیاء کی شان میں ایسی غیر معمولی ہے کہ اس سے اللہ کے یہاں اُن کے غیر معمولی مقامِ عالی کا اندازہ ہوتا ہے، اس حدیث کے دیگر اجزا پر ہم بعد میں بات کریں گے البتہ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ بندہ مومن کا اہتمامِ فرائض اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور یہی ''اتباعِ شریعت'' ولایت کی بنیاد ہے، اگر اتباعِ شریعت نہیں ہے تو کوئی ولایت نہیں ہے، ہاں ولایت کے اس بنیادی مقام کے بعد بندہ نوافل کے اہتمام سے اللہ کا تقرب حاصل کرتا جاتا ہے اور اس مقام تک پہنچتا ہے جس کا ذکر اوپر حدیث میں ہوا۔

ویسے تو تمام متقی مومنین اولیاء اللہ ہیں ، البتہ اللہ کے وہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ کی اس محبوبیت کا مقام

حاصل ہوتا ہے جس کو حدیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے عرف عام میں انہوں کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے، درحقیقت ان کے لئے اصل تعبیر محبوبینِ الٰہی ہونی چاہیئے۔

اولیاءاللہ کی بنیادی تعلیم

اولیاءاللہ کی بنیادی تعلیم وہی ہے جو انبیاء کی ہوتی ہے، اولیاء اللہ مکمل طور پر انبیاء کے مزاج میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے پاس وحی نہیں آتی بلکہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی میں اُنہی کے مقصد ومشن کو لے کر چلتے ہیں، یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنا، خاتم النبیین محمد الامین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں بھی اولیاء کرام کی یہی تعلیم رہی ہے، انبیاء کے بعد اولیاء اللہ کا سب سے اعلیٰ ترین گروہ صحابہ کرامؓ کا ہے، اور ان میں بھی درجات ہیں، مثلاً فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کرنے والوں کا مقام فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں سے اونچا ہے، اور اسی طرح بیعتِ رضوان کے شرکاء کا مقام اس میں شرکت نہ کرنے والوں سے بلند ہے، اسی طرح بدریین کا مقام غیر بدریین سے بلند تر ہے، اور ان میں بھی مہاجرین وانصار کے سابقین اولین بلند تر ہیں، اور ان میں عشرہ مبشرہ، اور عشرہ مبشرہ میں خلفاء اربعہ سب سے بلند تر ہیں، اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک خلفاء اربعہ میں بھی ان کی ترتیبِ خلافت کے لحاظ سے افضلیت بھی ہے، شیخین ثقلین سے افضل ہیں اور شیخین میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے افضل ہیں، غرض یہ گروہ صحابہؓ انبیاء کے بعد تمام اولیاء میں سب سے بلند تر مقام پر فائز ہے۔

صحابہؓ کی افضلیت مسلم ہے کیوں کہ ان کی افضلیت قطعی نصوص سے ثابت ہے، اسی طرح صحابہؓ کے بعد خیر القرون کی افضلیت بھی مسلم ہے کیوں کہ وہ بھی منصوص ہے، البتہ صحابہؓ کے بعد شخصی افضلیت کے دعوے نہیں کئے جاتے کیوں کہ وہ منصوص نہیں ہیں، افضلیت اور درجات ومقامات تو حشر میں کُھلیں گے لیکن اللہ کے تمام اولیاء کرام کی توقیر لازم ہے، کیوں کہ سبھی اللہ کے ولی ہیں اور سبھی نے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کا کام کیا ہے۔

تمام اولیاء کی متفقہ تعلیم اتباعِ شریعت ہے، ان کی ذاتی زندگی جس خوبی سے متصف رہتی ہے وہ پیغمبر ﷺ کی امت کو بھی اسی بات کی تعلیم دیتے ہیں یعنی اتباعِ شریعت، کوئی ولی ایسے نہیں گذرے ہیں جنہوں نے کہا ہو: کونوا عبادا لی من دون اللہ۔ کسی نے اتباعِ شریعت سے ہٹ کر کسی چیز کی تعلیم نہیں دی، بلکہ سبھی نے کہا: ولکن کونوا ربانیین یعنی اللہ والے بنو، بندوں کے نہیں، رب کے بنو، اور یہی ان کی ولایت کی کسوٹی شمار ہوتی ہے، اگر کوئی خود اتباعِ شریعت سے انحراف کرے یا اپنی تعلیمات میں اتباعِ شریعت سے

آزادی کی بات کرے تو وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے یہاں ولی ہی شمار نہیں ہوتا۔

ولایت کی دوسری اہم ترین علامت اتباعِ سنت ہے، اسی طرح اولیاء نے خلق خدا کو اپنی تعلیمات میں اتباعِ سنت پر زور دیا ہے، تمام اولیاء کرام کا یہی حال رہا ہے، ولایت بجز اتباعِ سنت کے کچھ نہیں، اتباعِ شریعت ایک قانونی اور ضابطہ کا عنوان ہے، جس سے ہم بھٹکنے سے بچتے ہیں اور وہ بہت ضروری ہے لیکن اس کا حقیقی مصداق اتباعِ سنت ہے، جب تک سنت نبوی کی پیروی نہیں ہوگی خود اتباعِ شریعت ممکن نہیں ہے، چناں چہ تمام اولیاء کرام کی تعلیم کا ماحصل اتباعِ سنت رہا ہے، مرادِ الٰہی کو سمجھنے اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کا واحد معتمد ترین راستہ سنت ہے، اسی کی پیروی سے انسان ہدایت کے رستہ پر لگتا ہے اور بالآخر رضاءِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔

اولیاء کرام کی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ یہی ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق بندہ فرائض کا اہتمام کر کے اللہ کا تقرب اور تقویٰ اور ولایت کا بنیادی درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں کے ارتکاب کرنے سے بچنے کی کوشش کرے، اور اس کے بعد نوافل کے مجاہدات کے ذریعہ اس ولایت کے درجات میں اضافہ کرتا جائے اور اللہ کا محبوب اور پسندیدہ بندہ بننے کی کوشش کرے، محبوبیت کا یہ مقام بندہ کے لئے اعلیٰ ترین سعادت کا مقام ہے، جو اتباعِ شریعت اور اتباعِ سنت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، اور جو جو اتباعِ شریعت اور اتباعِ سنت کا اہتمام کرتا ہے (بشرطیکہ اتباعِ شریعت میں فرائض دینی کا جامع تصور اس کے سامنے واضح ہو) ان سب کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ اور ردِّ بدعات

اولیاء کرام سنت نبوی پر جتنا زور دیتے ہیں اسی کا سلبی پہلو ردِّ بدعت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعات اور احداث فی الدین سے سختی سے منع کیا ہے، کیوں کہ بدعات اور احداث فی الدین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے علیحدہ ایک طریقہ ہوتا ہے، جو ہدایت کا نہیں بلکہ گمراہی کا راستہ ہوتا ہے، اسی لئے تمام اولیاء کرام کی تعلیمات میں بدعات پر سختی سے نکیر ہوتی ہے، اس کے لئے مثلاً خود حضرت عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتابیں کھلی شاہد ودلیل ہیں، ہائے افسوس کہ جس طرح انبیاء جو توحید کے سب سے بڑے علم بردار ہوتے ہیں اس کے باوجود اُنہی کی قوم خود انبیاء کرام کو شرک کا نشان بنادیتی ہے، اسی طرح ماحی بدعت حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے نام پر ہی ان کے نام نہاد پیروکاروں نے بدعات وخرافات کا ایک طومار کھڑا کر دیا ہے حالاں کہ ان بدعات اور خرافات سے خود حضرت شیخؒ کو کوئی تعلق نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ خود ان بدعات کے شدت سے مخالف تھے، اور

سنتِ نبوی کی پیروی اور اتباعِ سنت کے بہت بڑے داعی ہیں۔

اولیاء کرام کے یہاں حبِّ الٰہی وحب رسول کا مقام

اتباع شریعت وسنت کے ساتھ اولیاء کرام کا ایک خصوصی امتیاز ''حبِّ الٰہی اور حبِّ رسول'' بھی ہے، حب الٰہی میں وہ قرآن مجید کے ارشاد مبارک: وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ:۱۶۵) کا مصداق تھے یعنی حقیقی مومنین اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں، بلکہ ان کی محبت تمام محبت کے موقعوں میں سب سے زیادہ اللہ کے لئے ہوتی ہے، جیسا کہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کے الفاظ سے واضح ہے، چناں چہ اولیاء اللہ کا مقام یہ ہوتا ہے کہ ان کی ساری دلچسپیاں صرف ذاتِ الٰہی میں محصور ہوتی ہیں، دنیا سے بھی ان کا رابطہ رہتا ہے، نفس کے اور دیگر واجب حقوق بھی ادا کرتے ہیں تو اس میں بھی رضاءِ الٰہی کا پہلو غالب رہتا ہے۔

اور یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ وہ مقاصد کو ایک دوسرے سے ایسا مربوط کرتا ہے کہ وہ ایک وحدت بنے ہوتے ہیں، حبِ الٰہی اور اتباعِ رسول دونوں لازم وملزوم ہیں، چناں چہ باری تعالیٰ نے مدعیانِ حبِّ الٰہی کے لئے صاف فرمایا: ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی'' اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی) پیروی کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے خود اللہ کی محبوبیت کا مقام حاصل ہوگا، جیسا کہ اوپر حدیث مبارکہ میں واقع ہوا ہے فاذآ اَحبَبتُه کہ بندہ فرائض کے اہتمام کے بعد نوافل کے اہتمام سے محبوبیت کے مقام کو حاصل کرتا ہے، یہاں آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ درحقیقت اتباعِ سنت کے ذریعہ ہی ممکن ہے، یعنی پھر: یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ واللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اللہ کی محبوبیت کا مقام بھی حاصل ہوگا، اور کسی لغزش اور کوتاہی پر جو بر بناءِ طبع بشری ہوجائے تو اتباعِ سنت کے طفیل میں اس کی مغفرت کا بھی مژدہ سنایا گیا ہے۔

جس طرح اتباع شریعت کا عملی مصداق اتباع سنت کے بغیر ممکن نہیں ہے، اسی طرح حب الٰہی کا عملی پہلو حبِ رسول کے بغیر ممکن نہیں ہے، اللہ کی محبت کے تقاضے پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسول سے بھی محبت ہو، اور یہ لفظ ''بھی'' حبِ الٰہی کے مقابلہ میں یہاں صرف افہام وتفہیم کے لئے ہے ورنہ حب رسول کے بارے حدیث کی صراحت کے مطابق تمام دنیاوی یعنی شخصی اور مادی ہر طرح کے تعلقات سے اوپر ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر ایمان حقیقی یا کمالِ ایمان کا مرتبہ ہی حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین (صحیح مسلم) یعنی کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے

نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد بلکہ پوری انسانیت سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اولیاء کرام کی زندگی اسی حدیث کا مصداق ہوتی ہے کیوں کہ ان کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی تمام محبتوں پر غالب ہوا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ دین کے تقاضوں پر حب رسول کے اسی مقام کی وجہ سے بہت سے موقعوں پر والدین، اولاد اور دنیا کے دیگر تعلقات کو کوئی خاطر میں نہیں لاتے، جس پر عوام اپنی حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتی ہے جب کہ اگر ان کو اس کی وجہ کا اندازہ ہو جاتا تو یہ حیرت بھی نہیں ہوتی، وہ وجہ یہی ہے یعنی اولیاء کرام کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا کے تمام تعلقات پر غالب ہوتی ہے۔

اولیاء کرام کے یہاں ایمان وتقویٰ کا اصل مقام یہی ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سب سے غالب ہو، جیسا کہ خود حدیث میں آیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ زندگی میں نہ ہو تو انسان ایمان کی حلاوت اور چاشنی محسوس ہی نہیں کر سکتا ان میں سب سے پہلی چیز: ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما۔ اللہ اور اس کا رسول ان دونوں کے علاوہ سب سے محبوب ہو، اولیاء کرام درحقیقت اسی کا مصداق ہوتے ہیں، اور دنیا کی تمام محبتوں اور ان کے تقاضوں کو ان دو محبتوں کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں سمجھتے۔

اولیاء کرام کا مقام ومرتبہ

اور اسی وجہ سے پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہوتا ہے جس کے بارے میں اوپر حدیث قدسی میں کہا گیا: من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب (صحیح بخاری) یعنی جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھے اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔

اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ: فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ، ویدہ التی یبطش بھا ورجلھا التی یمشی بھا (صحیح بخاری) یعنی جب میں اس سے محبت کرتا ہوں وہ اِس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جن سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے، اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ یعنی حدیث مبارکہ کے مطابق پھر اللہ کے ولی ہدایت یاب ہو جاتے ہیں اور انہیں حکمت کو پالینے کا مقام حاصل ہو جاتا ہے جس کے بعد وہ اس ہدایت اور حکمت کے ذریعہ اسی راہ کو چنتے ہیں جو انہیں صرف اللہ کی مرضیات کی جانب لی جاتی ہے، اور اللہ کی نامرضیات سے بچاتی ہے۔

اورفرمایا گیا: وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه (صحیح بخاری) یعنی اگروہ مجھ سے کوئی چیز مانگیں تو میں اُسے وہ چیز ضرور دیتا ہوں، اگروہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اُسے ضرور اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔یعنی حدیث کے مطابق ان کو پھر مستجاب الدعوات ہونے کا مقام حاصل ہوجاتا ہے اور وہ ہر قسم کے شر سے اللہ کی پناہ میں آجاتے ہیں۔

اورحد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کرام کے مقام کے بارے میں فرمایا: وما ترددت عن شیئ انا فاعله ترددنی عن نفس المومن ،یکره الموت وانا اکره مسائته (صحیح بخاری) یعنی جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس میں کسی میں مجھے تردد نہیں ہوتا سوائے اس عمل کے کہ میں اپنے ولی کی جان نکالوں، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور جو چیز اسے بری لگتی ہے وہ مجھے ناپسند ہے،موت تو انبیاء کو بھی برحق ہے(الزمر: ۳۰)،اس لئے موت تو سب کو آنی ہے ہاں ان اولیاء کرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتیں تیار کررکھی ہیں، جہاں سب سے بڑا اعزاز انہیں اللہ کی رضا کے پروانہ کی شکل میں حاصل ہوگا۔

اللہ کے ولی کے مقام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: ان من عباد الله من لو اقسم علی الله لابره (صحیح بخاری) کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ کسی بات پر اللہ کے آگے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس قسم کو ویسے ہی پورا کرکے ان کی اس قسم کا احترام باقی رکھتے ہیں۔

اللہ کے یہاں اولیاءاللہ کا یہ مقام اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مومنین کے یہاں بھی اولیاءاللہ کا یہ احترام ملحوظ رہے، یہ صحیح ہے کہ ان کو ان کے مقام سے آگے بڑھا کر الوہیت میں شریک کرنا غلط اور بڑی بدبختی ہے،اور دین کے بالکل خلاف ہے،اسی طرح ان کو شانِ رسالت کے برابر کرکے معصوم سمجھنا بھی غلط ہے،لیکن ان کو ان کا مقام دینا ضروری ہے، کیوں کہ دین عدل وانصاف سکھاتا ہے،اور اولیاء کرام کے بارے میں عدل یہ ہے کہ ان کی توقیر واحترام ہو، اور ساتھ ہی ان کی مغفرت اور حسنات کے قبول ہونے اور درجات کی بلندی کے لئے دعائیں ہوں، اسی طرح ان کے طریقہ کی پیروی ہو،جس کے لئے ان کا ذکر خیر باقی رکھا جاتا ہے تاکہ لوگ ان کے طریقہ کو مشعل راہ بنائیں۔

کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ صرف انبیاء کا ذکر کافی ہے کیوں کہ ہم دین اسلام کے پیروکار ہیں اور ہماری ہدایت کا ذریعہ قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہیں اور قرآن مجید میں جہاں انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان کئے گئے ہیں وہیں صالحین کے قصے بھی بیان ہوئے ہیں،جس سے بنیادی غرض نصیحت کا حاصل کرنا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل وقابیل کا ذکر ہے،جن میں سے ایک ہابیل نے قتل ہونا گوارا کیا لیکن دوسرے

پر دست درازی سے گریز کیا تا کہ اللہ کی رضا حاصل ہو، حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا واقعہ قرآن نے بیان ہے ،اصحابِ کہف کا قصہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے، حضرت لقمان علیہ السلام کا قصہ، قرآن میں بیان ہوا ہے، ایسے ہی غیر انبیاء کے قصے احادیثِ مبارکہ میں بھی بیان ہوئے ہیں جیسے غار والوں کا قصہ ہے وغیرہ، ان سب سے غرض یہی ہوتی ہے کہ ان نیک اور صالح لوگوں کی سیرت اور اعمال سامنے آ کر عام لوگوں کو نصیحت حاصل ہو اور وہ بھی عمل کی جانب راغب ہوں۔

یہ صحیح ہے کہ ان کی عقیدت میں غلو نہ ہو، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ صالحین کی محبت وعقیدت میں غلو نہ ہو، اور یہ تعبیر خود اس بات کی متقاضی ہے کہ غلو نہ ہو ورنہ ضروری حق ضرور دیا جائے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضروری حق دینے سے گریز کرنا بھی غلط ہے، اولیاء کرام کا ضروری حق یہ ہے کہ ان کی توقیر اور احترام ہو، ان کے مقام میں گستاخی نہ ہو، ان کے دل کو نہ دکھایا جائے، اور ان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، اور ان کے کاموں میں رخنے اور رکاوٹیں نہ ڈالی جائیں، بے احترامی سے ان کا ذکر نہ کیا جائے، اور جو اولیاء کرام دنیا سے جا چکے ہیں ان کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال نہ ہوں، ورنہ یہ سب اولیاء کرام سے عداوت ودشمنی کو ظاہر کرنے والے امور ہیں جن سے حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے کہ جو شخص اللہ کے ولی سے دشمنی رکھتا ہے صحیح احادیث میں ان کے بارے میں سخت وعید آئی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب (صحیح بخاری) یعنی جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔ ظاہر ہے کس میں یہ جرأت ہے کہ وہ اللہ سے جنگ مول لے، اس لئے لازمی ہے کہ اولیاء کرام کی عداوت کے شائبہ سے بھی بچا جائے۔

کرامات اولیاء:

اولیاء کرام کی کرامات ثابت ہیں، اولیاء کرام کی کرامات ماننے سے کوئی شرک وبدعت کا ارتکاب نہیں ہوتا جیسا کہ بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ کرامات کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ کوئی بزرگ کائنات پر اس درجہ متصرف ہیں کہ وہ جہاں چاہیں جو چاہیں کر دیا کریں بلکہ کرامت کا عمل کسی بزرگ کے اعزاز واکرام میں اور ان کے کسی دینی یا دنیاوی کام میں مدد کے طور پر خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے، یعنی عام اسباب سے ہٹ کر کوئی خرق عادت جو کسی اللہ والے کے احترام میں پیش آئے اس کو کرامت کہتے ہیں، جس سے غرض اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس اللہ والے کا اعزاز واکرام مقصد ہوتا ہے، جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے بے موسم کا پھل مہیا ہونا وغیرہ، جس میں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کے ہاتھوں خرق

عادت شئ ظاہر ہوتی ہے، یا خرق عادت عمل ظاہر ہوتا ہے، اس میں بھی یقیناً فاعل مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہوتے ہیں، ہاں اس کا ظہور کسی اللہ کے ولی کے ہاتھوں ہوتا ہے، اہل سنت کے تمام ائمہ دین وعلماء متین کے یہاں یہ مسلمہ امر ہے، امام طحاوی ؒ فرماتے ہیں: ونومن بما جاء من كراماتهم وصح عن الثقات من رواياتهم (العقیدۃ الطحاویہ) یعنی اولیاء کی کرامات پر ہم یقین رکھتے ہیں، اور ثقہ روایتوں سے جو کرامات اولیاء ثابت ہیں ان کو صحیح مانتے ہیں۔ اور امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں: ومن اصول اهل السنة: التصديق بكرامات الاولياء (العقیدۃ الواسطیہ) یعنی کرامات اولیاء کی تصدیق اہل سنت کے اصولوں میں سے ہے۔ البتہ اولیاء کرام میں جنید بغدادی کا جو مقام ہے وہ تو ظاہر ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ خرق عادت امور کا ظہور بڑی کرامت نہیں ہے بلکہ اتباع سنت پر استقامت اس سے بھی بڑی کرامت ہے، جس کو یہ حاصل ہو جائے اس سے بڑی کرامت کوئی نہیں ہے، جیسا کہ ابن أبي العز نے کہا ہے: فسبيل الصادق مطالبة النفس بالاستقامة، فهي كل الكرامة، اور یہی تمام محقق اولیاء کرام سے منقول امر ہے ان ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

صادقین کی صحبت:

یہ اولیاء کرام کا حق بھی ہے اور خود مؤمنین کی ضرورت اور ان کے ایمان کا تقاضہ بھی ہے کہ وہ تقویٰ کی روش اختیار کرنے کے ساتھ سچے مؤمنین اور صادقین کی معیت اختیار کریں، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ) کیوں کہ محض علم سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اصلاح کے لئے صالحین کی صحبت ضروری ہوتی ہے، یہ سنت اللہ ہے، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد بعثت میں تلاوت آیات، اور تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ ایک اہم مقصد تزکیہ نفوس بھی بیان کیا گیا ہے، اولیاء کرام اسی کام کو انجام دیتے ہیں، اور نصوص اور تجربہ دونوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تزکیہ کے لئے علم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے، اتباع شریعت اور اتباع سنت کی حقیقی تربیت صالحین کے ذریعہ ہوتی ہے، اس لئے صالحین اور ان اولیاء کرام کی صحبت اور معیت حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ اولیاء اللہ کے کے ذکر کے اہتمام کے لئے جلسے اور محافل اسی ضرورت پر متوجہ کرانے کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں، جس میں بنیادی غرض یہ ہوتی ہے کہ اتباع شریعت اور اتباع سنت اور تربیت وتزکیہ کی منصوص اور قابل اعتماد راہ کی جانب سالکین وطالبین کو متوجہ کر دیا جائے، بعض وجوہات کی بنا پر دین کے اس تقاضہ سے ہماری توجہات ہٹی ہوئی ہیں لیکن یہ ہماری سخت ضرورت ہے، جیسے ہمارے درمیان بہت سارے دینی تقاضوں کے بارے میں غلط فہمیاں عام کی گئیں ہیں؛

لیکن ہم اُن کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ ان کی اصلاح کر کے دینی صحیح شکل میں ان کو قبول کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی دین کا اہم ترین تقاضہ ہے اس سے اتباع شریعت واتباع سنت اور تربیت وتزکیہ نفوس کی برکات حاصل ہوتی ہیں اس لئے اس تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے بھی توجہ دینے کی شدید ضرورت ہے۔

اولیاء کرام سے متعلق اس مختصر تذکرہ کے بعد مناسب سمجھا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مشہور ومعروف بزرگ اور ولی حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ جو تمام اولیاء کرام میں ممتاز ونمایاں مقام رکھتے ہیں، جن کو تکوینی نظام کے تحت ہندوستان بھیجا گیا تھا اور جنہوں نے ہندوستان میں توحید وایمان کی غیر معمولی خدمات انجام دیں، ہزاروں نہیں لاکھوں بندگان خدا کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت مقام بنایا، جنہوں نے ہندوستان میں توحید کا چراغ روشن کیا، جن کا روحانی فیض واسطہ در واسطہ آج بھی ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم میں جاری وساری ہے، ایسے عظیم ولی کا مختصر ذکر اور ان کی کرامتوں کا اجمالی تذکرہ اس مختصر مضمون میں شامل کیا جائے، اس لئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ سے منسوب کتاب مجالس حکیم الاسلام سے اقتباس نقل کر کے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کا ذکر کیا جارہا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا مختصر مبارک تذکرہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور عاشق الٰہی بھی تھے، عشق رسول میں مست رہتے تھے، انہوں نے یہی سوچا کہ ساری زندگی اپنے معشوق کے دیار ''مدینہ منورہ'' میں گذر جائے تو بہتر ہے، دیارِ حبیب، بلد رسول ہی میں بقیہ زندگی گذرے، اور وہیں موت آئے، اور اسی سرزمین میں دفن ہو جائیں، اور حشر کے دن وہیں سے اٹھائے جائیں، اس خیال وارادہ سے انہوں نے اپنا وطن چھوڑا اور مدینہ پاک تشریف لے گئے؛ لیکن ان سے تبلیغ اسلام کی ایک انقلابی خدمت لینی تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں ان کو ہندوستان جانے کا حکم فرمایا اور ان کے شیخ عثمانی ہارونی کو بھی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی حکم فرمایا کہ ان کو ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجو، چنانچہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ مدینۃ الرسول چھوڑ کر نکل پڑے اور لاہور ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے، تقریباً بارہ سال تک مہرولی میں قیام پذیر رہے، ایک چھوٹی سی مسجد میں جس کو مسجد اولیاء کہا جاتا ہے اس کو ریاضت اور مجاہدہ کے لئے منتخب فرمایا، اور قطب الدین بختیار کاکیؒ اور بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور سلطان التمشؒ جیسے خدا جانے کتنے داعی اسلام پیدا فرما کر خود بحکمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجمیر تشریف لے گئے، ایک ایسا علاقہ تبلیغ اسلام کے لئے آپ کو دیا گیا کہ نہ تو آپ ان کی

زبان سمجھیں اور نہ وہ لوگ آپ کی زبان سمجھیں، پھر آپ کے مقابل میں پرتھوری راج جیسا متعصب اور دشمن اسلام راجہ اور اس کی سازشوں کا سامنا، اس کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے سب سے بڑے جادوگر جے پال جوگی سے مقابلہ ہوا، یہ جے پال جوگی بڑا خطرناک جادوگر تھا، پہاڑوں پر نگاہ ڈالتا تو بڑی بڑی چٹان اڑنے لگتی تھی ، اگر نگاہ کو تیز کر دیتا تو پہاڑ میں بھی آگ لگ جاتی تھی ،صرف ایک فقیر اور ان کا ایک خادم ان لوگوں کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن جب خدا اور اس کے رسول اللہ کی اتباع کے ساتھ اگر کوئی دین کا داعی بن کر چلتا ہے تو قدم قدم پر خدا کی طرف سے نصرت اور مدد اترتی ہے۔اور ہر ہر قدم پر کامیابی اس کے قدموں کو چومتی ہے چنانچہ وہ پہاڑ جیسی چٹان جوان کے سامنے حائل تھی وہ ٹلتی گئی۔

حضرت خواجہ اجمیریؒ کی ولایت و کرامت

داعی اسلام حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ اجمیر پہونچ کر انا ساگر پر تشریف لے گئے اور ایک کنارے پر چٹائی بچھا کر ذکر اللہ میں مصروف ہو گئے ، وہاں کے سادھوؤں نے بہت ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں ہٹے یہاں تک کہ یہ بات پرتھوی راج تک پہونچی اس نے زبردستی اپنی طاقت سے ہٹانے کی کوشش کی ; مگر وہ جمے رہے، اب حضرت خواجہ صاحب کی کرامت دیکھئے کہ انہوں نے خادم کو حکم دیا کہ جاؤ ساگر سے ایک لوٹا پانی بھر لاؤ حضرت خواجہ صاحبؒ کی کرامت تھی کہ سارا پانی سمٹ کر لوٹے کے اندر آ گیا، پورا ساگر خالی ہو گیا، خشک ہو گیا، ساگر خالی ہو جانے کی وجہ سے اجمیر کے انسانوں اور وہاں کے جانوروں کو بہت پریشانی ہوئی، سب لوگ جمع ہوئے اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی منت و سماجت کرنے لگے، اور بڑی بڑی سفارشیں ہونے لگیں جس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے پانی واپس کیا، خادم سے کہا کہ جاؤ یہ لوٹے کا پانی ساگر میں ڈال دو ، پانی واپس کر دیا گیا، ساگر پہلے کی طرح بہنے لگا، پورے علاقہ میں شہرت ہوگئی کہ اجمیر میں ایک فقیر آیا ہوا ہے وہ انا ساگر کے پاس چٹائی بچھا کر بیٹھا ہوا ہے، اس فقیر نے ساگر کا سارا پانی ایک لوٹے میں بھر لیا، اور بڑی سفارش کے بعد واپس کیا۔

اب لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آ رہے ہیں، ان کو دیکھ کر متأثر ہو رہے ہیں ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بیٹھتی جا رہی ہے چاروں طرف ان کی شہرت بڑھتی جا رہی ہے، ادھر جے پال جوگی اور پرتھوی راج سخت برہم ہیں، اور ان کو وہاں سے ہٹانے کے لئے مختلف کوششیں و سازشیں کر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کی دوسری کرامت

بالآخر پرتھوی راج نے جے پال کو حکم دیا کہ جس طرح ہو سکے اس فقیر کا مقابلہ کرو اور یہاں سے فوراً ہٹادو، اور بہت دور لے جا کر بٹھادو، جے پال جوگی ان کے پیچھے پڑ گیا اور مختلف طریقوں سے ہٹانے کی کوشش کی مگر اس کی کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوئی، اس نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کی اور ان کو غور سے دیکھا وہ محسوس کرر ہا تھا کہ یہ فقیر کوئی جادوگر نہیں ہے، اگر یہ جادوگر ہوتا تو میرے سامنے جم نہیں سکتا تھا، یہ تو کوئی پہونچا ہوا ولی معلوم ہوتا ہے، اس لئے اب ان کے سامنے ہم کو اپنی گردن جھکا دینی چاہئے چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا، اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی غلامی میں اپنے آپ کو پیش کردیا یہ خواجہ صاحبؒ کی دوسری کرامت تھی، اس وقت وہاں جے پال جوگی کو ماننے والا ایک بہت بڑا حلقہ تھا جب ان لوگوں نے دیکھا ہمارے سب سے بڑے جوگی اور سادھو نے جس دھرم کو حضرت خواجہ صاحبؒ لے کر آئے ہیں اس کو قبول کرلیا تو ہمیں بھی ان کے سامنے جھک جانا چاہئے، اور وہ بھی مسلمان ہو گئے مگر پرتھوی راج کے خوف سے کھل سامنے نہیں آرہے تھے۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کی دوسری کرامت

پرتھوی راج کے مقدر میں ہدایت نہیں تھی، وہ اپنی طاقت اور زور سے حضرت خواجہ صاحبؒ کو ہٹانے اور بھگانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا مگر وہ ایک جنگ میں مارا گیا، اب لوگوں کا راستہ صاف ہو گیا، لوگ اِدھر اُدھر سے آتے گئے اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے دست مبارک پر اسلام قبول کرتے گئے، اسی طرح اور بہت سی کرامتیں ان سے صادر ہوتی رہتی تھیں۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کی دعوت اور اس کے ثمرات و برکات

مسٹر کانیل یورپین مؤرخ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی دعوت اسلام سے ننانوے لاکھ غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے، چونکہ عیسائی مبلغین ہمیشہ اس پر غور کرتے تھے کہ ہندوستان میں تو صرف ہندو قوم بستی تھی اور یہ بھی پکے مشرک اور بت پرست پر اتنے مسلمان کہاں سے آئے، انہوں نے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان کا مسلمان کہیں باہر سے نہیں آیا ہے بلکہ یہ ہندوستان ہی کے باشندے ہیں، حضرت خواجہ صاحبؒ کی تبلیغ پر یہ لوگ مسلمان ہوئے ہیں، تحقیق کے بعد انگریز بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کی اس دعوتی کرامت کے قائل ہو گئے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی دعوت سے ننانوے لاکھ انسان جو دوزخ میں جانے والے تھے وہ جنتی ہو گئے مگر آج بیس کروڑ

مسلمان ایک غیر مسلم کو بھی دوزخ سے بچا کر جنت کی طرف نہیں لے جا رہے ہیں کیونکہ آج کل نبی ﷺ کے اس پیغام کی دعوت کا جذبہ لوگوں کے دلوں سے نکل چکا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ کی فکر اور تحریک سے ہماری غفلت

اب مسلمانوں کے اندر بھی دعوت کے بجائے دولت سما گئی ہے، جس کام کو لے کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے، جس کو صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد اولیاء امت نے بڑی ذمہ داری سے اس تحریک کو چلایا تھا مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس کو تقریباً چھوڑ دیا ہے۔

آج حضرت خواجہ اجمیریؒ کی دعوتی فکر اور تحریک کے بجائے ان کے مزار مبارک سے دنیا اور دولت کمائی جا رہی ہے، اور جو دربار ہدایت وایمان کا مرکز تھا جس سے گمراہوں کو راہ جنت ملتی تھی آج وہ شرک وبدعت کا مرکز بنا ہوا ہے! کل قیامت کے دن یہ لوگ خواجہ غریب نواز کو کیا جواب دیں گے اگر حضرت کے مزار کو تبلیغ اسلام کا مرکز بناتے اور خواجہ صاحبؒ کا نمونہ بن کر غیر اقوام کو دکھاتے اور حکمت عملی سے ایمان کی دعوت دیتے تو ان کی غلامی کا شرف بھی مل جاتا اور گمراہ لوگوں کو جنت اور ہدایت بھی مل جاتی۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم غلامان خواجہ ہیں مگر ان کے اعمال دشمنان خواجہ جیسے ہیں، خواجہ کا غلام کہلانے کا وہی شخص حقدار ہے جو ان کی تنظیم یعنی دعوت الی اللہ کی فکر اور تحریک کو چلائے اور ان کا نمونہ بن کر اقوام عالم کے سامنے پیش ہو مگر آج کل یہ نہیں ہو رہا ہے، آج کل ہر شخص اپنی تنظیم کو چلانے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسلمان حضرت خواجہ صاحبؒ کے دعوتی مشن کو اپنائیں اور محبتوں کے ساتھ بندگان خدا کو خدا تک پہنچانے کی مخلصانہ وحکیمانہ فکر کریں۔

خواتین کی مسجد میں شرکت اوران کی امامت کا مسئلہ

نماز خواہ فرض ہو یا نفل، سنت ہو یا تراویح عورتوں کے لئے افضل اور بہتر یہی ہے کہ اکیلے اپنے گھروں میں ہی ادا کرلیا کریں جماعت کی فکراوراس کے اہتمام میں نہ پڑیں، مسجد کی حاضری اور جماعت کی پابندی کی فضیلت صرف مردوں کے لئے ہی ہے، عورتوں کے لئے نہیں، عورتوں کو اپنے اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھنا ہی زیادہ افضل اور بہتر ہے، عورتوں کے لئے گھر میں بھی ان کی اپنی جماعت مناسب وپسندیدہ نہیں ہے۔

چناں چہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ عورتیں اپنی نمازیں گھروں میں ہی اکیلے اکیلے پڑھا کریں جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونا مناسب نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے۔

ایک تواس وجہ سے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی نماز ان کے گھر میں ہی زیادہ بہتر ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے حالات اب جیسے ہوگئے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواس کی اطلاع ہوتی تو وہ اپنے زمانے میں بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔

تیسرے اس وجہ سے بھی کہ عورتوں کے انہی حالات کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے تمام صحابہؓ کے اتفاق سے نماز کے لئے عورتوں کو مسجد آنے سے روک دیا۔

عورتوں کی امامت عورتوں کے لئے

عورتوں کی اپنی جماعت جس میں عورت بھی امامت کرے مکروہِ تحریمی ہے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے لا تؤم المرأة کہ عورت امامت نہ کرے اس روایت میں عورت کوامامت سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لا خیر فی جماعت النساء الا فی۔۔۔۔۔الخ

حضرت عائشہؓ سے امامت ثابت ہے اس کے باوجود انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد نقل کیا ہے کہ تنہا

عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں ہے، اس لئے فقہاء کرام نے صاف لکھا ہے۔

ویکرہ للنساء ان یصلین وحدھن الجماعۃ لانہا لا تخلو عن محرم وھو قیام الامام وسط الصف فیکرہ کالعراۃ فان فعلن قامت الامام وسطھن (ھدایہ: ۱/ ۱۲۳، قدوری ۱/ ۲۹، شامی، عالمگیری)

یہ قدیم فقہاء و مفتیان کرام کی تصریحات ہیں، دورِ جدید کے فقہاء و مفتیان عظام کے فتاویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے

(۱) فقیہ العصر مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری ؒ نے فرمایا: عورتوں کو چاہیئے کہ نماز پنجگانہ اور نمازِ تراویح منفرداً تنہا تنہا پڑھیں۔ عورتوں کے لئے جماعت مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ تراویح ہو۔ مالا بدمنہ میں ہے جماعتِ زناں تنہا نزد امام ابوحنیفہ مکروہ ست یعنی عورتوں کی جماعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہِ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ۴/ ۳۹۴)

(۲) فقیہ اعظم مفتی اعظم حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ایک حافظہ خاتون کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپ کو امام بن کر جماعت کرانا اور تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چاہیے۔ خود تراویح میں یا نوافل میں جتنا چاہیں پڑھا کریں۔ یا بغیر نماز کسی نابالغ حافظ (یا بالغ محرم) کو سنا دیا کریں، عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔ فرض میں بھی وتر میں بھی اور تراویح میں بھی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۳/ ۷۵)

(۳) مایہ ناز محقق اور مشہور مفتی حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ عورت، عورت کی امام بن سکتی ہے مگر عوتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح (۱/ ۵۲۹، درمختار، بحوالہ احسن الفتاویٰ، ۳/ ۳۱۳)

مولانا زوار حسین مجددی نقشبندی نے کتاب ''عمدۃ الفقہ'' میں لکھا ہے کہ:

(۴) عورت کو عورتوں کا امام بنا کل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے۔

پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں تو جو عورت امام ہو وہ درمیان میں کھڑی ہو لیکن اس کے درمیان میں کھڑی ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن وہ گنہگار ہوگی پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہے اور اس میں آگے کھڑے ہونے سے کم کراہت ہے۔ عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے اور اس زمانے میں مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا بھی مکروہ ہے۔ (عمدہ الفقہ: ۲/ ۱۸۶)

پس قدیم وجدید تمام فقہاء کی تصریحات کے مطابق عورتوں کے لئے جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اس طرح

کہ امام عورت ہو اور مقتدی بھی عورتیں ہوں ۔ فقہاء نے کراہت میں ننگوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے ۔ ’’کالعراۃ‘‘ فرمایا ہے، یعنی اگر کہیں چند لوگ ننگے جمع ہوں (یعنی جن کے پاس ستر پوشی کے بقدر بھی کپڑا میسر نہ ہو) اور جماعت سے نماز پڑھنا چاہیں تو اُنھیں جماعت کی اجازت نہیں ہے۔ ان کو تنہا تنہا پڑھ لینا چاہیئے لیکن مسئلہ کے خلاف کر کے جماعت ہی سے پڑھنے لگیں تو مکروہ تحریمی ہوگا۔ اس صورت میں امام کو چاہیئے کہ وہ آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں بلکہ درمیان صف ہی کھڑا ہو جائے کیوں کہ آگے کھڑے ہونے میں مقتدیوں کو امام صاحب کے سارے اعضاء نظر آئیں گے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی بہتر اور افضل یہی ہے کہ اپنی ہر نماز تنہا اور علاحدہ پڑھے، لیکن اگر مسئلہ کے خلاف کر کے خواتین اپنی تنہا جماعت کرنا ہی چاہیں تو امام خاتون کو درمیان صف میں کھڑا ہونا چاہیئے، مردوں کی طرح آگے نکل کر نہیں کھڑے ہونا چاہیئے ۔ حضرت عائشہؓ نے اس طرح درمیان صف کھڑے ہو کر امامت فرمائی تھی لیکن معمولاً و متواتراً عورتوں کی جماعت اور حضرت عائشہؓ کی امامت ثابت نہیں ہے۔ اور حضرت ام ورقہؓ نے بھی عورتوں کی امامت فرمائی ہے وہ بھی گاہے گاہے معمولاً و متوتراً نہیں اس لئے ھدایہ کے حاشیے پر لکھا ہے کہ یہ عمل یعنی عورت کی امامت کا جواز منسوخ ہو گیا ہے۔

لہذا حضرت عائشہؓ اور ام ورقہؓ کے اس عمل کو لے کر عورتوں کے لئے جماعت کا اہتمام اور التزام نہیں کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جماعت بنانے کی صورت میں عورت امام کی جگہ جو بتلائی گئی ہے (صف ہی میں کھڑی ہو) اس سے بھی خواتین کی جماعت کے اہتمام پر استدلال درست نہیں ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ حدیث میں طلاق دینے کو بہت ہی مکروہ اور مبغوض و ناپسند بتایا گیا ہے اور اس سے روکا اور منع بھی کیا گیا ہے لیکن اگر طلاق دینا ضروری ہو جائے تو اس کا طریقہ بھی بتلا دیا گیا کہ پاکی کی حالت میں ایک ایک کر کے طلاق دی جائے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ گھر گھر طلاق دینے کا رواج اور معمول بنا لیا جائے۔ اسی طرح عورتوں کو تنہا جماعت کی صورت میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ بتلانے سے یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا ہے کہ جگہ جگہ گھر گھر عورتیں تنہا اپنی جماعت بنانے کا اہتمام کریں اور اس کو رواج دیں۔

کسی بھی عمل کے مباح اور جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی ترویج اور اس کی کثرت ہو، اگر عورتوں کی جماعت اور امامت قابلِ ترویج و لائق رواج ہوتی تو دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دور خلفاءؓ و صحابہؓ میں محلہ محلہ اور گھر گھر عورتوں کی جماعت کا رواج ہوتا جب کہ اس طرح کا رواج عورتوں کے پردہ کے لئے بھی زیادہ مفید تھا، چناں چہ اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ مندوب و مکروہ (یعنی جائز اور مکروہ) جمع ہو جائیں تو مندوب اور جائز عمل کا ترک اولیٰ ہے۔ اور شاید اسی وجہ سے اُس زمانہ میں جماعت کے فضائل کے باوجود

عورتوں کی تنہا جماعت کا رواج نہیں تھا۔ (اعلاء السنن)

اس کے علاوہ آج کل عورتوں کی تنہا جماعت میں بعض دوسرے مفاسد اور مضرات بھی لازم آرہے ہیں جو خلافِ شریعت ہیں۔ مثلاً

(۱) بلاضرورت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جس سے عورت کی آواز مردوں تک اور نماز گاہ کے باہر تک بھی پہنچ جاتی ہے، اس میں آواز کی بے حجابی کے ساتھ ساتھ آس پاس کے رہنے والوں کے لئے بھی خلل ہے۔ (۲) دور دور سے بغیر پردہ یا پھر کم پردہ عورتوں کی آمد ورفت ہونے لگتی ہے۔ (۳) خواتین کے لئے نظم تراویح کرنے والے گھر کے مرد حضرات اور قریب البلوغ بچے اور نوجوان و دیگر منتظمین حضرات پردہ کا اہتمام نہیں کرتے۔

(۴) بعض دفعہ یہ حضرات انتظام کی فکر میں لگ کر عشاء کی نماز، جماعت، تکبیر اولیٰ اور تراویح تک چھوڑ دیتے ہیں۔ (۵) درمیان تراویح اور بعد تراویح غیر ضروری تذکرے جس میں غیبت وچغلی کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ (۶) پھر بعد تراویح دیر سے گھر پہنچنے کی وجہ سے اہل خانہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ (۷) ایسے واقعات کی بھی اطلاع ملی ہے کہ حافظہ خاتون تراویح میں قرآن پاک سنا رہی ہے اور ایک لڑکی یا لڑکا خارجِ نماز قرآن پاک دیکھ کر سنتے ہیں اور غلط پڑھنے پر ٹوک دیتے ہیں اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ (۸) یہ بھی معلوم ہوا کہ لقمہ دینے کے لئے کسی نابالغ یا قریب البلوغ لڑکے کو عورتوں کی صف میں امام کے پیچھے کھڑا کر لیا جاتا ہے جس سے فساد نماز کا اندیشہ ہے۔ (۹) عورت کے اندر عورتوں کی امامت کرتے کرتے لڑکوں اور مردوں کی بھی امامت کا رجحان وخیال پیدا ہونے کا اندیشہ وخطرہ ہے۔ (۱۰) دورِ صحابہؓ سے لے کر اس صدی تک تنہا عورتوں کے لئے جماعت کا اہتمام متواتراً ومعمولاً منقول نہیں ہے نہ فرض نمازوں میں اور نہ نماز تراویح میں اس لئے بھی یہ اہتمام قابل ترک ہے۔ (۱۱) بعض فقہاء کے نزدیک عورت کی آواز بھی عورت ہے (یعنی ستر ہے) زور سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ، ۱۴/ ۲۲۵، فتاویٰ رحیمیہ، ۲/ ۳۹۸)

اسی لئے ان کو تکبیرات تشریق وتلبیہ بھی آہستہ آواز سے پڑھنے کا حکم ہے۔ جب عورت امام بنے گی نماز تراویح میں تو ظاہر ہے قرآن بالجہر (زور سے) قرأت کرنا ہوگا جس سے بعض فقہاء کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ عورت کی امامت صرف عورتوں کے لئے اگرچہ مباح ہے اور حدیثوں میں مذکور ہے مگر اس کے باوجود کسی بھی زمانہ میں اس کا رواج نہیں بنایا گیا بلکہ فقہاء نے مکروہ تحریمی کا حکم لگایا، ایسا کیوں؟ اس لئے کہ اس میں مندرجہ بالا محذورات وممنوعات کا اندیشہ ہے۔

(۱۲) فرض نمازوں کے واسطے عورتوں کو مسجد میں آنا اور جماعت سے نماز ادا کرنا جس علت اور سبب کی

وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا ہے وہ علت وسبب آج پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ کثیر الوقوع ہے۔نوجوان عورتوں کو دیکھ کر اپنے تئیں استلذاذ واستہزاء رات دن کا معمول ہے۔اس لئے بھی عورت کے لئے ل عافیت اور عزت اسی میں ہے کہ ہر عورت اپنے گھر میں تنہا ہی نماز پڑھ لے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت لو ادر ک النبی ﷺ ما احدث النساء لمنعهن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل (بخاری ومسلم) یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عورتوں کی یہ حالت وکیفیت جواُن میں آج پیدا ہوگئی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو آپ خود بھی اُنھیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ اسی بنا پر جمہور صحابہؓ کی یہ رائے ہوگئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجد نہ جانا چاہیئے ،بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی ہے اور ہمارے معاشرہ کی خرابیوں میں جو بے حد وحساب اضافہ ہوا ہے اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔(بحوالہ معارف الحدیث)

(۱۳) آج بھی بعض مساجد میں اہتمام ہو رہا ہے کہ مسجد کے کسی گوشے یا کونے پر یا صحن میں عورتوں کے لئے نماز تراویح کا انتظام کیا جاتا ہے یہ بہت ہی جرأت وہمت کی بات ہے۔امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے تمام موجود صحابہؓ کے اتفاق سے جس عمل کو ختم فرمایا ہے اور اس پر پابندی لگا دی ہے آج ہماری اتنی ہمت کہ ان اکابر صحابہؓ کے خلاف انتظام کرنے لگیں۔اس لئے احوط اور انسب یہی ہے کہ خواتین اپنی نمازیں خواہ فرض ہوں یا واجب وسنن ونوافل یا تراویح اپنے اپنے گھروں میں تنہا ہی ادا کردیں۔

البتہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ عورتوں کے لئے صرف تراویح باجماعت کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

(۱) امام مرد ہونا چاہیئے۔ (۲) اس کے پیچھے مردوں کی ایک صف ہونا چاہیئے۔

(۳) ان مردوں میں انہی خواتین میں سے کم از کم بعض کے محرم ہونا چاہیئے جو تراویح پڑھ رہی ہوں۔

(۴) مردوں اور عورتوں کے درمیان پردہ کا معقول نظم ہونا چاہیئے۔

(۵) مرد حضرات کو اپنی فرض نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔

(۶) عورتوں کو اپنی فرض نماز عشاء تنہا ادا کرنا چاہیئے۔

(۷) اعلان عام اور اشتہار کا اہتمام نہیں ہونا چاہیئے اس احتیاط کے ساتھ کسی ایک گھر میں خواتین یا دو چار گھر کی خواتین جماعت سے تراویح پڑھنا چاہیں تو گنجائش نکل سکتی ہے ورنہ جماعت مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح ان ہی قیود وشرائط کے ساتھ کوئی حافظ اپنے ہی گھر کی خواتین کو لے نماز تراویح میں امامت کرے اور قرآن سنانا چاہے تو صرف گنجائش ہے۔واللہ اعلم بالصواب

مصر، شام اور مغربی یوپی کے حالات پر

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی مظاہری رحمہ اللہ کا
ٹولی چوکی میں سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد کے زیر اہتمام جلسۂ عام سے خطاب

جو لوگ قومی و بین الاقوامی، ملکی وغیر ملکی حالات سے باخبر ہیں وہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آج کی دنیا بڑی تیزی کے ساتھ ایک ایسے رُخ پر جارہی ہے جہاں مفاد پرستی، خودغرضی، اور مقصد براری کے سوا کچھ اور نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اخوت ومحبت، بھائی چارگی ومساوات، اخلاقی اقدار وروایات انحطاط پذیر ہیں اور عالم انسانیت کے تئیں ہمدردی، بہی خواہی کے جذبات بڑی تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہیں لیکن اس کے باوجود انسانیت کے لئے اپنے سینوں میں درد رکھنے والے آپ جیسے لوگ ہر علاقہ میں اور ہر قوم میں موجود ہیں، اگرچہ کہ بہت کم ہیں، ایسے لوگ موجودہ حالات کی سنگینی اور تباہ کن صورت حال اور خطرناک مورچوں کو دیکھ کر اپنے ہی آپ میں تڑپ اُٹھتے ہیں؛ مگر دنیا کے بااقتدار اور بااثر لوگوں کو مظلوموں کی آہوں اور انسانوں کے آنسوؤں کا کوئی احساس نہیں ہورہا ہے؛ کیوں کہ اُن کا مقصد انسانوں کی خدمت نہیں بلکہ اپنی خواہشات اور منصوبوں کی تکمیل ہے۔ جلسہ عام میں قرارداد لیتے ہوئے بتایا گیا کہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض بااثر قومیں عرصہ سے پوری دنیا پر کسی نہ کسی نوعیت سے چوکیداری کا سکہ چلاتی آرہی ہیں اور پوری دنیا پر اپنی اجارہ داری وجاگیرداری ثابت کررہی ہیں، بعض دوسری قومیں اُن کی ہر جابے جا کاروائی پر کبھی ان کی پیٹھ ٹھونکتی ہیں تو کبھی ان کو شاباشی دے کر ان کی فرعونیت کو بڑھاوا دینے میں مصروف ومشغول ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان بااثر ملکوں اور قوموں کا رویہ پچھلے چند برسوں سے پوری دنیا کے ساتھ عموماً اور مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً نہایت جارحانہ، منافقانہ، اور بدبختانہ رہا ہے، جس کی وجہ سے انسانیت کے بنیادی حقوق اور اخلاقی اقدار کے مقابلہ میں بدامنی، دہشت گردی، قتل وغارت گری کا گراف تیزی سے بڑھتا جارہا ہے، اگر ان بااثر قوموں وملکوں کا کردار اسی طرح رہا تو بہت جلد نہ صرف مشرق وسطیٰ وایشیاء؛ بلکہ پوری دنیا

سنگین صورتحال سے دوچار ہوسکتی ہے۔

محترم حضرات! آج ہم اس پروگرام کے ذریعہ ملک ہندوستان اور تمام عالمی قیادتوں وحکومتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دنیا میں امن وامان کی برقراری کے لئے حق وانصاف پر مبنی لائحہ عمل تجویز کریں اور سب کے لئے قابل قبول عادلانہ ومنصفانہ نظام نافذ کر کے عالمِ انسانیت کو خون خرابے سے اور مزید تباہی وبربادی سے بچائیں۔

اس احتجاجی جلسہ عام کے ذریعے ہم اپنا احتجاج درج کرانا چاہتے ہیں ساری دنیا پر اپنی برہمی، ناراضگی وناگواری ظاہر کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان امریکہ کی جانب سے کی جانے والی بلا جواز اور ناحق فوجی کاروائی کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ معصوم اور بے گناہ لوگوں پر کی گئی فوجی کاروائیوں کو درندگی سمجھتے ہیں اور اس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں، بالخصوص دور حاضر میں مصر کے موجودہ حالات کے پس پردہ امریکہ اسرائیل اور اس کے ہم نوا ممالک کی خفیہ سازشیں نہ ہوتیں اور یہ ممالک دستوری حقوق کا احترام کئے ہوتے تو مصر کی منتخبہ حکومت کی معزولی عمل میں نہیں آتی اور مصری فوج کو بربریت کا موقع نہیں ملتا، اس لئے اقوامِ عالم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مصری عوام کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے عوام کی پسندیدہ اور منتخبہ حکومت کو بحال کرنے میں مصری عوام کی مدد کریں کیوں کہ مصر کو مرسی جیسے قائد کی ضرورت ہے، سیسی جیسے فرعون کی نہیں۔

علماء کرام نے بتایا کہ ہم اس قرارداد کے ذریعے یہ احتجاج بھی درج کروانا چاہتے ہیں کہ ملک شام پر عالمی طاقتیں مزید سیاست نہ کریں، شام میں ڈھائی برس سے جاری قتل وخون ریزی کا سلسلہ بند ہونا چاہیئے، شام پر حملے شامی عوام کے خون سے ہولی کھیلنے کے برابر ہے، اگر چہ کہ شامی حکمراں خود ظالم اور سفاک ہیں؛ لیکن بیرونی ہمدردیاں شامی عوام کے حق میں نہیں ہیں بلکہ اسرائیل اور یروشلم کی حفاظت وحمایت میں ہیں، اس لئے ملک شام اور دیگر متعلقہ ممالک سے ہمارا مطالبہ ہے کہ اندرونی وبیرونی حملوں سے شام کے عوام کی حفاظت کی جائے، اور متحارب گروہوں کے درمیان مذاکرات کے احیاء کی عالمی کوششیں کی جائیں اور نئے سیاسی ڈھانچے کے ساتھ ایسی حکومت قائم کی جائے جو عوامی جذبات وخیالات کی بھرپور نمائندگی کرے۔

جلسۂ عام میں قرارداد کے ذریعہ ملک میں پیش آئے مظفر نگر کے فرقہ وارانہ فسادات کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا کہ ہم ملک کے صوبہ اتر پردیش کے مغربی علاقہ کی صورتحال سے بھی نہایت غمزدہ وافسردہ ہیں کہ فرقہ وارانہ فسادات نے پھر سے ایک بار ملک کو داغ لگایا ہے، گجرات اور دیگر علاقوں کے داغ ابھی مٹنے ہی نہ پائے تھے کہ پھر سے ایک داغ ملک کی سیکولر پیشانی پر لگا دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۳۰۰ پر)

معمولاتِ سالکین ومریدین

حضرت مولانا مفتی محمد عبد المغنی صاحبؒ کو حضرت محی السنہؒ، حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ کے علاوہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پرنام بٹی مدظلہ، اور حضرت مولانا بلال حسین تھانوی مدظلہٗ سے سلاسلِ اربعہ میں اجازت وخلافت حاصل تھی، جس کی وجہ سے سینکڑوں مسلمان اُن کے ساتھ بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، حضرت مفتی صاحبؒ نے ان کے ایک نظام العمل مرتب فرمایا تھا جو ذیل میں درج ہے۔

جلد شروع کئے جانے والے معمولات جس میں ناغہ نہیں ہونا چاہیئے

۱۔ پانچوں نماز کا اہتمام، مردوں کے لئے مسجد کی جماعت کے ساتھ۔
۲۔ رمضان شریف کے روزوں کا اہتمام۔
۳۔ زکوٰۃ فرض ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی، حج فرض ہو تو حج کی ادائیگی کا اہتمام۔
۴۔ روزانہ وتر سے پہلے ۲ رکعت صلوٰۃ الحاجت، صلوٰۃ اللیل، صلوٰۃ التوبہ کی نیت سے پڑھنا۔
۵۔ دن بھر میں ایک تسبیح :لا الہ الا اللہ۔
۶۔ دن بھر میں ایک تسبیح :الا اللہ۔
۷۔ دن بھر میں ایک تسبیح :اللہ اللہ۔
۸۔ دن بھر میں ایک تسبیح :اللہ، اللہ، اللہ۔
۹۔ دن بھر میں ایک تسبیح :استغفر اللہ۔
۱۰۔ دن بھر میں ایک تسبیح :صلی اللہ علیہ وسلم
۱۱۔ قرآن کریم کی تلاوت، کم از کم ایک رکوع، زیادہ سے زیادہ جس قدر ہو سکے۔

درجِ ذیل ہدایات کا اہتمام کرنا اصلاحِ نفس کے لئے ضروری ہے

۱۔ اپنی وضع قطع کو سنت کے مطابق بنانے کی فکر۔

۲۔ گناہوں سے اجتناب اور سنتوں کے اہتمام کی فکر۔

۳۔ زبان کے گناہ، جیسے جھوٹ، غیبت وغیرہ سے بچنے کا اہتمام۔

۴۔ آنکھ کے گناہ، جیسے نامحرم کو دیکھنا اور بے پردگی وغیرہ سے پرہیز کا اہتمام۔

۵۔ کان کے گناہ، جیسے گانا، باجہ سننا وغیرہ سے دور رہنے کی فکر۔

۶۔ دل کے گناہ، جیسے تکبر، حسد، حبِ مال، حب جاہ وغیرہ بچنے کی فکر۔

۷۔ اچھے کاموں پر خود جمنا اور دوسروں کو جمانے کی فکر کرنا۔

۸۔ برائیوں سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانے کی فکر کرنا۔

۹۔ شیخ کی مجلس میں شرکت، حالات کی اطلاع، ہدایات کا اتباع۔

۱۰۔ معمولات کی پابندی راہِ سلوک میں ترقی کا زینہ ہے۔

(بقیہ صفحہ: ۲۹۸ سے)

ہم اپنے ملک کی حکومت پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کا ہر مسلمان امن پسند اور رواداری کا علمبردار اور وفادار ہوتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ ملک میں رہنے والے مختلف قوموں کے درمیان فتنہ وفساد ہوتا رہے، انسانوں کے خون پر ملک میں سیاست کی جاتی رہے، لیکن اس کے باوجود وقفہ وقفہ سے مختلف علاقوں میں فرقہ وارانہ فساد برپا کیا جاتا ہے اور سینکڑوں مسلمانوں کا خون کیا جاتا ہے، انہیں بے گھر کیا جاتا ہے، بے سروسامان چھوڑ دیا جاتا ہے،، پولس بھی ان پر گولیاں برساتی ہے یک طرفہ کاروائی کر کے مقدمات میں پھانس دیتی ہے یہی سب کچھ آج کل مظفرنگر، دیوبند، شاملی، میرٹھ، سہارن پور وغیرہ میں ہو رہا ہے۔ ہم اس موقعہ پر اپنے ملک کی سیکولر حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ فساد کی اس جڑ کو جلد ختم کیا جائے، اور انسداد فرقہ وارانہ فسادات بل کو منظور کر کے اس کو ملک میں نافذ کیا جائے، شرپسندوں کو گرفتار کیا جائے اور اس حالیہ واقعہ کی تحقیقات سی، بی آئی کے ذریعہ کروائی جائے، اور تمام متاثرین کو اور شہید ہونے والوں کے وارثوں کو معقول مدد دی جائے اور ان کے اُجڑے ہوئے گھروں کو پھر سے آباد کیا جائے۔

شخصی زندگی کی تعمیر و تحسین کی فکروں کا ایک نمونہ

باسمہ تعالیٰ

۲۸؍ محرم ۱۷ھ

۱۶؍ جون ۹۶ء

۲۰ محرم ۱۷ھ
عزیزم زید مجدہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مخدومی و مکرمی و معظمی و مرشدی حضرت اقدس ناظم صاحب دامت برکاتہم و عمت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ناکارہ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے۔ حضرت والا کی خیریت کیلئے دعا گو ہے دیدار و زیارت کا بے حد مشتاق ہے۔

گذشتہ کئی اصلاحی طریقے پچھلے خطوط کے ساتھ ارسال خدمت کرتا رہا مگر کوئی طریقہ حضرت والا کو مل سکا اور کوئی غالباً نہیں پہونچ سکا۔ اطلاعاً عرض ہے منسلکہ طریقہ میں حضرت والا مدظلہ نے جو ہدایتیں ارشاد فرمائی ہیں اُسکی تکمیل و تعمیل میں حسب حکم دس دن بعد دھلی کے پتہ پر طریقہ ارسال کیا تھا کہ حضرت والا کے سفر حج سے قبل دست بوس ہو جائے۔ لیکن یہ بھی غالباً نہیں پہونچ سکا اسکی نقل رکھ لیا تھا۔ مگر کچھ پھیکی ہونے کی وجہ سے صاف تحریر کر کے منسلک ہے

(۱) ابھی تک اسکے لئے کوئی علاج تجویز نہیں کیا ہوں۔ حضرت والا جو بھی تجویز فرما دینگے خیر سمجھکر دل و جان سے قبول ہے

(۲) ناکارہ کی لاپرواہی سے آں حضور کو افسوس ہوا جسکا ناکارہ کو صدمہ رہا بحمدہ تعالیٰ حق تعالیٰ نے پابندی کی توفیق عطا فرمائی

(۳) تلاوت کا بھی ناغہ اُسوقت سے اب تک صرف ایک ہی دن ہوا ہے عصر سے قبل مسجد جانے کو لازم کر لیا ہوں نماز ہی سے قبل تلاوت و تسبیحات کا اہتمام کر رہا ہوں، تنبیہ نامہ پہونچ کر تقریباً دو ماہ ہو گئے ہیں معمولات برابر جاری ہیں سفر میں بھی حضر میں بھی مقام اور وقت تو بدل گیا ناغہ نہیں ہوا (سوائے ایک دن کے) اسطرح آج ۱۴؍ ۵ تک پہونچ گیا ہوں یہ سب حضرت والا کی توجہ، برکت، عنایت ہی ہے، بعد نماز عصر ملفوظات و دیگر کتب اکابر کا مطالعہ کر لیتا ہوں، احباب ہوں تو انہیں سنا دیتا ہوں

بحمدہ تعالیٰ حسب حکم دینی مذاکرہ کا کوئی بیان وعظ حتی الامکان قبول کرنے سے معذوری ظاہر کر رہا ہوں اطلاعاً عرض ہے

(۴) پرچہ سرھانے رکھ لیتا ہوں سونے سے قبل مطالعہ کر لیتا ہوں۔ کبھی کبھی بھول بھی جاتا ہوں اور کبھی اس مضمون کا زبانی استحضار کر لیتا ہوں

(۵) محنت کر رہا ہوں الحمدللہ محنت ہو رہی ہے، معمولات کی

حاشیہ:
ہمیں نے کوئی علاج تجویز کیا یا نہیں یہ استفسار کا مقصد تھا
بہت مسرت ہے
ماشاء اللہ
ماشاء اللہ

شخصی زندگی کی تعمیر و تحسین کی فکروں کا ایک نمونہ کا دوسرا صفحہ

پابندی پر ایک فرحت و مسرت بلکہ ایک قسم کا انبساط و اطمینان محسوس ہو رہا ہے
دوسرے کئی دینی فوائد اور سلوک و مجاہدات کا اہتمام تکبیر اولیٰ کی فکر بھی نصیب ہو رہی ہے

(۶) حضرت والا مزید دعاؤں کا محتاج ہوں اور دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں
اور عاجزانہ بھیک مانگتا ہوں کہ ناکارہ پر توجہ خاص فرما دیں تاکہ حق تعالیٰ
جلد از جلد اصلاح کامل کی توفیق سے نوازے

والسلام ناکارہ خادم
[illegible]
۲۸ محرم [illegible]ھ

سبحان اللہ [illegible]
مبارک ہو
اللھم زد فزد
مجاہدہ سے [illegible]
دعا کرتا ہوں
[illegible]
[illegible]
از تو [illegible]
[illegible]

اجازت نامہ صحبت و تلقین

از: حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ

باسمہ تعالیٰ

تار کا پتہ: ناظم دعوۃ الحق ہردوئی — ٹیلیفون نمبر: ۵۸۵۲/۳۴۳۵۳۳

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احقر ابرار الحق ناظم مدرسہ اشرف المدارس و مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یو۔پی (ہند)

تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۹۴ء یوم سہ شنبہ

عزیزم مولوی عبد المغنی سلمہ لکھنوی [illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ دل میں تقاضہ ہوا کہ آپ کو مجاز صحبت بناؤں یعنی دین کی باتیں سنانے کی اور اصلاح طلب امور میں تلقین کی اجازت دوں چنانچہ آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں کوئی طالب اصلاح رجوع کرے تو اس سے انکار نہ کریں البتہ فی الحال بیعت کرنے سے عذر کردیا کریں۔

آپ کی تکمیل اصلاح کی دعا کرتا ہوں۔

ابرار الحق

مدینہ منورہ

اجازت نامہ بیعت وتلقین

از: حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پرنام بٹی مدظلہ

اجازت بیعت وتلقین

از پیرومرشد سعید الملت حضرت مولانا مفتی محمد سعید احمد صاحب مدظلہ (پرنام بٹ، ٹامل ناڈو)

باسمہ تعالیٰ شانہ

بشارت نعمتِ عظمیٰ

مکرمی جناب مولانا مفتی عبد المعطی صاحب زید لطفہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیر ہوں۔

ہمارے حضرت والا محی السنۃ علیہ الرحمۃ کی جانب سے ماشاء اللہ آپکو مجاز صحبت قرار دینے کی اطلاع مجھے بہت پہلے سے معلوم تھی مگر آپکا خط پڑھکر بے اختیار قلب پر وارد ہوا کہ آپکو میری جانب سے اجازت بیعت وتلقین کی دوں، بس توکلاً علی اللہ تعالیٰ اس وارد پر آپکو اجازت دیتا ہوں دعا ہے برکت واستقامت کی ہے آپکی تکمیل اصلاح اور ادائے خدمات اصلاح کی بھی دعا کرتا ہوں اور امید کہ آپ ہمارے سلسلہ کے اکابر کی نیکنامی کا ثابت ہوں گے عقیدت وخلوص کو تادم آخر ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مسلک پر خود بھی مضبوطی سے قائم رہیں گے اور دوسروں کو بھی اسی کے مطابق ہدایت کرینگے لہٰذا کوئی طالب حق آپ سے رجوع ہونا چاہے تو منظور کریں اور اس بشارت کی اطلاع اپنے مخلص دوستوں کو بھی کر دیں۔

والسلام

محمد سعید احمد عفی عنہ

شب جمعہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۷

اجازت نامہ بیعت و تلقین

از: حضرت مولانا سید بلال حسین تھانوی صاحب مدظلہ

باسمہٖ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید بلال حسین تھانوی
مہتمم مدرسہ جامع العلوم اشرفیہ باغپت ۲۵۰۶۰۹
ضلع میرٹھ، یو، پی (انڈیا)

Syed Bilal Hussain Thanvi
PRINCIPAL
Madarsa Jami-ul-Uloom Ashrafia
Town - Baghpat Distric Meerut (U.P.)
Pincode 250609 INDIA Phone : 4145



۹ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

۲۸ فروری ۲۰۰۷ء یوم چہار شنبہ

بشارت نعمت

مکرمی و محترمی جناب مولانا مفتی عبد المغنی صاحب مظاہری نائب ناظم مدرسہ سبیل الفلاح لنگر کوٹ

چھتہ بازار حیدر آباد اے پی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بفضلہ تعالیٰ دل میں تقاضہ ہوا کہ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دوں

چنانچہ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دیتا ہوں

کوئی طالب اصلاح رجوع کرے تو انکار نہ کریں تکمیل اصلاح کی دعا کرتا ہوں

خاص احباب کو بھی اس کی اطلاع کر دیں

سید بلال حسن تھانوی

سید بلال حسین تھانوی
جامع العلوم اشرفیہ باغپت ضلع ... یوپی
S. BILAL HUSAIN THANWI
Jameul-uloom Ashrafiah Baghpat
(U.P.)

اجازت نامہ بیعت و تلقین

از: عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

HAKIM MUHAMMAD AKHTAR
NAZIM
MAJLIS-E-ISHATUL HAQ
KHANQAH IMDADIA ASHRAFIA
ASHRAFUL MADARIS
GULSHAN-E-IQBAL-2, KARACHI.
P.O.BOX NO. 11182
PHONES : [redacted] - 4981958

حکیم محمد اختر عفا اللہ عنہ
ناظم: مجلس اشاعۃ الحق
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ/اشرف المدارس
ایس ٹی ا-اے، گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲
فون: [redacted] - ۴۹۸۱۹۵۸

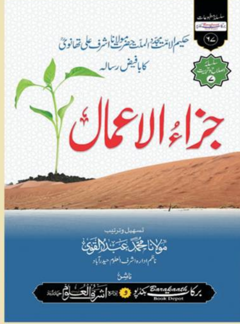
مکرمی مفتی محمد عبدالمغنی مظاہری سلمہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

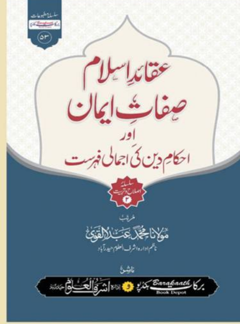
توکلاً علی اللہ تعالیٰ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دیتا ہوں۔ کوئی طالب اصلاح رجوع کرے تو انکار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو آپ سے استفادہ کی توفیق بخشیں اور اسے قبول فرمائیں۔

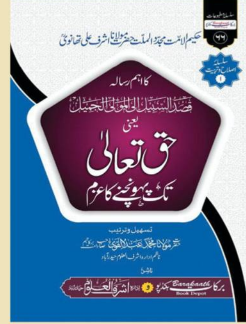
محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ
مطابق ۵ جون ۲۰۰۸ء
وارد حال مدینہ منورہ

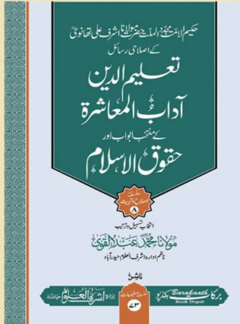
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs150/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/20-22
Date of Publication 3rd Nov-21, Date of Posting 5th Nov-21

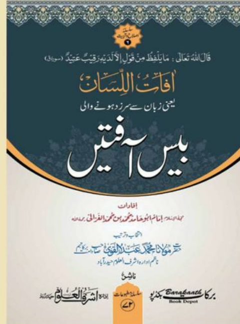
مدیر محترم مولانا محمد عبدالقوی مدظلہ العالی
کی دیگر اصلاحی وتربیتی کتب

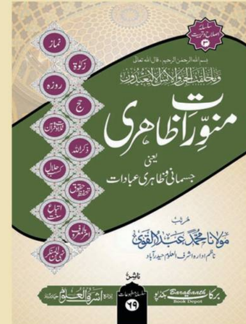


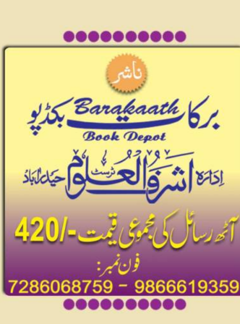


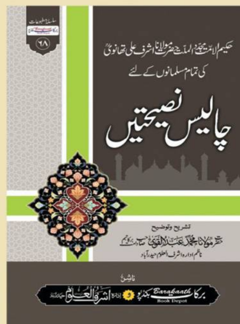


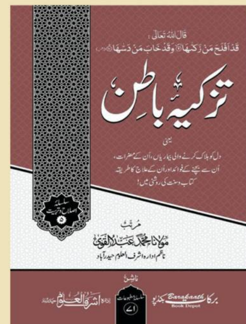












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khajabagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khajabagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor Mohammed Abdul Qavi printed at: AISH Offset Printers, Cellar, Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd.-59